

نور الانوار

ترجمہ

عقبات الانوار

(حدیث نور)

غالب

علامہ میر حامد حسین ہندی

مترجم

سید شجاعت حسین گوپال پوری

متاز الافاضل - واعظ

کتوری، حامد حسین بن محمدقلی، ۱۲۴۶ - ۱۳۰۶ ق.
شارح.

عقبات الانوار فی امامہ الانمی الاطهار. اردو انور الانوار ترجمہ عقبات الانوار (حدیث نور) / تالیف
حامد حسین هندی؛ مترجم شجاعت حسین گوپال پوری۔ قم: دالشیر، ۱۳۸۰ - ج

ISBN 964 - 93317-X (دوره‌ای ۶ - ۹۳۳۱۷). ISBN 964 - 93317 (ج. ۱ - ۷ - ۸)

فهرستویسی بر اساس اطلاعات نیا.

کتاب حاضر ریدای و شرحی است بر کتاب "التحفه الانئی عشریه" اثر عبدالعزیز بن احمد دھلوی.
اردو.

کتابنامه به صورت زیر نویس.

۱. دھلوی، عبدالعزیز بن احمد. ۱۱۵۹ - ۱۲۳۹ق. التحفه الانئی عشریه. تقدیم و تفسیر. ۲. شیعه -
دقاعیه‌ها و ردیه‌ها. ۳. امامت. ۴. علی بن ابی طالب خلافت. ۵. احادیث خاص (غذیر). ۶. محدثان. الف.
دھلوی، عبدالعزیز بن احمد. ۱۱۵۹ - ۱۲۳۹ق. التحفه الانئی عشریه. شرح. ب. گوپال پوری، شجاعت
حسن، ۱۹۶۳ - ، مترجم. ج. عنوان. د. عنوان: عقبات الانوار فی امامہ الانمی الاطهار. اردو. ه. عنوان: التحفه
الانئی عشریه. شرح.

BP ۲۱۲/۵۱۳۰۴۶۲۲۶ ت ۹/۴۱۷ ۲۹۷/۴۱۷

۱۳۸۰

کتابخانه ملی ایران

محل نگهداری:

م ۵۴۲۹ - ۸۰



NATIONAL LIBRARY OF IRAN

محل حقوق بحق ناشر (زبراء (م) محفوظ بین اور کسی طرح کی نقل یا تبدیلی، بغیر ناشر کی کوئی اجازت کے شرعاً حرام ہے۔

نام کتاب	:	
مؤلف	:	میر حامد حسین "ہندی"
مترجم	:	سید شجاعت حسین گوپال پوری واعظ
ناشر	:	انتشارات دارالشیر باہکاری زبراء (م)، مشن آف انڈیا
چاپخانہ و لیتوگرافی	:	شریعت
چاپ	:	اول
تعداد	:	۲۰۰۰
کن اشاعت	:	صفر ۱۳۲۲ھ بہ طابق میں ۱۹۰۴ء
قیمت	:	

فہرست

۵ فہرست
۱۱ عرض ناشر
۱۳ تقریظ (آیت اللہ اعظمی مکارم شیرازی مدظلہ)
۱۶ تقریۃ (علامہ سید سعید اختر رضوی)
۲۲ عرض مترجم
۲۳ میر حامد حسینؒ، حیات اور کارنامے
۵۳ اعتراض عبدالعزیز دہلوی
۵۶ جواب میر حامد حسینؒ
۵۶ سند حدیث نور
۵۷ حدیث نور کی روایت کرنے والے اصحاب
۵۸ حدیث نور کی روایت کرنے والے تابعین
۵۸ حدیث نور کی روایت کرنے والے حفاظ
۶۰ تو اتر حدیث نور
۶۳ روایت احمد بن حبیل

۶۳	توحیقات راویان حدیث
۷۸	احمد کا روایت کرنا صحت حدیث کی دلیل ہے
۸۱	تفعیف حدیث پر سبط ابن جوزی کا جواب
۹۱	ذہبی اور صفری کا انقاد اور ان کا جواب
۹۶	روایت ابو حاتم رازی
۹۸	روایت عبد اللہ ابن احمد
۱۰۲	روایت ابن مردویہ
۱۰۳	روایت ابن عبد البر
۱۰۳	روایت خطیب بغدادی
۱۰۶	روایت ابن مغازلی
۱۰۸	حیرت انگیز واقعہ
۱۱۰	روایت دیلمی
۱۱۶	روایت عاصمی
۱۱۳	روایت نظری
۱۱۶	روایت شہزادار
۱۱۸	روایت خوارزمی
۱۲۱	روایت ابن عسکر
۱۲۲	روایت صالحانی

۱۲۳	روايت مطرزي
۱۲۴	روايت صدرالافق
۱۲۶	روايت قزويني
۱۲۸	روايت شيخ فريد الدين عطار
۱۲۸	روايت كلاغي
۱۳۰	روايت گنجي
۱۳۷	روايت طبرى
۱۳۸	روايت حمويني
۱۴۰	روايت كزيني
۱۴۱	روايت زرندى
۱۴۲	روايت گيسوراز
۱۴۶	روايت مکنى
۱۴۷	روايت جلال بخارى
۱۴۷	روايت على همداني
۱۵۱	روايت خجandi
۱۵۲	روايت شهاب الدين
۱۵۳	روايت دولت آبادى
۱۵۷	روايت ابن حجر عسقلانى

۱۵۸	روایت حانی
۱۵۹	روایت وصالی
۱۶۰	روایت جمال محدث
۱۶۲	روایت جفری
۱۶۳	روایت ہروی
۱۶۵	روایت احمد بن ابراہیم
۱۶۶	روایت محمد ماه عالم
۱۶۷	روایت محمد صدر عالم
۱۶۸	روایت آزاد بلگرامی
۱۶۹	حدیث نور کے شواہد
۱۶۹	حدیث شجرہ
۱۷۸	حدیث نور دوسرے اسلوب میں
۱۸۶	نور علی، نور رسول سے ہے
۱۸۷	رسول اللہ اور علی نور خدا سے ہیں
۱۸۸	حسن و حسین نور خدا کے دونور ہیں
۱۸۸	خلقت ملائکہ نور علی سے
۱۹۰	حدیث نور شیعی کتابوں میں
۲۰۵	نقل احادیث شیعہ کے اسباب و مل

۲۱۰ تضعیف حدیث نور کا جواب
۲۲۰ ادعائے ابن جوزی کی حقیقت
۲۲۰ محمد بن خلف کی وثاقت
۲۲۳ حدیث شافعی کا جواب
۲۳۶ حدیث میں خلافت علیؑ کا ذکر ہے
۲۳۷ حدیث میں وصایت علیؑ کا ذکر ہے
۲۳۸ ملائکہ نے اسی نور سے تبعیج یکھی
۲۵۲ خلقت آدمؐ پتختین پاک کی وجہ سے
۲۵۳ علیؑ آدمؐ سے افضل
۲۵۵ مبارکات زمانہ
۲۵۵ خلقت میں تقدم باعث فضیلت ہے
۲۶۲ عرش پر نام کا ہونا افضیلت کی دلیل
۲۶۳ اسم خدا و رسولؐ کی مقاڑت
۲۶۷ اسم خدا و رسولؐ سے اسم علیؑ کی مقاڑت
۲۶۷ علیؑ کا نام عرش پر
۲۷۰ چار جگہوں پر اسم نبیؐ و علیؑ کی مقاڑت
۲۷۱ علیؑ کا نام در جنت پر
۲۷۲ علی ولی اللہ در جنت پر

۲۷۶	در جنت پر علی ولی اللہ سنبھرے حروف میں
۲۷۶	علی حبیب اللہ در جنت پر
۲۷۷	علی مقیم الحجۃ عرش پر
۲۷۸	علی مقیم الحجۃ کف صر صائیل پر
۲۷۹	علی ولی اللہ پر جریل پر
۲۸۰	اید اللہ محمد بعلی پیشانی ملک پر
۲۸۱	علی ولی اللہ لوائے حمد پر
۲۸۱	آل محمد خیر البریہ لوائے نور پر
۲۸۲	محمد رسول اللہ نصرتہ بعلی سبز کا نذر پر
۲۸۳	تقدم نبوت دلیل افضلیت
۲۸۴	اخذ میثاق دلیل افضلیت
۲۹۲	میثاق ولایت علی
۲۹۷	امر الجیم اور ولایت علی
۲۹۷	امارت علی اور میثاق علی
۳۰۱	وصایت علی اور میثاق صحابہ
۳۰۱	امارت علی افضلیت کی وجہ سے ہے
۳۱۳	حدیث نور اور عرفائے اہلسنت
۳۲۷	قرب نسبی دلیل برخلافت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

فضائل اہل بیت الطہار علیہم السلام اظہر میں اشتبہ ہیں جن کو اللہ اور اسکے نبی نے صریحی طور پر قرآن مجید اور احادیث میں بیان کیا ہے، لیکن کچھ لوگ جو کہ اہل بیت رسول سے ازی بغض رکھنے کی وجہ سے یا عدم معرفت کی وجہ سے ہمیشہ سے اس طرح کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ کسی طرح سے انکی اس منزلت کو لھٹایا جائے۔ ان لوگوں کی فہرست میں صاحب تحفہ انشاعشریہ کا نام پیش ہے جنہوں نے تمام حدود کو توڑتے ہوئے ان صریحی احادیث اور روایات کا انکار کر دیا کہ جن کو بلسانút کے اکابر علماء اور حفاظت نے اپنی مختلف کتابوں میں درج کیا ہے۔

ویسے تو تحفہ انشاعشریہ کے مختلف جوابات دیجے گئے ہیں لیکن عبقات الانوار اپنے آپ میں اپنی نظر ہے کیونکہ اس میں صاحب کتاب (میر حامد حسین) نے تمام الزامات اور افتراءات کا جواب ایک منفرد انداز میں دیا ہے اور روایات عامہ پر تکمیل کرتے ہوئے اہل بیت کی فضیلت، انکے مقام، انکی منزلت کو (ان لوگوں کے لئے جو مکفر فضائل الہبیت اور خلافت بلا فعل مولائے کائنات علی اہن ایں طالب علیہ السلام ہیں) خدا اور اسکے رسول کے نزدیک ثابت کیا ہے۔
اس کتاب کے مؤلف کی ذات محتاج تعذف نہیں ہے صرف ایک ہی جملہ آپ کی شخصیت کے لئے کافی ہے:

آیت اللہ العظمیٰ مرشیٰ نجفیٰ سے جب پوچھا گیا کہ آپ کی نظر میں صاحب الغدیر علامہ امینی زیادہ عظمت کے حامل ہیں یا صاحب عبقات الانوار علامہ میر حامد حسین موسوی؟ تو آپ نے یہی فرمایا تھا کہ علامہ امینی کا کام لائق تحسین ہے مگر علامہ حامد حسین زیادہ خوبیوں کے ماں لک ہیں اس لئے کہ جب علامہ امینی نے الغدیر شروع کی تو انکے سامنے عبقات الانوار بطور

نمونہ موجود تھی مگر میر حامد حسینؒ مرحوم نے جب (کتاب) عبقات الانوار شروع کی تو ایسی کوئی جامع کتاب ان کے سامنے موجود نہیں تھی۔

اصل کتاب (عقبات الانوار) فارسی میں لکھی گئی ہے اور اس کا ترجمہ عربی میں بھی موجود ہے لیکن صد افسوس کہ جن کا حق پہلے تھا وہ اس کتاب کے فائدہ سے اب تک موجود نہ ہے، لیکن خدا کا لاکھ لکھ شکر ہے کہ اب زہراء (س) مشن کی انتہک محنت اور کدو کاوش سے مجانبہ یہیت کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان لوگوں کے لئے کہ جو یہیت کے فضائل کا انکار کرتے ہیں شمشیر برہنہ اور برهان قاطع بکر منظر عام پر مطلع نور کی طرح آگئی ہے۔ اور اسکے بعد ان لوگوں کے لئے کوئی بہانہ نہیں رہ جاتا کہ خدا اور رسولؐ کے نزدیک ثابت شدہ اس حقیقت و فضیلت اہل یہیت کا انکار کریں۔ ہم ان لوگوں کو جو کہ حق کی جستجو کرنا چاہتے ہیں اور حق کو ماہوقن، سمجھنا چاہتے ہیں دعوت دیتے ہیں کہ اس کتاب پر شاہ کار کا مطالعہ کریں۔

زہراء (س) مشن، کہ جس کا ہدف حق کی شناسائی، علم اہل محمدؐ کا عام کرنا اور ان قدیم کتابوں کو کہ جکو زمانے کی ستم ظرفی یا پروپیگنڈوں کے تحت چھپا دیا گیا کی نشر و اشاعت کرنا ہے اور اس ادارہ کی یہ دلی تمنا ہے کہ ان کتابوں کو ہر طرح سے جدید طریقوں کا استفادہ کرتے ہوئے شائع کیا جائے اور اسکے لئے ہماری میں تمنا ہے کہ آپ اپنے مفید مشوووں سے نوازیں اور کتاب میں کمیوں اور خامیوں کو ذمیل کے پتہ پر ارسال کریں۔

اس کتاب کی نشر و اشاعت میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ہے ہم ان کے دلی شکر گذار ہیں اور بارگاہ رب العزت میں ان کی صحت، سلامتی و طول عمر کی دعا کرتے ہیں خصوصاً آیت اللہ العظیلی ناصر مکارم شیرازی مدظلہ اور جنت الاسلام و المسلمین علامہ سید سعید اختر رضوی دامت برکاتہ کے شکر گذار ہیں کہ جنہوں نے اپنی تقریبیوں کے ذریعہ کتاب کو مزید مفید بنایا ہے۔ زہراء (س) مشن مترجم محترم اور اپنے تمام اراکین کا بھی شکر گذار ہے جنہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو خوبی کے ساتھ خواحسن انجام دیا۔

زہراء (س) مشن آف انڈیا

email: zahramission@rediffmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

تقریظ

مرحیم ٹپیم الشان مفسر قرآن
حضرت آیة الله العظمی فاضل مکارم شیرازی (مد ظله)

عالیم فرزانه و محقق گرانمایه مرحوم "میر حامد حسین هندی" در عصر خود یکی از نوایع جهان اسلام و از بزرگان عالمان مجاهد در طریق نشر آثار اهل بیت علیهم السلام بود و در صفت سال عمر پر برکت خود (این عالم بزرگ در ماه محرم ۱۲۲۶م) دیده به جهان گشود و در ماه صفر سال ۱۳۰۶ به دیار باقی شافت، توانست یکی از بزرگترین آثار علمی را در زمینه ولایت اهل بیت علیهم السلام از خود به یادگار بگذارد.

"عقاید" که مپھرین اثر علمی اوست، یکی از وسیعترین کتبی است که در رشتئه ولایت با بهره گیری از منابع مختلف اسلامی مخصوصاً از منابع معروف و مشهور "أهل تسنن" نگاشته شده و قبل و بعد از آن عالم مجاهد، کمتر کسی اثری به این گستردنگی و وسعت در زمینه ولایت نوشته است.

او مردی بسیار پر کار و پر تلاش بود تا آنجا که شب و روز مطالعه میگرد و می نوشت، به حدی که انگشتان دست راست او از کثرت نوشتن از کار افتاد، و از آن به بعد تا آخر عمر، از دست چپ استفاده می کرد !!

او دارای هوشی بسیار سرشار و حافظه‌ای قوی و سلیقه‌ای کم نظری بود و دسترسی به کتابخانه‌های بزرگ و غنی هندوستان داشت و با استفاده از این نعمت های بزرگ الهی، کار خود را در زمینه "عقبات" شروع کرد و سالها قلم زد تا آن را در ده مجلد بزرگ به پایان رسانید.

هنگامیکه این اثر بدیع انتشار یافت و به نجف اشرف رسید، بزرگان آن زمان مانند نابغه عصر و زمان، میرزا شیرازی و شیخ زین العابدین مازندرانی و اکثر اکابر آن عصر تقریظهای بسیار بلندی بر آن نوشتهند و این اثر برجسته را ستودند تا آنجا که عالم بزرگوار شیخ عباس هندی شهروانی رساله‌ای مخصوص به نام "سواطع الانوار فی تقریظات عقبات الانوار" تألیف نمود، و در بعضی از آنها آمده که به برکت این کتاب بزرگ در یک سال، جمع کثیری از دور افتادگان، مکتب اهل بیت علیهم السلام را برگرداند.



از آنجا که گسترده‌گی و وسعت این اثر نفیس سبب می‌شد که همه اقسام نتوانند از آن بهره‌هه کافی بگیرند، بعضی از محققان بر آن شدند که برای آن گروه از علاقمندانکه مجال وسیعی برای مطالعه نداشتند تلخیصی از این کتاب بزرگ را منتشر سازند و توفیق این کار، نصیب جناب عالم بزرگوار جناب آقای میلانی دامت افاضاته شد و آن را در نوزده مجلد فشرده به نام "نفحات الانوار فی خلاصه عقبات الانوار" تلخیص نمود. و از آنجا که کتاب "عقبات" در اصل به زبان فارسی (آمیخته با متون عربی) تألیف یافته بود و مسلمانان اردو زبان که از جهاتی احق و اولی به آن بودند نمی‌توانستند از آن استفاده کنند، جناب فاضل

محترم حجۃ الاسلام آقای شجاعت حسین هندی بر این شد که آن را به زبان اردو ترجمه و به کمک زهراء (س) مشن آف انڈیا نشر دهد.

بحمد اللہ این هدف مقدس بے وسیله ایشان و دوستانشان جامنه عمل بے خود پوشید و نحسین مجلد آن در افق مطبوعات آشکار شد و روح تازه ای در عاشقان مکتب اهل بیت علیہم السلام دمید، امید امیت برادران و خواهران اردو زبان که عموماً علاقه خاصی به مکتب اهل بیت علیہم السلام دارند، این اثر مفید را گرامی بدارند و مخصوصاً جوانان عزیز خود را به مطالعه آن ترغیب کنند خداوند از همه قبول فرماید و همه ها را از خادمین اهل بیت علیہم السلام گرامی پیامبر اسلام صلی الله علیه و آله و سلم قرار دهد.

قم . حوزه علمیه

ناصر مکارم شیرازی . محرم الحرام ۱۴۴۶



تقریظ

بلع اسلام، مترجم فقیر المیز ان علامہ سید سعید اختر رضوی مدظلہ عمید بالا مسلم مشن

تقریظ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و مکفی و سلام علی عبادہ المحتدا صلی اللہ علیہ وسلم

زیر نظر کتاب نور الانوار ہے جو عبقات الانوار کا اردو ترجمہ ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحقیر اشناعشریہ لکھ کر بر صیریں سنی شیعہ مجادلہ کا دروازہ اس طرح کھولا کہ وہ پھر کبھی بند نہ ہو سکا۔ تحقیر ۱۸۷۰ء (۹۰۲ھ) میں شائع ہوئی اور فرما ہی تمام پھیل گئی۔ مولوی اسلم مدرسی (متوفی ۱۸۵۶ء) (۱۲۰۴ھ - ۱۸۵۶ء) نے اسکا ترجمہ عربی میں کیا اور نواب علی محمد والا جاہ کے بیٹے نے اس ترجمہ کو عرب بھیجا۔ بعد کے زمانے میں اس کا ایک اختصار مصر میں چھپا۔ سر سید احمد خان علیگڑھ نے تحقیر کے دسویں اور بارہویں باب کا اردو ترجمہ تحریر حسن کے نام سے کیا جسے ۱۸۷۳ء (۱۲۹۰ھ) میں شائع کیا۔

تحفہ کا جواب اس کی اشاعت کے دو سال کے اندر ہی (۱۲۰۲ھ، ۱۷۹۲ء) میں شہید رابع حکیم مرزا محمد کامل شمیری دہلوی نے نزہہ اثنا عشریہ کے نام سے بارہ جلدیں میں لکھا (یعنی ہر باب کے جواب میں ایک جلد)۔ جس کی پہلی، تیسرا، چوتھی، پانچویں اور نویں جلدیں شائع ہوئیں۔ باقی جلدیں کا پتہ نہیں چلا۔ مرزا محمد کامل کو اکبر شاہ ثانی کے ایک رشتہ دار نے زہر دے کر (۱۲۳۵ھ - ۱۸۱۹ء) میں شہید کر دیا۔

کشف الحجب والا ستار کے بیان کے مطابق تحفہ کے پہلے اور دوسرے باب کا جواب مرزا محمد اخباری نیشاپوری (شہادت ۱۲۳۳ھ - ۱۸۱۷ء) نے سیف مسلول کے نام سے لکھا تھا چونکہ ادھر کچھ دنوں سے سنی حلقوں سے یہ آواز بلند ہونے لگی ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ کا جواب آج تک نہ ہوسکا۔ اس لئے یہاں پر تحفہ کے جوابات کی ایک مختصر فہرست درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا:

۱۔ تحفہ کے پہلے باب کے جوابات (شیعہ مذہب کی ابتداء اور اس کے فرقے):

(ا) سیف مسلول (مرزا محمد اخباری نیشاپوری)

(ب) نزہہ اثنا عشریہ (مرزا محمد کامل) جلد اول۔ مطبوعہ لکھنؤ

(ج) سیف ناصری (مفتقی محمد قلی) اس کے دو قسمی نسخوں کا مجھے علم ہے جس میں سے ایک خود میرے ذاتی کتب خانہ ریاض معارف میں ہے۔

۲۔ تحفہ کے دوسرے باب کے جوابات (شیعوں کے مکائد)

(الف) سیف مسلول (مرزا محمد اخباری نیشاپوری)

(ب) تقلیب المکائد (مفتقی محمد قلی) مطبوعہ دہلی

۳۔ تحفہ کے تیرے باب (شیعہ علماء اور ان کی کتابیں) کا جواب:

ا۔ زندہ اثنا عشریہ (مرزا محمد کامل) جلد سوم، اسکا فلسفی نسخہ انڈیا آفس لائبریری کے ”دلی پرشن کلکشن“ میں ہے۔ اب انڈیا آفس لائبریری برٹش لائبریری میں منضم ہو گئی ہے۔

۴۔ تحفہ کے چوتھے باب (شیعہ احادیث اور ان کے روایت) کا جواب:

ا۔ زندہ اثنا عشریہ (مرزا محمد کامل) جلد چہارم مطبوعہ لوڈھیانہ ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲ء)

۵۔ تحفہ کے پانچویں باب (الہیات) کے جوابات:

(الف) زندہ اثنا عشریہ (مرزا محمد کامل) جلد پنجم

(ب) صوارم الہیہ (سید ولدار علی غفران آب) مطبوعہ کلکتہ ۱۲۰۳ھ (۱۸۰۳ء)

۶۔ تحفہ کے چھٹے باب (نبوت کا جواب):

ا۔ حام الاسلام (سید ولدار علی غفران آب) مطبوعہ کلکتہ ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۳ء)

۷۔ تحفہ کے ساتویں باب (امامت کے جوابات):

ا۔ رسالہ غیبت (سید ولدار علی غفران آب) مطبوعہ کلکتہ ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۳ء)

(ب) بارق موقہ (سلطان العلماء سید محمد بن غفران آب)

ج۔ جواہر عقریہ (مفکی سید محمد عباس شوشتاری) مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۲ء)

د۔ بربان سعادت (مفکی محمد قلی) مخطوط رضا لائبریری۔ رام پور

ه۔ عبقات الالوان (میر سید حامد حسین موسوی) اس کا مزید ذکر آئنہ آئے گا۔

۸۔ تحفہ کے آٹھویں باب (معاد) کا جواب:

ا۔ احیاء النہ (سید ولدار علی غفران آب) مطبوعہ لکھنؤ و لوڈھیانہ ۱۲۸۱ھ

(۲۵-۱۸۲۳ء)

۹۔ تحفہ کے نویں باب (مسائل فقة) کے جوابات:

ا۔ نزہہ اشناعیریہ (مرزا محمد کامل) مخطوطہ رضا لاہبری ری۔ رام پور

ب۔ بہجۃ البرھان (سید جعفر ابو علی) مخطوطہ ناصریہ لاہبری لکھنؤ۔

۱۰۔ تحفہ کے دسویں باب (مطاعن) کے جوابات:

ا۔ طعن الرماح (سلطان العلماء سید محمد) مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۳۸ھ (۱۸۲۲-۱۸۲۳ء)

ب۔ تشہید المطاعن (مفتی محمد قلی) جلد اول ۱۹۱۰ صفحات، جلد دوم ۲۲۲ صفحات

مطبوعہ لودھیانہ ۱۲۳۷ھ (۱۸۶۶ء) حال میں قم میں آفسٹ کے ذریعہ چھاپی گئی ہے۔

ج۔ بارقہ ضغییرہ در موضوع متنہ (سلطان العلماء سید محمد)

د۔ تکمیر الصنین (سید جعفر ابو علی)

۱۱۔ تحفہ کے گیارہویں باب (شیعہ نہجہب کے خصوصیات) کا جواب:

ا۔ مصارع الافہام (مفتی محمد قلی) مخطوطہ ناصریہ لاہبری لکھنؤ

۱۲۔ تحفہ کے بارہویں باب (تو لا و تیرا) کے جوابات:

ا۔ ذوالقدر (سید ولد اعلیٰ غفار آب) مطبوعہ لودھیانہ ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۲-۱۸۶۳ء)

ب۔ طرد الماندین (سلطان العلماء سید محمد)

تحفہ فارسی میں تھی اس لئے اس کے یہ جوابات بھی فارسی میں لکھے گئے۔ اردو میں اس کا جواب مشہور ادیب مرزا محمد ہادی روسا (متوفی ۱۲۵۰ھ / ۱۹۳۱ء) نے تحفہ الشۃ کے نام سے ۱۵ جملوں میں لکھا جو مطلع انوار کی روپورٹ کے مطابق مدرستہ الاعظین کے

کتب خانہ میں موجود ہے۔

عقبات الانوار تحدہ کے ساتوں باب (امامت) کے جواب میں ہے۔ مفتی محمد قلی (متوفی ۱۲۶۴ھ/۱۸۵۵ء) کے دوسرے صاحبزادے میر سید حامد حسین موسوی نے اس کا منصوبہ بنایا پھر اپنے بڑے بھائی سید اعجاز حسین کے ساتھ حج و زیارات کے لئے روانہ ہوئے۔ اور حجاز، قاہرہ، شام، عراق اور ایران میں ہزاروں نادر کتابیں خریدیں یا اپنے ہاتھوں سے نقل کیں۔ آج ناصریہ لا ببریری (لکھنؤ) میں جو تقریباً دس ہزار خطوطات ہیں وہ زیادہ تر انہیں دونوں بزرگوں نے فراہم کئے تھے۔ اس طویل سفر سے واپس آ کر میر سید حامد حسین نے عبقات الانوار لکھنی شروع کی۔

کتاب کا پلان انہیں مرحوم نے مرتب کیا تھا اور ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے ناصر الملۃ سید ناصر حسین نے انہیں خطوط پر اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے تقریباً پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ۱۳۳۱ھ میں ناصر الملۃ کی وفات کے بعد ان کے دوسرے صاحبزادے سعید الملۃ سید محمد سعید صاحب نے دو حدیثوں کو تکمیل کیا۔ میر حامد حسین موسوی نے اپنے زمانے کے اسلوب تحریر کو حد کمال تک پہنچا دیا ہے۔ یعنی ان کی عربی و فارسی کے صحیح و مدققی عبارتیں دو دو صفحہ تک چلی جاتی ہیں جن میں مترا دفات کی بھرمار ہوتی ہے۔

تفہمات الازھار اس مشہور عبقات الانوار کی عربی میں تلخیص ہے۔ عبقات اور تفہمات کا مقابلہ کرنے سے تفہمات کے مصنف جیۃ الاسلام سید علی میلانی حفظہ اللہ کے خدمات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح اصل کتاب کے تمام نکات و مباحث کو حشو و زوائد سے پاک کر کے عربی دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ فخر اہ اللہ عن الاسلام و

اصلہ خیر الجزا نفحات کے دیباچہ میں اس اجمال کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

عقبات الانوار کی اس پہلی جلد کا ترجمہ اردو میں عزیز گرامی قدر جنتہ الاسلام سید شجاعت حسین رضوی نے کیا ہے۔ موصوف اپنے عنوان شباب سے مضمون نگاری، ادارت اور ترجمہ کا تجربہ رکھتے ہیں۔ ان کا قلم ترجمہ کی سنگلاخ وادیوں کو اس طرح طے کرتا ہے کہ ترجمہ پر اصل تصنیف کا گمان ہوتا ہے۔ عقبات کی پہلی جلد کا یہ ترجمہ کسی مادی منفعت کی امید کے بغیر کیا گیا ہے۔ اور یہ مترجم کے خلوص نیت کی دلیل ہے۔ اگر کوئی صاحب ہمت آگے بڑھے اور بقیہ چودہ جلدوں کے ترجمہ کے منصوبہ کو اپنی سر پرستی میں لے لے تو مترجم موصوف پوری تندی سے اس کام کو جلد از جلد انجام تک پہنچ سکتے ہیں۔

وَأَنْذِرْ مَعَوْنَانِاَرْ مَالْمُكَفَّلِ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

وار السلام۔ تازائیا

الاحقر سید سعید اختر رضوی

اجمالی الاولی ۱۴۳۷ھ



عرض مترجم

نور الالوان ترجمہ عبقات الالوان حدیث نور کی اشاعت میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے ان کا بیان مشکل ہے نہ جانے کتنے حسین چہرے کریے نظر آنے لگے مگر چونکہ ضرع امام رضا علیہ السلام کے سرہانے اس ترجمہ کا آغاز کیا تھا اس لئے نامید نہیں ہوا اور امام رضا علیہ السلام کے توسل سے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے ترجمہ کے سلسلے کو جاری رکھا کہ ایک دن کسی کام سے بجتہ الاسلام مولانا مصوص علی ایسا (مہوا گجرات) میرے پاس تشریف لائے گئتوں کے دوران کتابوں کی باتیں ہوئیں جب انہیں عبقات کے ترجمہ کے بارے میں بتایا تو بڑے تپاک سے اس کی طباعت کی ذمہ داری لے لی میں تو سمجھتا ہوں کہ امام رضا علیہ السلام ہی نے ان کو بھیج دیا تھا فجز اہ اللہ خیر جراء موصوف زہرا مشن شعبہ قم کی جانب سے اس کتاب کو شائع کر رہے ہیں، میں شکر گذار ہوں مرجع عظیم الشان مفسر قرآن حضرت آیۃ... عظمی ناصر مکارم شیرازی مدظلہ کا جنمبوں نے اپنی تقریظ سے اس کتاب کو زینت بخشی معظم لہ کا اعتماد میرے لئے باعث خیر ہے نیز شکر گذار ہوں مبلغ اسلام، مترجم تفسیر المیزان علامہ سید سعید اختر رضوی مدظلہ عمید بال مسلم مشن تزانیا کا جنمبوں نے اس کتاب پر مفید تقریظ لکھی اس میں آپ نے ترجمہ کے سلسلے

میں اپیل کی ہے جسے پڑھ کر میرے محض اور شفیق دوست جنتہ الاسلام والملین امیر مختار فائزی وکیل مطلق مرجع عظیم الشان، مفسر قرآن آیۃ اللہ العظمی ناصر مکارم شیرازی حفظہما اللہ (در امریکا) نے میری حوصلہ افزائی کی ہے اسی طرح جنتہ الاسلام والملین شیخ مهدی اسکندری اور استاد محترم جنتہ الاسلام والملین آقاۓ حیدر ضیائی کاشکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ترجمہ میں میری مدد کی تھی۔

عقبات الانوار کے ترجمہ میں جنتہ الاسلام والملین سید علی میلانی کی کتاب خلاصہ عقبات سے میں نے فائدہ حاصل کیا ہے اور حوالوں میں ان ہی پر بھروسہ کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ حوالوں کی جدید جلدیوں اور صفحوں کا نمبر دے کر انہوں نے اس میں نئی جان ڈال دی ہے البتہ بعض جگہوں پر جہاں انہوں نے کتاب کے نام کے آگے خطی لکھا ہے اور وہ کتاب چھپ کر منتظر عام پر آگئی ہے (مثلاً سہبودی کی جواہر العقدین) اس کی جلد اور صفحہ نمبر کا میں نے اضافہ کر دیا ہے آئندہ جلدیوں میں اگر وہ کتابیں مجھے لگنیں جن کا صرف نام ہے تو ان کی بھی جلد اور صفحہ نمبر کا اضافہ کر دوں گا خدا میری اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور قارئین سے گزارش ہے کہ ترجمہ کے سلسلے میں میری کوتا ہیوں کو اپنے دامن غفو میں جگہ دیں۔

والسلام

۱۵، شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

سید شجاعت حسین رضوی

گوپال پور۔ باقر گنج

سیوان۔ بہار



میر حامد حسین^ر

حیات اور کارنامے

آپ کا نام سید مہدی اور کنیت ابوالظفر تھی لیکن سید حامد حسین کے نام سے مشہور ہوئے اور اس شہرت کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کے والد ماجد نے خواب میں اپنے جدا اجد سید حامد حسین کو دیکھا جیسے ہی خواب سے بیدار ہوئے آپ کو فرزند (صاحب عبقات) کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اسی وجہ سے آپ حامد حسین کے نام سے مشہور ہوئے۔

میر حامد حسین کی ولادت ۵ محرم ۱۲۳۶ھ کو میرٹھ میں ہوئی اور جب سات سال کے تھے تو آپ کے والد نے آپ کی بسم اللہ شیخ کرم علی سے کرائی اور چودہ سال کی عمر تک والد ہی سے کسب فیض کیا جب آپ ۱۵ سال کے ہوئے تو آپ کے والد کھتو تشریف لائے اور وہیں دعوت اجل کو لیک کہا پھر آپ نے تحصیل علوم کے لئے دوسروں کی طرف رجوع کیا

مقامات حریری اور دیوان مفتی مولوی سید برکت علی سے پڑھی، نجح البلاغہ مفتی محمد عباس صاحب سے، مقولات سید مرتضی بن سلطان العلماء سے اور مقولات سلطان العلماء سید محمد اور سید العلماء سید حسین فرزندان غفرانما ب سے پڑھا۔
 تکمیل تحصیل کے بعد والد ماجد علامہ مفتی قلی صاحب کی کتابوں کی تصحیح و تہذیب میں مشغول ہوئے اور پہلے فتوحات حیدریہ کی تصحیح کی پھر رسالہ نقید کی اور اس کے بعد تشنید المطاعن کی تصحیح اور اشاعت میں مصروف ہوئے ابھی یہ کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا تھا کہ مخالفین کی طرف سے مفتی الكلام شائع ہوئی اور اس میں چیخ کیا گیا کہ اوپسین و آخرین میں کوئی بھی شیعہ اس کا جواب نہیں دے سکتا ہے لیکن آپ نے چند ماہ میں استقصاء الافہام فی تفہیم الكلام لکھی اور جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مؤلف مفتی الكلام سرگردان ہندوستان کا چکر لگاتے رہے اور استقصاء الافہام کا جواب نہ دے سکے اس کتاب کی تصنیف کے بعد عبقات الالوان کی تالیف میں مشغول ہوئے اور مدارک کے لئے بیرون ہند کا سفر کیا ۱۲۸۲ھ میں حج اور عقبات عالیہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں تا اور کتابیں حاصل کیں۔

تصنیفات

آپ کی درج ذیل تصنیفات ہیں:

۱۔ عبقات الالوان فی امامۃ الائمه الاطہار۔ ۲۔ استقصاء الافہام فی تفہیم الكلام

۳۔ شوارق النصوص ۴۔ کشف المعصلات فی حل المشکلات ۵۔ العصب التباری فی بحث آیة الغار ۶۔ الجم الشاقب فی مسلکة الحاجب فی الفقه ۷۔ الدر السعیة فی الكاتیب والمنهاۃ العریۃ ۸۔ زین الوسائل الی تحقیق المسائل ۹۔ الذراع فی شرح الشراع فی الفقه ۱۰۔ استخار الانوار عن وقایع افضل الاسفار۔

یہ کتابیں جن میں اکثر کئی جلدیوں میں ہیں ان کی تالیف و تصنیف میں اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے کو خود کشی تک پہنچا دیا تھا تو شاید مبالغہ آرائی نہ ہوگی جب وہ دامنے ہاتھ سے لکھتے لکھتے تھک جاتے تھے تو باسیں ہاتھ سے لکھنا شروع کرتے تھے جب بیٹھ کر لکھتے ہوئے تھک جاتے تھے تو لیٹ کر کتاب سینے پر رکھ کر لکھتے تھے یہی ان کی رات دن کی روٹین تھی ضروری کاموں کے علاوہ اٹھتے نہیں تھے ضرورت بھر کھاتے اور سوتے تھے اور عبادات میں صرف واجبات پر اکتفا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ بیمار پڑ گئے مگر زندگی کے آخری لمحے تک لکھنا نہیں چھوڑا۔ آیۃ... اعظمی سید شہاب الدین مجتبی عرضی نے ناصر الملة کے حوالے سے نقل کیا تھا کہ جب غسل کے لئے میر حامد حسین کے لباس کو اتارا گیا تو سینہ پر کتاب رکھ کر کثرت مطالعہ کی وجہ سے وہاں گڑھا ہو گیا تھا۔

عقبات الانوار اور اس پر لکھی جانے والی تقریظیں

عقبات الانوار کا جو شخص بھی دیقان نظر سے مطالعہ کرے گا اسے آئندہ مخصوصین کی امامت کے ثبوت کے علاوہ امامت سے متعلق خالقین کے اشکالات کا قاطع جواب ملے گا

اور اس کتاب میں اصول عقائد، تفسیر، حدیث، درایہ، تاریخ، رجال اور ادب سے بحث کی گئی ہے۔ جن موضوعات کو موردنظر بحث قرار دیا ہے ان میں چند یہ ہیں۔

۱۔ جعلی حدیثیں

حضرت علیؑ کی شان میں رسول اللہ نے بے شمار حدیثیں ارشاد فرمائی ہیں جن کی صحابہ اور تابعین نے روایت کی ہے اور آئندہ و حفاظۃ الہلسنت نے ان حدیثوں کی توثیق اور ان کے طرق اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔ جب الہلسنت نے ان حدیثوں کو حضرت علیؑ کی شان میں دیکھا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ تو آپ کی امامت پر واضح طور سے دلالت کر رہی ہیں لہذا انہوں نے ان احادیث میں کتر بیونت کیا اور آپ کے مقابلہ میں ابو بکر، عمر، عثمان، معاویہ بلکہ سارے صحابہ کی شان میں حدیثیں گڑھنا شروع کیں۔ تاریخ کی رو سے جعل حدیث کا آغاز معاویہ کے زمانہ سے ہوا اور اس میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور بعض الہلسنت نے عمداً نادافی کی وجہ سے ان احادیث کو صحیح بھی قرار دیا لیکن بہت سے علماء حقیقت شناس تھے لہذا انہوں نے اس کے جعلی ہونے کی تصریح کی ہے مثلاً ابن جوزی نے الموضوعات میں ان کے جعلی ہونے کی وضاحت کی ہے اور ابن الجدید نے فضائل علیؑ کے مقابلہ میں ابو بکر کی فضیلت میں گڑھی جانے والی حدیثوں کو بیان کیا ہے۔ بعض علماء الہلسنت نے مسئلہ امامت میں ان ہی گڑھی ہوئی حدیثوں کو صحیح احادیث کے معارض قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہی چیز موجب ہوئی کہ صاحب عبقات ان روایات کے اسناد و مدلول کو حدیث شناس علماء کے اقوال کی روشنی میں موردنظر قرار دیں۔

فضائل علیؐ کے مقابلہ میں جن احادیث میں کتریونت یا ان کو جعل کیا گیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

- ۱۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو اس دوستی کے لئے ابو بکر کا انتخاب کرتا لیکن خداوند عالم نے تمہارے صاحب کو بعنوان دوست انتخاب کر لیا ہے۔
- ۲۔ اس مسجد کے سارے دروازوں کو بند کر دو سوائے در ابو بکر کے۔
- ۳۔ خدا نے کسی چیز کو میرے سینے میں اتارا ہی نہیں مگر یہ کہ اسے سینہ ابو بکر میں میں نے اتارا۔
- ۴۔ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔
- ۵۔ تمہارے درمیان اگر میں مبجوض نہ ہوتا تو عمر مبجوض ہوتے۔
- ۶۔ عمر سے بہتر کسی چیز کو سورج نے نہیں دیکھا۔
- ۷۔ ابن عمر کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے لئے کاسہ شیر لایا گیا ہے میں نے اسے پیا اس کے بعد دیکھا کہ جمارے ناخن سے آب گوارا جاری ہے پھر پچھے ہوئے دودھ کو میں نے عمر کو دیا لوگوں نے آنحضرت سے پوچھا کہ اس خواب کی کیا تاویل ہے تو فرمایا علم ہے۔
- ۸۔ ابو بکر اور عمر میرے لئے ایسے ہی ہیں جیسے ہارون موسیٰ کے لئے۔
- ۹۔ میرے بعد ابو بکر و عمر کی اقتداء کرو۔
- ۱۰۔ خدا نے اپنے نور سے مجھے خلق کیا، ابو بکر کو میرے نور سے، عمر کو ابو بکر کے نور سے اور میری امت کو عمر کے نور سے خلق کیا ہے اور عمر اہل بہشت کے لئے چراغ ہیں۔

۱۱۔ تھوڑے اسادین اس حمیرا (عائشہ) سے لو۔

۱۲۔ تھارے لئے میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتگان خلفائے راشدین کی سنت ہے تم لوگ ان سے تمک کرنا اور ان سے وفاداری کرنا۔

۱۳۔ میری امت میں میری امت پر مہربان ترین یا دلسوز ترین فرد ابو بکر کی ہے، دستور الہی کے اجراء میں سخت ترین فرد عمر کی ہے، شرم و حیا میں صادق ترین فروع عثمان بن عفان کی ہے، حلال و حرام کی آگاہ ترین فرد معاذ بن جبل کی ہے، واجبات پر سب سے زیادہ عمل کرنے والی ذات زید بن ثابت کی ہے، سب سے بہترین قرائت ابی ابن کعب کی ہے اور ہر امت میں ایک امین ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ جراح ہیں۔

۱۴۔ میں شہر علم ہوں، ابو بکر اس کے پایہ، عمر اس کی دیواریں، عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

۱۵۔ میں شہر علم ہوں، علی اس کا دروازہ اور ابو بکر و عمر و عثمان اس کی دیوار و پایہ ہیں۔

۱۶۔ میں شہر علم ہوں، ابو بکر اس کے پایہ، عمر اس کی دیوار، عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

۱۷۔ میں شہر علم ہوں، علی اس کے دروازہ اور معاویہ اس کا حلقة ہیں۔

۱۸۔ میں شہر علم ہوں، علی اس کے دروازہ اور ابو بکر اس کی محراب ہیں۔

۱۹۔ میں سچائی کا شہر ہوں اور ابو بکر اس کا دروازہ ہے، میں عدالت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے، میں حیا کا شہر ہوں اور عثمان اس کا دروازہ ہے، میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

۲۰۔ ابو بکر و عمر و عثمان و علی کے بارے میں سوائے اچھائی کے کچھ نہ کہنا۔

۲۱۔ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی اقتداء کی ہدایت پائی۔

ای طرح کی نہ جانے کتنی حدیثیں ہیں جن کو جعل کیا گیا ہے اور میر حامد حسین نے ان احادیث کو حقیقت سے دور ہونے کی وجہ سے عقلی اعتبار سے اور معتبر اہلسنت کی کتابوں سے ان کے وضی اور گزی ہونے کو عقبات الانوار کی مختلف جلدیوں میں ثابت کیا ہے۔

۲۔ عدالت صحابہ

مسائل اسلامی میں جس مسئلے کو اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے وہ سارے صحابہ کے عادل ہونے کا ہے بعض فرقے قائل ہیں کہ بعد پیغمبر سارے کے سارے صحابہ کا فر ہو گئے تھے لیکن اہلسنت کے درمیان مشہور یہ ہے کہ سارے صحابہ عادل اور موردا طمیمان تھے مگر حق یہ ہے کہ صحابہ عادل بھی تھے اور غیر عادل بھی اس نظریے کی تفہازانی، مارزی، ابن عمار شوکانی اور محمد عبدہ جیسی اہلسنت کی عظیم شخصیات نے تائید کی ہے۔

عقبات الانوار میں معتبر کتابوں سے مشہور صحابہ کی سوانح حیات کو پڑھنے کے بعد میں نہیں سمجھتا ہوں کہ کوئی سارے صحابہ کے عادل ہونے کا قائل ہو جائے۔

۳۔ حسن و فتح عقلی

علم کلام کے اہم مباحث میں سے ایک، حسن و فتح عقلی کا مسئلہ ہے جس کے عدیہ قائل ہیں جب کہ اشاعرہ اس کے مکر میر حامد حسین نے اس موضوع پر عقبات الانوار کی حدیث منزلت میں سیر حاصل بحث کی ہے اور حسن و فتح عقلی کے قائل علمائے اہلسنت کو

ان کی کتابوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔

۳۔ حقیقت صحیحین

المحدث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو بڑی قداست کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کے مصنفوں نے کچھ شرائط بیان کیں اور اس پر پابند رہنے کا وعدہ کیا تھا لیکن کہاں تک انہوں نے اپنے اس قول پر عمل کیا اس کا تو قارئین ہی فیصلہ کریں گے کہ کیا تمام شرائط کی پوری کتاب میں رعایت کی گئی ہے یا بہت سی جگہوں پر یہ اپنی بات سے ہٹ گئے ہیں۔ ان ساری باتوں سے قطع نظر بخاری اور مسلم دونوں انسان تھے جن سے غلطی اور فراموشی ہو سکتی ہے۔ درج ذیل دلیلوں کی روشنی میں صحیحین میں غور کرنے سے انسان اسی نتیجہ پر پہنچ گا کہ ان دونوں کتابوں میں موجود ساری کی ساری حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔

۱۔ بخاری اور مسلم کے ہم عصر بزرگ ائمہ حدیث نے ان پر ایراد و اعتراض کیا ہے اور ان کی حدیثوں کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ وہ لوگوں کو ان کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ علامہ ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء میں ان دونوں کے حالات پڑھ کر اس کی تصدیق ہو جائے گی۔

۲۔ علمائے جرج و تدبیل نے ان دونوں کتابوں کے بہت سے راویوں کی قدح اور نہمت کی ہے جیسا کہ ہدی الساری فی مقدمة فتح الباری (شرح صحیح بخاری) اس بات کی گواہ ہے۔

۳۔ ان دونوں کے بارے میں بزرگ علماء کے نظریات اور ان کی کتابوں میں موجود

صرع جھوٹی حدیثوں کو دیکھ کر ساری روایتوں کو صحیح مانتا سوائے تعصب کے اور کچھ نہیں ہے، بعض علماء کی عبارتیں عبقات الانوار میں حدیث غدیر کے ضمن میں موجود ہیں۔

۲۔ اسما علی، مغلطانی، ابن حزم، ابن جوزی، دمیاطی، غزالی، امام الحرمین، ابن عبد البر، نووی، ابن حجر، کرمانی، داؤدی، حمیدی اور ابن قیم جیسے بزرگ محققین اہلسنت نے بخاری و مسلم کی بہت ساری حدیثوں کی سند اور دلالت پر قدح کیا ہے تفصیل جانے کے لئے عبقات الانوار حدیث غدیر کی طرف مراجح کریں۔

اس کے علاوہ وہ کوئی دلیل ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس سے بخاری و مسلم حدیث نقل نہ کریں وہ صحیح نہیں ہے تاکہ جب بھی کسی روایت کو رد کرنا ہو فرا کہدیں کہ یہ صحیحین میں نہیں ہے جیسا کہ فخر رازی نے بخاری و مسلم کے نقل نہ کرنے کی وجہ سے حدیث غدیر کی سند میں خدا شہ کیا ہے اسی طرح ابن تیمیہ نے عنقریب میری امت میں تہتر فرقہ ہوں گے، والی حدیث کو صرف اس لئے رد کیا ہے کہ وہ صحیحین میں نہیں ہے.... اور بعض تو تعصب میں اتنا اندر ہے ہو گئے کہ وہ روایتیں جنہیں صحیحین نے نقل کیا ہے انہیں رد کر دیا اور یہ بھول گئے کہ وہ صحیحین کے بارے میں قال ہوئے ہیں کہ اس کی ساری حدیثیں قطعی الصدر ہیں اور نیز حامد حسین نے عبقات الانوار کی حدیث منزلت میں ان کا نام پیش کیا ہے جیسے ان تیمیہ اور ابن جوزی جنہوں نے حدیث شفیعین کو رد کیا ہے در احوالیہ وہ صحیح مسلم میں موجود ہے اسی طرح آمدی اور ان کے پیروکاروں نے حدیث منزلت کو باطل کیا ہے جب کہ یہ صحیحین میں موجود ہے اسی طرح محدث دہلوی نے جناب فاطمہ زہراؓ کے آخر عمر تک ابو بکر سے قطع رابطہ سے انکار کیا ہے جب کہ یہ بات صحیح

بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔

۵۔ روایان حدیث کی چھان بین

عقبات الانوار میں سینکڑوں بزرگ صحابہ، تابعین، روایوں اور مختلف علوم و فنون میں لکھنے والے مصنفین کے حالات موجود ہیں اس سے میر حامد حسینؒ کا اہم مقصد کسی کے ثقہ یا ضعیف ہونے کو ثابت کرنا تھا انہوں نے ثقہ، ضعیف، محسن اور جن محدثین و روؤت پر اعتراضات ہوئے ہیں ان کی ایک فہرست بتائی ہے اور جن کو ثقہ کہا ہے اس پر دلیل بھی پیش کیا ہے مثلاً عباد بن یعقوب رواجی کی ویاقف کو کئی دلیلوں سے ثابت کیا ہے مثلاً وہ بخاری، ترمذی، ابن ماجہ کے اساتید و مشايخ میں سے ہیں.... ابو حاتم، بزار، ابن خریمہ جیسے بزرگ محدثین نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ ابو حاتم ابن خریمہ نیشاپوری نے ان کی توثیق کی ہے۔ دارقطنی، حافظ ابن ججر نے انہیں صدقہ کہا ہے۔ اسی طرح حدیث ولایت کے سلسلہ سند میں اجمع بن عبد اللہ ہیں جن کے بارے میں محدث دہلوی نے کہا ہے کہ وہ شیعہ ہیں اور ان کی حدیث لاائق اعتبار نہیں ہے میر حامد حسین نے اس کا تیس جواب دیا ہے۔ اسی طرح سبط ابن جوزی پر سیر حاصل بحث کی ہے کیونکہ احمد بن حنبل سے حدیث نور کے نقل کرنے میں ان ہی پر نکیہ کیا ہے۔

۶۔ کتابوں کی تحقیق

میر حامد حسین نے عقبات الانوار میں ہزاروں کتابوں اور ان کے مصنفین کی چھان بین کی ہے مثلاً احمد بن حنبل کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا احمد بن حنبل نے اپنی مند

میں احادیث کے نقل کرنے میں اختیاط کی ہے اور جن حدیثوں کو صحیح سمجھا ان ہی کی روایت کی ہے یا اس کی رعایت نہیں کی ہے۔ میر حامد حسین[ؒ] نے قضیہ کی تحقیق کے بعد پہلے نظریے کی تائید کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابو الفرج ابن جوزی نے ”الموضوعات“ میں بہت سی صحیح حدیثوں کو ذکر کیا ہے اسی لئے ابن صلاح، ابن جماعة کتابت، طبی، ابن کثیر، حافظ ابن حجر، سکاوی، سیوطی اور محمد بن یوسف شامی نے ان پر اعتراض کیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ابن جوزی نے الموضوعات میں بہت سی صحیح اور حسن حدیثوں کو جعلی اور گزٹھی ہوئی قرار دیا ہے۔

اسی طرح اور بھی دیگر موضوعات ہیں جن پر میر حامد حسین[ؒ] نے اپنی کتاب عقبات الانوار میں سیر حاصل بحث کی ہے گویا یہ کتاب ایک دائرة العارف ہے۔

کتاب کی اہمیت کے پیش نظر مراجع عظام اور علماء و محققین کرام نے اس پر تقریظیں لکھی ہیں برطانیہ کے خلاف حرمت تمبک کا فنا دینے والے مجدد شیرازی نے اس پر تین تقریظیں، خاتم الحمد بیش میرزا نوری مؤلف متدرک الوسائل، آیۃ اللہ شیخ زین العابدین مازندرانی، فقیہہ بزرگوار سید محمد حسین شہرستانی نے طویل تقریظیں لکھی ہیں اس میں مجدد شیرازی نے اس کتاب کے پڑھنے کو سارے مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے اور آیۃ اللہ مازندرانی نے اپنے مقلدین کو حکم دیا تھا کہ بقیہ جلدیں کو اسرع وقت میں شائع کرائیں ان کے علاوہ دیگر علماء و محققین نے بھی تقریظیں لکھی ہیں جن کو جمع کر کے ”سواطع الانوار“ نامی کتاب شائع کی گئی ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ میرزا ابوالفضل مؤلف شفاء الصدور تحریر کرتے ہیں:

..... عبقات الانوار، سید جلیل، محدث عالم کامل، نادرۃ الفلق وحیۃ الحند وغفرة
لکھنو وغرة العصر خاتم المعلمین مولوی میر حامد حسین ہندی لکھنوی قدس سرہ وضوی برہ
کی تصنیف ہے۔

علم کلام کی تاسیس سے اس کتاب کی تالیف تک ایسی کوئی کتاب لکھی نہیں گئی جس
میں مخالفین کے اقوال اور فضائل آئمہ میں خود مخالفین کی کتابوں سے روایات کو جمع کیا گیا
ہو فخر اہ اللہ عن آباؤالاما ماجد خیر جزاء

۲۔ سید محسن امین عاملی مؤلف اعیان الشیعۃ لکھتے ہیں:

فارسی زبان میں لکھی جانے والی عبقات الانوار فی امامۃ الائمهۃ الاطہار ایک ایسی
کتاب ہے کہ اس موضوع (امامت) پر گذشتہ اور حال میں ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔
شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے باب امامت کے جواب میں یہ کتاب لکھی
گئی ہے، مؤلف تحفہ نے (مختلف بہانوں سے) ان ساری احادیث سے انکار کیا ہے جو
امامت حضرت علی پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن صاحب عبقات نے ان احادیث کے تواتر
کو خود اپسست کی کتابوں سے ثابت کیا ہے چند جلدیوں میں لکھی جانے والی اس کتاب
سے مصنف کی معلومات کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے ان ہی میں ایک جلد حدیث طیر سے
متعلق ہے وہ ساری جلدیں ہندوستان میں چھپی ہیں، میں نے تھوڑا سا اس کا مطالعہ کیا

اور اسے محمد جو شاہ اور بہتا ہوا دریا پایا اسی سے مصنف کی تحریر علمی کا پتہ چلتا ہے۔

۳۔ شیخ بزرگ تہرانی مؤلف الذریعہ الی تصانیف

الشیعۃ تحریر کرتے ہیں:

اس موضوع (امامت) پر صدر اسلام سے آج تک جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے عظمت کی حامل یہی کتاب (عقبات الانوار) ہے۔

شیخ بزرگ تہرانی دوسری جگہ لکھتے ہیں، یہ کتاب کلامی، رجالی اور تاریخی کتابوں میں سے ایک ہے اس میں ایسے طالب پیش کئے گئے ہیں جو اس سے پہلے کسی اور کتاب میں دیکھنے نہیں جاتے۔

۴۔ شیخ عباس فی مؤلف سفیہۃ البخار کا بیان ہے:

صدر اسلام سے آج تک عقبات جیسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے ایسی کتاب کی تصنیف توفیق و تائید الہبی اور توجہ و عنایت حضرت جنت مجل اللہ فرجہ الشریف کے بغیر امکان پذیر نہیں ہے۔

۱۔ اعلیٰ العین الشیعہ ج ۱۸ ص ۳۷۶۔

۲۔ اعلام الشیعہ ج ۱ ص ۳۲۸۔

۳۔ مصنف القال فی مصنفی علم الرجال ص ۱۳۹۔

۴۔ حدیث الاحباب ص ۷۷۷ اور فوائد رضویہ

۵۔ محقق شیخ محمد علی تبریزی مؤلف ریحانۃ الادب

کا کہنا ہے:

جو شخص عبقات الانوار کی طرف رجوع کریگا وہ اس نتیجہ پر ہوئے گا کہ علم کلام میں خاص طور سے موضوع امامت میں صدر اسلام سے ہمارے زمانے تک اس روشن پر کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی ہے اور ایسا احاطہ علمی تائید الہی اور حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی توجہ کے بغیر لکھن نہیں ہے۔

۶۔ علامہ امینی مؤلف الغدیر لکھتے ہیں:

میر حامد حسین فرزند سید محمد قلی موسوی ہندی لکھنؤی کہ جن کا ۲۰ سال کی عمر میں ۳۰۰۰ اہ میں انتقال ہوا تھا انہوں نے حدیث غدیر کے طرق و تواتر اور اس کے معنی و مفاد کو ۱۰۸۰ صفحات پر مشتمل دو بزرگ جلدیوں میں تالیف کیا ہے یہ دونوں جلدیں عبقات الانوار کی دیگر جلدیوں سے بزرگ ہیں، یہ سید پاک و بزرگوار اپنے مقدس اور والد کی طرح دشمنان حق کے لئے شمشیر برہنہ، دین و حق کی کامیابی کے پرچمدار، اور آیات الہی کی بزرگ نشانی تھے (خدا نے) ان ہی کے ذریعہ جدت کو تمام اور راہ کو آشکار کیا ان کی کتاب عبقات کی خوبیوں تمام عالم میں پھیل گئی اور ان کی داستان مشرق و مغرب پر چھا گئی جو بھی اس کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ اسی نتیجہ پر ہوئے گا کہ یہ ایک کھلا مجذہ ہے جس کے

سامنے باطل آئی نہیں سکتا ہے اس کتاب میں موجود بہت سے علوم سے میں نے استفادہ کیا ہے۔

۷۔ امام خمینی کشف الاسرار میں لکھتے ہیں:

سید بزرگوار میر حامد حسین کی عبقات الانوار جیسی کتاب آج تک لکھی نہیں گئی میں نے سنا ہے کہ اس کی تیس جلدیں ہیں، ایران میں ۱۵ جلدیں دستیاب ہیں اور میں نے سات آٹھ جلدیں دیکھی ہیں علماء کی فرمائش پر تجدید چاپ کا عمل انجام پارہا ہے اور قبل اس کے کہ یہ عظیم تجھیہ ہمارے ہاتھ سے نکلے جس کے بھی امکان میں ہو اس پر واجب ہے کہ اس کتاب کی نشر و اشاعت کرے کیونکہ دشمن اس کی نابودی کی تاک میں ہے ۴۷

تحفہ اشاعتیہ اور عبقات الانوار

محمد عباد العزیز بن ولی اللہ دہلوی کا سلسلہ نسب عمر بن خطاب پر ختم ہوتا ہے وہ ۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۳۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی مشہور زمانہ تصنیف تحفہ الشا عثیریہ ہے جسے سید ولدار علی غفرانہ مکہ مشن کو روکنے کے لئے لکھا تھا اسی لئے سب سے پہلے اس کا جواب غفرانہ مکہ نے دیا تھا تحفہ قرن ۱۳ کے اوائل میں فارسی زبان میں غلام حلیم کے اسم مستعار سے پچھی لیکن اس کا دوسرا ایڈیشن عبد العزیز محدث دہلوی کے نام سے منتظر عام پر آیا اس کتاب میں محدث دہلوی نے شیعوں کے توحید، نبوت، امامت اور

معاد جیسے دیگر عقائد سے بحث کی ہے جس کا مقصد سوائے مسلمانوں میں ترقہ اندازی کے کچھ بھی نہیں تھا کیونکہ محدث دہلوی نے آغاز کتاب میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اس میں وہی باتیں لکھی جائیں گی جو فریقین کی نظر میں متفق ہیں لیکن جو بھی ان کی کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ وہ اپنی بات پر قائم نہیں رہے اور ان کی کتاب حقیقت و واقع کے خلاف مطالب سے پر ہے خاص طور سے مسئلہ امامت میں تو انہوں نے ان ساری احادیث و آیات سے انکار کیا ہے جو امامت حضرت علیؑ پر دلالت کرتی ہیں اور ایسی تہمت پردازی کی ہے جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ نصراللہ کاملی کی کتاب الصواعق کا سرقة ہے جس کا انہوں نے تھوڑے اضافے کے ساتھ فارسی میں ترجمہ کیا ہے ان کی کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے جس کی تفصیل اور ان کے جوابات کی فہرست مبلغ اسلام، فخر ملت علامہ سید سعید اختر رضوی مدظلہ مقسم تزانیا نے اپنی تقریظ میں پیش کی ہے۔

میر حامد حسینؒ نے قدیم شیعہ علماء کی روشن اختیار کرتے ہوئے پہلے محدث دہلوی یا دوسروں کی عین عبارت کو نکل کیا ہے اس کے بعد مخاطب کی عبارت کو جملوں جملوں میں قوله اور اپنا جواب اقول کے عنوان سے تحریر کیا ہے اور اس میں کسی بھی پہلو کو چھوڑ انہیں ہے بلکہ جن اشکالات کو مخاطب (محدث دہلوی) نے بیان نہیں کیا ہے اس کو بھی پیش کر کے شافی جواب دیا ہے مثلاً ابن جوزی نے حدیث ثقلین کو اعلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواهیۃ میں نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، صاحب عبقات نے ابن جوزی کی بات کو مختلف جہات سے ۱۵۶ دلیلوں سے رد کیا ہے اسی طرح محدث دہلوی نے حدیث

سفینہ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ امامت علی پر دلالت نہیں کرتی ہے میر حامد حسینؒ نے پہلے ۹۶ ان افراد کا نام پیش کیا ہے جنہوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اس میں پہلا نام شافعی کا پھر احمد کا پھر مسلم کا یہاں تک کہ سلسلے کو اپنے زمانے تک پہنچایا ہے اور ان کی عین عبارت کو نقل کیا ہے کیونکہ بحث سند، بحث دلالت پر مقدم ہے اور ایسا اس لئے کیا کہ محدث دہلوی نے تو حدیث سفینہ کو نہیں چھیڑا مگر اب ہن تیمہ نے اس کی سند میں شک و شبہ ایجاد کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث سفینہ کی سند کسی معتبر کتاب میں نقل نہیں ہوئی ہے۔

میر حامد حسینؒ نے بہت سی حقیقوں کی نقاپ کشائی بھی کی ہے اور مخاطب کی باتوں کی پچان بننے میں اس کی جڑ تک پہنچ گئے ہیں سب سے پہلے انہوں نے ثابت کیا ہے کہ محدث دہلوی نے کوئی نئی بات نہیں کہی ہے بلکہ وہ ساری لمحیٰ پی باتیں ہیں جنہیں ان کے بزرگوں نے کہی ہے اور ان کے سینکڑوں جوابات دئے گئے ہیں اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ تخفہ، نصر اللہ کابلی کی کتاب الصواعق کا سرقہ ہے جس میں اپنے والد اور حام الدین سہار نپوری کی کچھ باتوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ اسی طرح محدث دہلوی کی بستان الحمد شیعہ تاج الدین وہاں کی کفایۃ المطلع کا چوبہ ہے۔

میر حامد حسینؒ نے محدث دہلوی کا جواب دینے کے دوران بہت سی بے اساس باتوں کا انکشاف کیا ہے مثلاً:

۱۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ابن جوزی نے حدیث طیر کو جعلی حدیثوں میں شمار کیا ہے جب کہ یہ جھوٹی نسبت ہے اور انہوں نے ایسا نہیں کہا ہے۔

۲۔ حافظ بیکی بن معین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے حدیث انامیۃ العلم کے

- ذیل میں کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی حقیقت نہیں ہے جب کہ یہ بالکل غلط نسبت ہے۔
- ۳۔ ترمذی کے لئے کہا گیا ہے کہ انہوں نے حدیث مدینہ کو منکر و غریب کہا ہے جب کہ ترمذی نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے۔
- ۴۔ شمس الدین ابن جزری کے لئے کہا گیا ہے کہ ان کی نظر میں حدیث مدینہ قابل قبول نہیں ہے جب کہ یہ نسبت غلط ہے۔
- ۵۔ ابن تیمیہ نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس کی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی طرف نسبت دی ہے جب کہ وہ حدیث بخاری اور مسلم میں نہیں ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ آنحضرت نے ابو بکر و عمر سے اسراء کے بارے میں مشورہ کیا تو ابو بکر نے کہا ان سے فدیہ لیا جائے اور عمر نے کہا انہیں قتل کر دیا جائے جس کو سن کر رسالت مکتب نے ابو بکر کی مثال حضرت ابراہیم اور عیسیٰ سے دی اور حضرت نوعؓ سے عمر کی مثال دی جب کہ بخاری و مسلم میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔
- ۶۔ علامہ حنفی نے حدیث اشباہ (یعنی جو آدم کا علم، نوح کا زہد... دیکھنا چاہتا ہے اسے علی بن ابی طالب کی طرف دیکھنا چاہئے) کو بیہقی سے نقل کرنے کے بعد اس سے استدلال کیا ہے لیکن بعض نے بیہقی کی طرف اس نسبت سے انکار کیا ہے اور میر حامد حسینؒ نے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔
- ۷۔ امام رازی نے ادعی کیا ہے کہ ابن الحلق نے حدیث خدری کی روایت نہیں کی ہے جو اس کے ضعف پر دلالت کرتا ہے جب کہ یہ ادعی حقیقت سے دور ہے کیونکہ ابن الحلق نے اس حدیث کے نقل سے اعراض نہیں کیا ہے بلکہ اس حدیث کے روایوں میں سے ہیں

اور ایک گروہ نے ابن الحلق ہی سے روایت کی ہے۔

۸۔ شیخ علی قاری اور ولی اللہ ذہبی نے اس جعلی حدیث "میرے بعد آنے والے دو افراد (یعنی) ابو بکر و عمر کی اقتدا کرو" کی بخاری اور مسلم کی طرف نسبت دی ہے جب کہ یہ غلط ہے بلکہ حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب المستدرک علی الحجھیں میں اس کو نقل کرنے کے بعد اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ بخاری اور مسلم میں نہیں ہے..... اس کے علاوہ میر حامد حسین نے عبقات الانوار میں بہت سی حدیثوں میں تحریفات و تصرفات کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ان ہی دقوں کی وجہ سے مخالفین نے اپنی عزت بچانے کے لئے بے اساس باتوں کا سہارا لیتے ہوئے تخفہ کے بعض جوابات کے جواب تو دیے ہیں لیکن کسی نے آج تک عبقات الانوار کا جواب نہیں دیا۔ اس سلسلہ میں عالم الہست مولانا عبد الجی لکھنؤی متوفی ۱۳۷۴ھ اپنی کتاب نزہۃ الخواطر میں مولوی امیر حسن سہسوائی متوفی ۱۴۹۱ھ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"میں نے بعض فضلاء سے سنا ہے کہ مولانا حیدر علی فیض آبادی نے انہیں (امیر حسن سہسوائی کو) حیدر آباد آنے کی دعوت دی اور (اس زمانے میں) ان کے لئے ہر مہینہ ۳۰۰ روپیہ وظیفہ میں کیا تاکہ وہ عبقات کی رو میں لکھی جانے والی کتاب میں تعاون کر سکے کیونکہ حکومتی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے ان (حیدر علی) کے پاس وقت نہیں تھا لیکن انہوں (امیر حسن سہسوائی) نے اس سے انکار کیا اور کہا

کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے میں اسے کہاں رکھوں گا اور کہاں خرچ کروں گا۔“
 کیا حقیقت یہی ہے؟ اور کیا حیدر علی فیض آبادی کی نظر میں حکومتی امور عبقات کا
 جواب دینے سے زیادہ اہم تھے؟ اور کیا امیر حسن سہوانی اس رقم کے خرچ کرنے کی راہ
 نہیں جانتے تھے؟ یہ سب کچھ نہیں تھا بلکہ بات یہ ہے کہ وہ اس کے جواب کے سلسلے میں
 لا جواب تھے ورنہ جس طرح میر حامد حسین[ؒ] نے سارے کاموں کو ترک کر کے صرف تخفہ
 کے جواب کے لئے اپنے کو وقف کر دیا تھا اسی طرح وہ بھی کر سکتے تھے مگر ناتوانی کی وجہ
 سے ایسا نہ کر سکے اور اتنی خطریر رقم اپنے ہاتھوں سے گناہی اور پھر فیض آباد والپی پر تو حیدر
 علی کے وہ مشاغل بھی ختم ہو گئے تھے اس وقت انہوں نے کیوں جواب نہیں لکھا؟ اسی لئے
 علمائے شیعہ کا اس پر اجماع ہے کہ ماضی و حال میں عبقات جیسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔

خانوادہ صاحب عبقات اور ان کے کارناء

۱۔ مفتی محمد قلی

میر حامد حسین[ؒ] نے علمی اور مذہبی ماحول میں آنکھ کھوئی تھی آپ کے والد مفتی محمد قلی
 تھے جن کا سلسلہ نسب ۲۲ واسطوں سے امام مویں کاظم پر ختم ہوتا ہے، وہ شاعر، محقق،
 مناظر اور جامع علوم معقولات و منقولات تھے۔

۵۴ قعدہ ۱۸۸۸ھ کو کثور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی اور ان کے

بزرگ اساتذہ میں سوائے غفرانہاب[ؒ] کے کسی اور کا نام نہیں ملتا ہے آپ کی وفات ۹ محرم
شیعہ کو لکھنؤ میں ہوئی مفتی محمد عباس[ؒ] نے آپ کی تاریخ وفات "لموتہ هو اقبال یوم عاشوراء"
نکالی تھی۔ حسینیہ غفرانہاب لکھنؤ میں دفن ہوئے آپ کے درج ذیل شاہکار یادگار ہیں:

۱۔ تطهیر المؤمنین عن نجاست المشرکین ۲۔ تکمیل المیزان فی علم الصرف ۳۔ رسالتہ ترقیہ
۴۔ تقریب الافہام فی تفسیر آیات الاحکام ۵۔ رشید الدین دہلوی کی کتاب شوکت عمریہ کا
جواب الشعلۃ الظفریۃ ۶۔ حکم احادیث صحیحین ۷۔ عبد الحق دہلوی کی کتاب صراط مستقیم کا
جواب فتوحات حیدریہ ۸۔ احکام العدالة العلویۃ ۹۔ الحواشی والمطالعات ۱۰۔ رسالتہ فی
الکبار ۱۱۔ الاجوبۃ الفاخرۃ فی رد الاشارة ۱۲۔ سیف ناصری تھنہ کے باب اول کا جواب
ہے۔ ۱۳۔ تقلیب المکائد تھنہ کے باب دوم کا جواب ہے۔ ۱۴۔ برہان سعادت تھنہ کے باب
ہفتہم کا جواب ہے۔ ۱۵۔ تشہید المطاعن تھنہ کے باب دهم کا جواب ہے۔ ۱۶۔ مصارع
الافہام تھنہ کے باب ۱۱ کا جواب ہے۔

۲۔ سید اعجاز حسین

آپ مفتی محمد قلی[ؒ] کے بیٹے اور میر حامد حسین[ؒ] کے بھائی تھے ارجمند^{۱۲۳} کو میرٹھ
میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے والد اور بھائی میر حامد حسین[ؒ] سے کب فیض کیا تحقیق و مطالعہ
سے عشت تھا اور یہ انہیں والد سے میراث میں ملا تھا شیعہ و سنی کے درمیان اختلافی مسائل
پر تسلط حاصل تھا۔ عبقات الانوار کے لئے کتابوں کے حصول کی خاطر میر حامد حسین[ؒ] کے
ہمراہ کئی ممالک کا سفر کیا۔..... ان کی تالیفات درج ذیل ہیں:

۱۔ کشف الحجب والستار عن وجہ الکتب والاسفار ۲۔ شذور العقبان فی تراجم الاعیان
 ۳۔ القول السدید ۴۔ محمد جان لاہوری سے مناظرہ ۵۔ میرزا محمد دہلوی مؤلف نزہۃ الشنا
 عشریہ کی سوانح کے احوال ۶۔ کوکھنو میں آپ کی وفات ہوئی۔

۳۔ ناصر حسین

آپ میر حامد حسین[ؒ] کے فرزند اور ناصر الملۃ کے لقب سے مشہور تھے ۱۹ جمادی الثانی
 ۱۲۸۲ھ کو کھنو میں پیدا ہوئے اور علوم دینی اپنے والد میر حامد حسین[ؒ] اور مفتی محمد عباس
 وغیرہ سے حاصل کیا آپ ”اگر پدر نتواند پر تمام کند“ کے مصدقہ کامل تھے۔ میر حامد
 حسین[ؒ] نے عبقات الانوار کی حدیث غدیر، حدیث منزلت، حدیث ولایت حدیث تشییع
 اور حدیث نور لکھی لیکن اجل نے مہلت نہیں دی کہ ویگر احادیث کو پایہ تکمیل تک
 ہو نچاہتے چنانچہ آپ کے خلف صاحب ناصر الملۃ ناصر حسین[ؒ] نے باپ ہی کے اسلوب پر
 حدیث طیر از حیث سند و دلالت، حدیث باب (اما میتۃ العلم علی باہما) از حیث سند و
 دلالت، حدیث ثقیین کو (بہراہ حدیث سفینہ) از حیث سند و دلالت تحریر کیا اور انہیں میر
 حامد حسین[ؒ] کے نام سے شائع کیا۔ اس کے علاوہ آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:
 ۱۔ نفحات الازھار فی فضائل الائمة الاطھار (۱۶ جلدیں غیر مطبوعہ) ۲۔ کتاب
 الموعظ ۳۔ دیوان الخطب ۴۔ کتاب الانشاء ۵۔ دیوان شعر ۶۔ اسباغ النائل تحقیق المسائل
 ۷۔ مسند فاطمہ بنت الحسین ۸۔ ماظھر من الفھائل لامیر المؤمنین یوم خیر ۹۔ نفحات الانس
 ۱۰۔ اثبات رواشنس لامیر المؤمنین ۱۱۔ سماک الذہبان فی الرجال والاعیان ۱۲۔ فہرست

انساب السمعانی ۱۳۔ افہام الاعداء والخصوم ان کتابوں کی تالیف و تصنیف کے لئے ٹھیک دس بجے صبح کتب خانہ تشریف لاتے تھے اور سہ پہر ۲ بجے تک رہتے تھے اس دوران کسی سے نہیں ملتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ نظام حیدر آباد آپ سے ان ہی اوقات میں ملنے کے لئے آگئے چونکہ اس وقت ملاقات کرنا اصول کے خلاف تھا لہذا نظام کے احترام میں کھڑکی کھوئی سلام کیا اور پھر اسے بند کر دیا۔ سرکار ناصر الملۃ کا یہ عمل ہمارے لئے درس ہے اگر ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو بھی وقت کی قدر کرنی چاہئے علم کا یہ چراغ ارجب ۱۴۳۷ھ کو ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا اور حسب وصیت، شہید ثالث (آگرہ) کا مزار، آخری آرامگاہ قرار پایا۔

آپ کی تعریف و تمجید سید محسن امین عالی، (۱) اعيان الشیعہ ج ۲۹ ص ۷۷-۱۰۸۔
 شیخ عباس قمی (۲) هدیۃ الاحباب ص ۷۷۔ علامہ محقق شیخ تمیریزی (۳) ریحانۃ الادب ج ۳ ص ۲۵۵-۲۷۲۔ محقق شیخ محمد ہادی امینی (۴) مجمم رجال الفکر والادب ص ۳۹۰۔
 علامہ سید محمد مہدی اصفہانی۔ (۵) احسن الودیعہ ص ۴۰۲، وغیرہ جیسے بزرگ علماء نے اپنی کتابوں میں کی ہے ان سب نے آپ کو علم کا پیارا اور فقہ، حدیث، رجال اور ادب کا امام و پیشواؤ کہا ہے۔

۳۔ سید ذاکر حسین

آپ میر حامد حسینؒ کے فرزند اور ناصر الملۃؒ کے بھائی تھے اور ناصر الملۃ سے کتب فیض کیا تھا۔ آپ کی کتاب الادعیۃ الماثورہ ہے جو ناصر الملۃ کی تقریظ کے ساتھ شائع

ہوئی تھی آپ نے عبقات الانوار کی تکمیل میں ناصر الملۃ کی سماں کی تھی اور اس پر حاشیہ لکھا تھا فارسی اور عربی میں آپ کا دیوان ہے۔

۵۔ نصیر حسین

آپ ناصر الملۃ کے بڑے صاحبزادے اور نصیر الملۃ سے مشہور تھے ۱۳۸۰ھ کو پیدا ہوئے ہندوستان میں تحصیل علم کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے اور وہاں علمائے بزرگ کے دروس میں شرکت کی نجف سے آئے کے بعد علمی کارناٹے انجام دیئے اور پھر سیاسی امور کو انجام دینے لگے ۱۳۸۶ھ میں انتقال ہوا اور آپ کے جسد کو کربلا میں منتقل کیا گیا جہاں صحابہ مطہر میں مقبرہ شیرازی میں دفن ہوئے۔^{۱۔} التفسیر۔^{۲۔} مجمع الادب۔^{۳۔} وجوب الصلاۃ اور اردو زبان میں دیوان آپ کے شاہکار ہیں۔

۶۔ سید محمد سعید

آپ ناصر الملۃ کے چھوٹے صاحبزادے اور سعید الملۃ سے مشہور تھے، ۸، حرم ۱۳۸۰ھ تو سنہ میں پیدا ہوئے اور بزرگ علماء سے کتب فیض کیا جن میں سرفہرست ناصر الملۃ ہیں اس کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے اور وہاں ابو الحسن اصفہانی اور ضیاء الدین عراقی جیسے بزرگ مراجع تقلید سے کتب فیض کیا ہندوستان واپسی پر کتب خانہ ناصریہ کی ترتیب اور اس میں اضافہ کے علاوہ علمی کاؤنٹوں میں مشغول ہو گئے جس کے نتیجے میں درج ذیل کتابیں وجود میں آئیں۔ الامام الثاني عشر۔^{۱۔} مسانید الآئمہ یہ کئی جلدیوں میں ہے۔^{۲۔} الایمان اصح اس میں قرآن کی روشنی میں صحیح عقائد سے بحث کی ہے

۲۔ مراجع البلاعہ یہ رسول اللہ کے خطبوں کا مجموعہ ہے ہر حدیثہ العلم اس کتاب میں حدیث انہیتہ اعلم سے بحث کی ہے ۶۔ آیۃ تطہیرے۔ آیت ولایت ۸۔ شرح تطہیرہ زہرا اور عبقات الانوار کی حدیث مناصحت از حیث سند و دلالات اور حدیث خیر از حیث سند تحریر کی جو کہ غیر مطبوعہ ہیں۔ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ کو لکھنؤ میں انتقال کیا اور آگرہ میں ناصر الملۃ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ نے اولاد نرینہ میں تین فرزند چھوٹے سب سے بڑے مولانا سید علی ناصر سعید آغا روچی صاحب ہیں جو فن خطابت اور شاعری میں خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں اور سب سے چھوٹے صاحجزادے مولانا سجاد ناصر سعید ہیں جو قم میں زیر تعلیم اور مجھ سے خاص محبت کرتے ہیں جب انہیں عبقات الانوار کے ترجمہ کی خبر ملی تو کئی مرتبہ میرے پاس آئے اور اپنی خوشی کا اظہار کیا خدا انہیں توفیق دےتاکہ وہ اپنے گھر کے علمی وقار کو محفوظ رکھ سکیں ان سے بڑے حسین ناصر سعید صاحب ہیں جو شاعری کے علاوہ خاندان کے علمی کارناموں کو منظر عام پر لانے کے لئے کوشش رہتے ہیں مولانا سید سجاد ناصر سعید صاحب آپ ہی کی کوششوں کی بدولت ایران گئے تھے۔

كتب خانہ ناصریہ

اس کتب خانہ کی سب سے پہلے بنیاد محمد قلی نے رکھی تھی پھر میر جامد حسین نے دنیا کے گوشہ و کنار سے عبقات الانوار کے لئے ضروری اور اہم کتابیں حاصل کیں ان کے بعد ناصر الملۃ نے اس کی توسعیت کی اسی لئے یہ کتب خانہ ناصریہ سے مشہور ہوا اس میں ۲۵

ہزار مطبوعہ اور ۵ ہزار خطی نفس، قیمتی اور منحصر بفرد کتابیں تھیں، محققین اس کتب خانہ میں آ کر اپنی تحقیق کو آخری صورت دیتے تھے علامہ امیٹی اپنی کتاب "القدری" کے سلسلے میں پچھ مہینے اس کتب خانہ میں رہے اور کتابوں میں اس طرح کھو گئے کہ انہیں سردی گرمی کا بھی احساس نہیں ہوا۔

اس کتب خانہ کے بارے میں بہت سے محققین نے اپنی آراء کا اظہار کیا ہے لیکن اختصار کے پیش نظر صرف دو شخصیتوں کے نظریات پر اتفاق رہا ہوں۔

شیخ بزرگ تہرانی میر حامد حسین کے حالات میں لکھتے ہیں:

"میر حامد حسین کا قیمتی کتب خانہ ہے جو لکھنؤ بلکہ سر زمین ہند پر منحصر بفرد ہے مفاخر عالم تشیع میں اس کا شمار ہوتا ہے اس کتب خانہ میں تیس ہزار خطی اور مطبوعہ نفس اور قیمتی کتابیں ہیں خاص طور سے متقدمین و متاخرین الہسعت کی تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ ہے میرے استاد حاج میرزا حسین (محمدث) نوری مرحوم (مؤلف متدرک الوسائل) نے مجھ سے نقل کیا تھا کہ میر حامد حسین" نے لکھنؤ سے کسی کتاب کے بارے میں میرے پاس خط لکھا تھا جس کے جواب میں میں نے ان کے پاس اس کتاب کے نہ ہونے پر اظہار تجہب کیا تو میر حامد حسین" نے اسکا جواب دیا کہ اس کتاب کے کئی نسخے میرے پاس ہیں مگر جتنے وقت میں آپ کے پاس سے وہ کتاب آئے گی اس سے زیادہ وقت کتب خانہ میں اس کی تلاش میں صرف کرنا پڑے گا اسی سے اس کتب خانہ کی عظمت و وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔"

سید عُسَنِ امین کا کہنا ہے :

”لکھنو میں ایک کتب خانہ ہے جو مختلف علوم و فنون خاص طور سے غیر شیعی کتابوں کی کثرت کی وجہ سے محصر بہرہ فرد ہے اس میں موجود مطبوعہ اور منظوظہ کی تعداد ۳۰۰ ہزار کے لگ بھگ ہے اس سلسلے میں شیخ محمد رضا شیعی مجلہ ”العرفان“ میں لکھتے ہیں ہمارے زمانے میں مشرقی کتب خانوں میں سب سے زیادہ ذخیرہ امامت سے متعلق لکھی جانے والی کتاب عبقات الانوار کے مؤلف سید حامد حسین لکھنؤی کے کتب خانہ میں ہے انہوں نے کتابوں کی جمع آوری پر بہت توجہ دی ہے اور نجحہ برداری پر کافی سرمایہ لگایا ہے اس کتب خانہ میں ہزاروں کتابیں ہیں جن میں قدیم و خلیل نسخوں کی کمی نہیں ہے۔“

اس کتب خانہ میں موجود جن کتابوں کو میر حامد حسین نے عبقات الانوار کی حدیث نور یادوسری مختلف جلدیوں میں نجحہ قدیم اور نجحہ تدقیقہ سے تعبیر کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ ابن جوزی کی العلل المتناهية في الأحاديث الواصية

۲۔ شیخ احمد بن حنبل کی بخیۃ الطالبین۔ رسالتہ الاسانید

۳۔ ابو الحسن محمد بن عبد اللہ کسائی کی قصص الانباء

۴۔ عبد الوہاب روداوري کی نقاوة الملل و طراوة النحل

۵۔ بلوی کی الف باء فی الحاضرات

۶۔ جلال الدین سیوطی کی زاد المسیر

- ۷۔ ابوالحجاج مزی کی تہذیب الکمال فی اسماء الرجال
- ۸۔ ابوالحسن علی بن عمردارقطنی کی العلل (جزء ۳۰)
- ۹۔ ذہبی کی میزان الاعتدال فی نقد الرجال (۳ نسخہ)
- ۱۰۔ ابن حجر عسکری کی الحجۃ المکتیۃ فی شرح القصیدۃ الحمزیۃ (یہ نسخہ شارح کے اصل نسخہ سے استنساخ ہوا ہے)
- ۱۱۔ علقمی کی الکوکب المسیر فی شرح الجامع الصغیر
- ۱۲۔ شمس الدین سحاوی کی الضوء اللامع لاصل القرن التاسع (اس نسخہ کو عبد العزیز بن فہد کی نسخہ تحریر کیا ہے جس پر مصنف نے اپنے قلم سے ابن فہد کو اجازہ دیا ہے)
- ۱۳۔ نور الدین ابن صباغ مالکی کی الفصول الجھۃ فی معزنة الاممہ (دو نسخہ)
- ۱۴۔ شمس الدین سحاوی کی المقاصد الحستیۃ فی الاحادیث المشترکۃ علی الائمه (متعدد نسخہ)
- ۱۵۔ عبد الوهاب شعرانی کی لواقع الالوان فی طبقات السادة الاخیار (۳ نسخہ ہیں ایک پر معتمد خان بدختانی کا حاشیہ ہے)
- ۱۶۔ عیدروس کی الور السافر عن اخبار القرن العاشر
- ۱۷۔ ابن فہد کی غاییۃ المرام باخبر سلطنتہ البلد الحرام (یہ نسخہ حیات مؤلف میں لکھا گیا تھا)
- ۱۸۔ ابوالحق ثعلبی کی العرائس فی قصص الانبیاء
- ۱۹۔ عطاء الدین فضل اللہ محدث شیرازی کی الاربعین فی فضائل امیر المؤمنین
- ۲۰۔ صالح بن مهدی مقلبی صنعتی کی ملحوظات الابحاث المسددة فی الفنون المحمد دہ
- ۲۱۔ محمد بن اسحیل بخاری کی التاریخ الصغیر

- ۲۲۔ ابن جوزی کی الموضوعات
- ۲۳۔ برهان الدین عبد اللہ بن محمد عبری فرغانی کی شرح منحاج البیضاوی
- ۲۴۔ کمال الدین محمد بن محمد ابن امام الکاملیۃ کی شرح منحاج البیضاوی (اس نسخہ کی مصنف کے سامنے قرائت ہوئی اور اس پر مصنف کی تحریر ہے)
- ۲۵۔ محمد بن سعد کی الطبقات الکبریٰ
- ۲۶۔ ابو حامد غزالی کی اقتصاد الاعقاد
- ۲۷۔ نسائی کی خصائص امیر المؤمنین (دو نسخے)
- ۲۸۔ مسند احمد بن حنبل
- ۲۹۔ ابن حبیب بغدادی کی اہمیت
- ۳۰۔ ابن حبان کی الثقات
- ۳۱۔ حکیم ترمذی کی نوادر الاصول
- ۳۲۔ طبرانی کی اجمجم الصغیر
- ۳۳۔ شمس الدین محمد بن مظفر غنیلی کی المذاق فی شرح المصباح
- ۳۴۔ سعید الدین محمد بن مسعود کا زرونی کی المشقی فی سیرة المصطفیٰ
- ۳۵۔ جلال الدین سیوطی کی احیاء الیت بفھائل اهل الہیت (اس کے دو نسخے ہیں ایک میں چالیس حدیثیں اور دوسرے میں سانچھ حدیثیں ہیں)
- ۳۶۔ ابو حییم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء
- ۳۷۔ ابن مغازلی کی مناقب امیر المؤمنین

بسم الله الرحمن الرحيم

عبد العزیز دہلوی

آٹھویں حدیث ہے پیغمبر اسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:
 آدم کی خلقت سے چار ہزار سال قبل میں اور علی پیش خدا ایک نور تھے جب اللہ نے
 آدم کو خلق کیا تو اس نے اس نور کو دھصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ میں اور دوسرا حصہ
 علی ہیں۔

اس حدیث کے متعلق اہلسنت کا اجماع ہے کہ یہ وضعی (گردھی ہوئی) ہے کیونکہ اس
 کے سلسلہ سند میں محمد بن خلف مروی ہے جس کے بارے میں علی بن معین نے کہا ہے
 کہ وہ کذاب ہے اور دارقطنی نے کہا ہے وہ متروک ہے اور اس کے جھوٹے ہونے میں
 کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اسی حدیث کو دوسرے طریقہ سے بھی نقل کیا جاتا ہے لیکن اس کے سلسلہ سند میں
 جعفر بن احمد ہے جو راضی، غالی، کذاب اور حدیثیں گڑھتا تھا اور اس کی زیادہ تر روایتیں
 قدح صحابہ اور ان پر سب و شتم سے متعلق ہوتی تھیں۔

اگر اس روایت کو صحیح مان بھی لیں تو اس کے مقابلہ میں ایک دوسری روایت ہے جو سند کے لحاظ سے اس سے قدرے بہتر ہے اور اس کے سلسلہ سند میں کوئی راوی کذب اور حدیث گڑھنے سے متهم نہیں ہے اور وہ روایت شافعی کی ہے جسے انہوں نے اپنی اسناد سے پیغمبر اسلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

آدم کے خلق ہونے سے ایک ہزار سال پہلے میں، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی خدا کے حضور میں تھے جب آدم کو خلق کیا تو ہم لوگ ان کی پیٹھے میں تھے اور پھر ہم اصلاح طاہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ خدا نے مجھے صلب عبداللہ میں اور علی کو صلب ابوطالب میں منتقل کیا اور اسی کی یہ حدیث مشہور تائید کرتی ہے کہ ارواح ایک لشکر کے مانند ہیں ان میں جو ایک دوسرے کو پہچان گئی (اور مانوس ہوئی) وہ ایک جگہ رہی اور جو تنفس ہوا وہ جدا ہوئی۔

ان سب باتوں سے قطع نظر یہ مدعی پر دلالت نہیں کرتی ہے کیونکہ حضرت امیر کا نور نبوی میں شریک ہونا آپ کے بلا فصل امام ہونے کا لازم نہیں ہے اور اگر یہ دونوں ملازم ہیں تو اس طرح بیان کرنا چاہئے کہ باث واضح ہو جائے اور اس پر کسی طرح کا غبار نہیں رہے۔

آنحضرت کی جو حضرت سے قربات ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے البتہ بحث اس میں ہے کہ یہ قربات آپ کی امامت بلا فصل کی موجب ہے یا نہیں؟ اگر صرف نسبی قربات امامت میں مقدم ہونے کی موجب ہے تو حضرت عباس کو امامت و خلافت کے لئے اولویت حاصل ہے کیونکہ آپ بچا ہیں اور بچا شرعی اور عرفی نقطہ نظر سے بچا زاد بھائی

(ابن عم) سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ عباس کو نور سے محروم ہونے کی وجہ سے امامت کی لیاقت حاصل نہیں ہوئی کیونکہ نور عبدالمطلب، عبد اللہ اور ابو طالب میں مقسم ہو گیا اور دوسرے بیٹوں تک نہیں پہنچا تو ہم کہیں گے کہ امامت میں مقدم ہونے کا معیار اگر قوت و کثرت نور ہے تو اس لحاظ سے امامت کے لئے حضرت امیر کے مقابلہ میں حسین زیادہ مستحق تھے کیونکہ ان میں نور عبد اللہ اور نور ابو طالب دونوں مجمع ہو گیا تھا جب کہ حضرت علی کی طرف صرف آپ کے والد ابو طالب کا نور منتقل ہوا تھا اور یہ واضح ہے کہ نور بنی نور علی سے قوی ہے اور یہ دونوں نور حسین میں مجمع ہو گئے تھے۔



میر حامد حسین^ر

مخاطب (محمدث دہلوی) نے حدیث نور کی نسبت جو صرف شیعوں کی طرف دی ہے اور اس بات کا ادعیٰ کیا ہے کہ باجماع اہلسنت یہ حدیث وضیٰ اور گڑھی ہوئی ہے تو ہم ان کے اس جھوٹے ادعیٰ کو بے نقاب کریں گے جیسا کہ عبقات الانوار کی دوسری جلدیں میں ان کی ایسی ہی بے بنیاد باتوں کی نقاب کشی کی گئی ہے اور یہ ثابت کریں گے کہ اہلسنت کے بزرگ اور جیدد علماء نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں شافعی کی جس حدیث کو پیش کیا ہے اس کے متن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خود وہی گڑھی ہوئی ہے کیونکہ جن کی پوری زندگی یا زندگی کا اکثر حصہ کفر میں گزرا ہوان کا اس نور سے کیا ربط ہو سکتا ہے جس سے نبی کی خلقت ہوئی ہے۔

سندر حدیث نور

ہم یہاں حدیث نور کی سندر کو پیش کر رہے ہیں جو اس کے صحیح ہونے ہی پر نہیں بلکہ اس کے متواتر ہونے کو ثابت کرتی ہے کیونکہ اسے ہر طبقہ کے راویوں نے نقل کیا ہے۔ پہلے ہم ان صحابیوں کا ذکر کریں گے جنہوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے پھر تابعین کا اور پھر ان علماء کو پیش کریں گے جنہوں نے مختلف قرنوں میں اس کو نقل کیا ہے۔

حدیث نور کی روایت کرنے والے اصحاب

- ۱۔ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ آپ سے مندرج ذیل علماء نے اس حدیث کو نقل کیا ہے:
 - ۱۔ صالحانی ۲۔ کاعی ۳۔ محمد بن جعفر ۴۔ وصابی ۵۔ واعظ ہروی ۶۔ محمد صدر عالم
 - ۲۔ حضرت امام حسین علیہ السلام، آپ سے درج ذیل علماء نے اس حدیث کی روایت کی ہے:
 - ۱۔ عاصمی ۲۔ خوارزمی ۳۔ مطرزی ۴۔ شہاب الدین احمد
 - ب۔ سلمان فارسی آپ سے ان علماء نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔
 - ۱۔ احمد بن حنبل ۲۔ عبد اللہ بن احمد ۳۔ ابن مغازلی ۴۔ شیرودیہ دیلمی ۵۔ نظری ۶۔ شہزاد دیلمی ۷۔ خطیب خوارزمی ۸۔ ابن عساکر ۹۔ حموئی ۱۰۔ طالبی ۱۱۔ ہدافی ۱۲۔ گنجی ۱۳۔ طبری ۱۴۔ وصابی ۱۵۔ ہروی۔
 - ۳۔ ابوذر غفاری اور آپ سے ابن مغازلی نے روایت کی ہے۔
 - ۴۔ جابر بن عبد اللہ الانصاری آپ سے ابن مغازلی نے روایت کی ہے۔
 - ۵۔ عبد اللہ بن عباس آپ سے درج ذیل علماء نے روایت کی ہے۔
 - ۱۔ ابن حبیب بغدادی ۲۔ نظری ۳۔ گنجی ۴۔ حموئی ۵۔ زرندی ۶۔ شہاب الدین احمد
 - ۷۔ جمال محدث۔
 - ۶۔ ابو ہریرہ: ان سے حموئی نے روایت کی ہے

۸۔ انس بن مالک: ان سے عاصی نے روایت کی۔

حدیث نور کی روایت کرنے والے تابعین

۱۔ امام علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام

۲۔ زادان ابو عمر کندی متوفی ۸۲ھ

۳۔ ابو عثمان نہدی

۴۔ سالم بن ابو جعد اشجعی متوفی ۹۷ (یا ۹۸، ۱۰۰)

۵۔ ابو زیر محمد بن مسلم بن تدریس اسدی کنی متوفی ۴۶۶

۶۔ عکرمہ بن عبد اللہ بریری متوفی ۷۰

۷۔ عبد الرحمن بن یعقوب چھنی مدفنی۔

۸۔ ابو عبیدہ حمید بن ابو حمید طویل بصری متوفی ۲۳ (یا ۳۳)

حدیث نور کی روایت کرنے والے حفاظ

۱۔ احمد بن حنبل شیبانی متوفی ۲۲۱

۲۔ ابو حاتم محمد بن اوریس رازی متوفی ۷۲

۳۔ عبد اللہ ابن احمد ابن حنبل متوفی ۲۹۰

۴۔ ابن مردویہ ابو بکر احمد ابن موسی اصفہانی متوفی ۳۱۰

۵۔ ابو قیم احمد ابن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰

۶۔ ابن عبد البر یوسف ابن عبد اللہ نمری قرطبی متوفی ۳۶۳

- ۷۔ احمد ابن علی ابن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۳۶۳
- ۸۔ ابو الحسن علی ابن محمد ابن طیب جلابی متوفی ۲۸۳
- ۹۔ ابو شجاع شیرودیہ ابن شهردار دیلمی متوفی ۵۰۹
- ۱۰۔ ابو محمد عاصمی صاحب زین الفتنی فی تفسیر حل الاتی
- ۱۱۔ ابو لفظ محمد ابن علی نظرزی متوفی حدوداً ۵۵۰
- ۱۲۔ ابو منصور شهردار ابن شیرودیہ دیلمی متوفی ۵۵۸
- ۱۳۔ ابو المؤید موفق ابن احمد کنی خطیب خوارزمی متوفی ۵۶۸
- ۱۴۔ ابوالاسلم علی ابن حسن دمشقی ابن عساکر متوفی ۱۷۱
- ۱۵۔ نور الدین ابو حامد محمود ابن محمد صالحانی
- ۱۶۔ ابو لفظ ناصر ابن عبد السید مطرزی متوفی ۲۱۰
- ۱۷۔ ابو محمد قاسم ابن حسین خوارزمی متوفی ۲۱۷
- ۱۸۔ عبدالکریم رافعی قزوینی متوفی ۲۲۳
- ۱۹۔ ابوالربيع سلیمان ابن موسی معروف به ابن سبع کلامی متوفی ۴۳۳
- ۲۰۔ محمد ابن یوسف گنجی شافعی متوفی ۲۵۸
- ۲۱۔ ابوالعباس احمد ابن عبد اللہ محب طبری
- ۲۲۔ ابو المؤید ابراهیم ابن محمد جموینی متوفی ۷۲۲
- ۲۳۔ شرف الدین درکزینی طالبی قرشی متوفی ۷۲۳
- ۲۴۔ محمد ابن یوسف زرندی

- ۲۵۔ محمد ابن یوسف حسینی معروف بہ گیوردراز
- ۲۶۔ سید محمد ابن جعفر کمی
- ۲۷۔ جلال بخاری متوفی ۸۵۷
- ۲۹۔ جلال الدین احمد جندی
- ۳۰۔ سید شہاب الدین احمد صاحب توضیح الدلائل
- ۳۱۔ شہاب دولت آبادی ملقب بہ ملک العلماء متوفی ۸۳۹
- ۳۲۔ احمد ابن محمد حنفی حسینی
- ۳۳۔ ابراہیم ابن عبد اللہ ذ صابی یعنی شافعی
- ۳۵۔ جمال الدین عطاء اللہ ابن فضل اللہ شیرازی
- ۳۶۔ شیخ ابن علی علوی جعفری
- ۳۷۔ شیخ محمد واعظ ہروی
- ۳۸۔ احمد ابن ابراہیم
- ۳۹۔ سید محمد ماہ عالم
- ۴۰۔ محمد صدر عالم
- ۴۱۔ حسان الہند غلام علی آزاد متوفی ۱۱۵۶

تواتر حدیث نور

اس حدیث کے ثبوت اور صحیح ہونے کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی حضرت

علی نے روایت کی ہے کیونکہ آپ مخصوص ہیں جیسا کہ اس کا خود صاحب تھا اور ان کے والد نے اعتراف کیا ہے۔ لیکن اس حدیث کا تو اتر اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کے علاوہ اس کی ان سات دیگر اصحاب نے بھی روایت کی ہے جن کے بارے میں ابن حجر حدیث ”مرو ابابکر فلیصل بالناس“ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”یہ حدیث متواتر ہے کیونکہ یہ عائشہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر عبد اللہ ابن زمعہ، الی سعید، علی، ابن الی طالب اور حسن سے مردی ہے۔“

بلکہ ابن حزم نے تو اس سلسلہ میں کہ یاپی کا بیچنا جائز نہیں ہے، مذکورہ اصحاب میں سے صرف چار کے روایت نقل کرنے کو تو اتر سے تعبیر کیا ہے وہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں: ”(عدم جواز کی روایت کرنے والے) چار صحابہ ہیں پس وہ متواتر ہے جس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔“

خود میا طب تھغہ اثنا عشریہ کے دسویں باب میں مطاعن ابو بکر کے جواب میں لکھتے ہیں۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ فاطمہ کو صرف ابو بکر نے حدیث سنائی تھی غلط ہے کیونکہ یہ حدیث الہلسنت کی کتابوں میں حدیفہ ابن یمان، زیر ابن عوام الی درداء ابو ہریرہ، عباس، علی، عثمان، عبد الرحمن ابن عوف اور سعد ابن وقاص سے نقل ہوئی ہے اور ان میں وہ افراد بھی ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے اور ملا عبد اللہ مشہدی نے اپنی کتاب انطہار حق میں

حدیفہ کے بارے میں نبی کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جو حدیفہ کہیں اسے صحیح مانا وان
ہی میں علی مرضی ہیں جن کے معصوم ہونے میں شیعوں کا اجماع اور ان کے صادق ہونے
پر سینوں کا اجماع ہے اور عائشہ، ابو مکر اور عمر سے مردی روایت کا یہاں کوئی اعتبار
نہیں ہے، بخاری نے مالک بن اوس بن حدثان نصری سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب
نے صحابہ کے مجمع میں کہ جن میں علی، عباس، عثمان عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن عوام اور
سعد بن وقار صلح تھے، کہا میں تم لوگوں کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے زمین و
آسمان قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے جو
ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے ان لوگوں نے کہا ہاں پھر وہ علی اور عباس کے پاس
گئے اور ان سے بھی کہا تم دونوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول
اللہ نے ایسا ہی کہا تھا؟ تو ان دونوں نے کہا ہاں لہذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث، آیت قرآنی
کی طرح قطعی الصدور ہے کیونکہ مذکورہ افراد میں سے ایک سے مردی حدیث یقین آور
ہے پس کس طرح وہ حدیث یقین آور نہ ہوگی جو ان سب سے مردی ہے خاص طور سے علی
مرضی جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ان کی نظر میں معصوم کی روایت قرآن کی طرح
یقین آور ہے۔

اس کا تفصیلی جواب تو تشنید المطاعن میں موجود ہے لیکن مخاطب (دہلوی) کی
عہارت سے حدیث نور کا صحیح ہونا چند طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ مخاطب (دہلوی) نے واضح طور پر لکھا ہے کہ مذکورہ صحابہ میں سے (کہ جن میں ابوہریرہ بھی ہیں) ایک کی بھی روایت قرآنی آیات کی طرح یقین آور ہے اور چونکہ حدیث نور کی ابوہریرہ نے روایت کی ہے لہذا اس کا بھی نبیؐ سے صادر ہونا آیت قرآنی کی طرح یقین آور ہے۔

۲۔ زپیر، عبد الرحمن، سعد اور ابی درداء وغیرہ سے مردی جس طرح دوسری روایتیں یقین آور ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ یقین آور یہ حدیث ہوگی کیونکہ اس کی ان سارے صحابہ نے روایت کی ہے۔

۳۔ حضرت علیؓ نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور مخاطب (دہلوی) کی عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ آپ سے مردی ہر حدیث صحیح اور وہ آیت قرآنی کے برابر ہے لہذا حدیث نور بھی آیت قرآنی کے برابر ہوئی۔

۴۔ مخاطب (دہلوی) نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت دیگر صحابہ کی نسبت زیادہ یقین آور ہے اور ان کا یہ کہنا کہ حضرت علیؓ صرف شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں غلط بات ہے کیونکہ خود اہلسنت کی ایک جماعت نے آپ کی عصمت کو بیان کیا ہے اور تحفہ اشاعریہ اور تفسیر کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ عصمت کے قائلین میں خود مؤلف کے والد ہیں۔ لہذا حضرت علیؓ کے بارے میں عصمت کا نظریہ فریقین کے نزدیک ثابت ہے۔

۵۔ مخاطب (دہلوی) کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو بکر، عمر اور عائشہ سے علی وابو ہریرہ وغیرہ کی روایت زیادہ قوی ہے لہذا چونکہ حضرت علیؓ وابوہریرہ نے حدیث نور کی

روایت کی ہے اس لئے ان کی روایت ابو بکر وغیرہ سے قوی ہوگی۔

حدیث نور کو نقل کرنے والے حفاظ و علماء

ا۔ روایت احمد بن حنبل

سبط ابن جوزی، تذکرة الخواص میں حضرت علیؑ کی خلقت کے متعلق احمد بن حنبل سے یہ روایت نقل کرتے ہیں:

”فضائل علیؑ میں احمد (ابن حنبل) نے کہا کہ ہم سے عبد الرزاق نے انہوں نے عمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے خالد بن معدان سے انہوں نے زادان سے اور انہوں نے سلمان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چار ہزار سال قبل میں اور علیؑ پیش خدا ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک جز میں اور دوسرا علیؑ ہیں۔“

دوسری روایت میں ہے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔

تو شیقات راویان حدیث

اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں اور صحاح ستہ میں ان سے روایتیں نقل کی گئی

ہیں لہذا ان میں سے کسی ایک پر طعن کرنا صحاح ست، خاص طور سے صحیحین (بخاری و مسلم) پر طعن کرنے کے مترادف ہے مگر یہ کہ اس بات کے قائل ہو جائیں کہ ان راویوں کی روایتیں ہر ایک کے لئے معتبر ہیں سوائے فضائل علیٰ کے اس صورت میں مدح، مطاعن میں اور توثیقات جرح میں بدل جائیں گے۔

عبدالرزاق صنعتی

المسدست اور ارباب صحاح کی نظر میں جو عبد الرزاق صنعتی کی عظمت و جلالت ہے اسے حدیث تشبیہ میں بیان کر چکا ہوں۔ ان حضرات نے ان ہی کے بارے میں کہا ہے: بعد تغیر اسلام لوگوں نے جتنا ان کی طرف رجوع کیا اتنا کسی کی طرف رجوع نہیں کیا۔ مقدمی نے یہی بن معین سے نقل کیا ہے کہ اگر عبد الرزاق اسلام کو چھوڑ دیں تب بھی ان کی حدیثیں ترک نہیں کریں گے۔

مقدمی لکھتے ہیں:

”احمد بن صالح کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے کہا کہ آپ کی نظر میں عبد الرزاق سے بہتر کسی کی حدیث ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں ابو زرعہ کا کہنا ہے کہ عبد الرزاق ان لوگوں میں سے ہیں جن کی حدیث ثابت ہے۔“

بکلی، ابن تیمیہ کی رد اور موسی بن ہلال کی توثیق میں فرماتے ہیں:

”احمد نے صرف ثقہ سے روایت کی ہے اس کی وضاحت خود
ابن تیمیہ نے کبری کی رو میں لکھی جانے والی کتاب میں کیا ہے وہ کہتے ہیں
جرح و تعلیل کے قائلین کی نظر میں علمائے حدیث و طرح کے ہیں ایک وہ ہیں
جنہوں نے سوائے ثقہ کے کسی اور سے روایت نقل نہیں کیا ہے جیسے مالک شعبہ،
یحیٰ بن سعد، عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل اور بخاری جیسے افراد۔“

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ احمد (ابن حنبل) صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے
اور جب ایسا ہے تو ان پر طعن کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

معمر بن راشد

معمر بن راشد کی عظمت و جلالت کو (عقبات الانوار کی) حدیث تشییہ میں بیان کر چکا
ہوں یہاں صرف ذہبی کی عبارت پر اکتفا کر رہا ہوں:

”معمر بن راشد، یمن کے عالم تھے انہوں نے زہری اور ہمام
سے روایت کی ہے اور ان ہی سے غدر، ابن مبارک اور عبد الرزاق نے روایت
کی ہے معمر کا بیان ہے کہ مجھے علم حاصل کرتے ہوئے ایک ہی سال گزر اتحا
کہ حسن کا انتقال ہو گیا اور میں چودہ سال کا تھا اور احمد کا کہنا ہے کہ میں نے جس
کو بھی معمر سے ملا یا ان سب سے معمر کو آگے پایا انہوں نے اپنے زمانہ میں سب

سے زیادہ علم حاصل کیا تھا اور عبد الرزاق کا کہنا ہے کہ میں نے ان سے دس ہزار حدیثیں سنی تھیں۔ ماہ رمضان ۲۵ھ میں یمن میں ان کا انتقال ہوا۔“

زہری

حدیث تشییہ (عقبات الانوار ج ۶) میں زہری کے بارے میں بھی بہت تفصیل سے لکھا ہوں یہاں صرف ابن حجر کے نظرے پر اکتفا کر رہا ہوں۔

محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب قرشی زہری کی کنیت ابو بکر ہے وہ فقیہ، حافظ اور ان کی جلالت و اتقان پر سب کا اتفاق ہے وہ طبقہ چہارم کے صف اول میں ہیں اور ان کا انتقال ۲۲ھ میں ہوا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سن مذکور سے ایک دو سال قبل انتقال ہوا ہے۔

خالد بن معدان

خالد بن معدان عظیم شخصیت کے حامل تھے درج ذیل علماء نے ان کی ان الفاظ میں تخلیل کی ہے:

ا۔ ابن حبان، الثقات میں لکھتے ہیں:

”خالد بن معدان نے ابی امامۃ اور مقدام بن معدی کرب سے

الکاشف ج ۳ ص ۱۶۲، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۲۳۔ ۲۳۳، ان سے ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابو داود اور نے روایت کی ہے۔

تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۰۷

روایت کی ہے انہوں نے ستر اصحاب پیغمبر سے ملاقات کی تھی، ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور وہ اخیار میں تھے ان کا انتقال ۴۰۷ھ میں ہوا اور ایک قول کے مطابق ۴۰۸ھ میں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۴۰۳ھ میں انتقال ہوا ہے انہوں نے بزرگوں سے بطور مرسل روایت کی ہے۔^۱

۲۔ ذہبی، الکافٹ میں اس طرح لکھتے ہیں:

”وَهُوَ فَقِيْهٌ كَبِيرٌ، بَاوَقَارٌ أَوْ مُلْخَصٌ تَحْتَهُ أَوْ رُوزَانَهُ چالیس ہزار تسبیح“

پڑھا کرتے تھے ۴۰۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔^۲

۳۔ ابن حجر تہذیب التہذیب میں تحریر کرتے ہیں:

صحابہ کے بعد شامی فقہا میں ان کا شمار تیرسے طبقے میں ہوتا ہے اور عجمی نے انہیں شامی تابعی اور شفیقہ کہا ہے۔ یعقوب بن شیبہ محمد بن سعد، ابن حریر اورنسائی نے انہیں مؤثٰ قرار دیا ہے اور ابو مسہر نے اسماعیل بن عیاش سے نقل کیا ہے اور ان سے عبدة بنت خالد بن معدان اور امام ضحاک بنت راشد نے بیان کیا کہ خالد بن معدان نے کہا کہ میں نے اصحاب نبی میں سے ستر صحابیوں سے ملاقات کی ہے۔^۳

زادان کندی

زادان مشاہیر تابعین میں سے ہیں مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی

^۱ الثقات ج ۵ ص ۲۲۹

^۲ الکافٹ ج ۱ ص ۲۲۳

^۳ تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۱۸، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۸

صحاب میں ان سے روایت کی ہے، ذہبی الکاشف میں لکھتے ہیں:

”انہوں نے علیٰ ابن مسعود اور ابن عمر سے روایت کی ہے اور وہ

”ثقہ ہیں۔ ان کا ۱۰۸ میں انتقال ہوا۔“

محمد طاہر مقدسی نے اپنی کتاب اسماء رجال صحیحین کے باب الزای میں راویان مسلم میں زادان کا ذکر کیا ہے اور خود مقدسی اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”سابقین ولاحقین میں ابن عدی، دارقطنی، ابن منده اور حاکم

جیسے حفاظ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ جس سے شیخین (بنجاری و مسلم) روایت

کریں وہ ثقہ اور جدت ہے کیونکہ شیخین نے صرف انہیں سے روایت کی ہیں جو

”ثقہ، عادل اور حافظ ہیں۔“

لہذا الحسنست کے نزدیک زادان ثقہ اور جدت ہیں۔

سلمان فارسی

سلمان فارسی کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے، صحابہ سے متعلق جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں جیسے اسد الغابہ اور استیعاب ان سب میں آپ کے حالات موجود ہیں۔ ابن عبد البر نے اپنی کتاب استیعاب میں جو سلمان فارسی کے بارے میں تحریر کیا ہے اسے یہاں نقل کر رہا ہوں۔

ابو عبد اللہ سلمان فارسی، رسول اللہ کے غلام تھے انہیں سلمان خیر سے پہچانا جاتا تھا۔

وہ مخیر، صاحب فضل، عادل، زاہد اور تنگدستی کی زندگی گزارتے تھے۔ ہشام بن حسان نے

حسن سے نقل کیا ہے کہ سلمان کو بیت المال سے پانچ ہزار ملتا تھا اور اس کو وہ فقراء میں تقسیم کر دیتے تھے اور جو محنت مزدوری سے ہاتھ آتا تھا اس سے وہ کھاتے تھے ان کے پاس ایک عبا تھی جس کا آدھا چھاتے اور آدھا اوڑھتے تھے۔

ابن وہب بن نافع نے مالک سے نقل کیا ہے کہ سلمان چٹائی بنتے تھے اور اس سے اپنی زندگی گزارتے تھے اور کسی سے کچھ بھی نہیں لیتے تھے وہ کہتے ہیں کہ سلمان کے پاس گھر بھی نہیں تھا اور وہ دیوار اور درخت کا سایہ کرتے تھے۔ ایک شخص نے سلمان سے کہا کیا میں آپ کے رہنے کے لئے گھر بناؤں؟ سلمان نے جواب دیا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسی شخص نے سلمان سے کہا میں جانتا ہوں کہ آپ کیا گھر چاہتے ہیں سلمان نے کہا مجھے بتاؤ تو اس نے کہا میں آپ کے لئے ایسا گھر بناؤں گا کہ اگر کھڑے ہوں تو سرچھت سے لگے اور اگر اس میں چلیں تو دونوں ٹانگیں دیوار سے لگ جائیں۔ سلمان نے کہا ہاں ہم ایسا ہی گھر چاہتے ہیں لہذا سلمان کے لئے اس نے ایسا ہی گھر بنایا۔

پیغمبر اسلام سے مختلف طریقوں سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر دین شریا پر ہوتا تو سلمان وہاں سے بھی اسے حاصل کر لیتے اور دوسری روایت میں ہے کہ (دین کو) فارس کا ایک شخص حاصل کر لیتا ہے۔ ام المؤمنین عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ سلمان کی خاص نسبت ہوتی تھی وہ رات میں اتنی دیر تک رسول اللہ کے ساتھ تھا کہ ہم سے زیادہ وقت نہ لے لیں۔

امن بریدہ نے اپنے باپ سے اور انہوں نے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

مجھے میرے رب نے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ بھی انہیں چار سے محبت کرتا ہے علیٰ، ابوذر غفاری، مقداد اور سلمان۔ اور قادہ نے خیشہ سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ سلمان دو کتابوں کے مالک تھے قادہ کا کہنا ہے یعنی قرآن و نجیل ہم سے خلف بن قاسم نے انہوں نے ابن مقرے سے انہوں نے احمد بن علی بن سعید سے انہوں نے عثمان بن ابی شیبہ سے انہوں نے جریر سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے عمرو بن مروہ سے انہوں نے ابی بختی سے اور انہوں نے علیٰ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا (سلمان) علم اول و آخر کے جانے والے، خشک نہ ہونے والے دریا اور ہم اہل بیت میں سے ہیں یہ ابی بختی کی روایت تھی جسے انہوں نے حضرت علیٰ سے نقل کیا اسی طرح کی دوسری روایت ہے جسے زادان نے حضرت علیٰ سے نقل کیا ہے کہ سلمان فارسی، حکیم لقمان کے مثل ہیں اس کے بعد وہی الفاظ کہے جسے ابو بختی نے نقل کیا ہے اور کعب الاحبار نے کہا ہے کہ سلمان کا سینہ علم و حکمت سے پر تھا۔

سلم نے بہتر سے انہوں نے حماد بن سلمہ سے انہوں نے ثابت سے انہوں نے معاویہ بن قرہ سے انہوں نے عائد بن عمرو سے روایت کی ہے کہ ابوسفیان ایک مرتبہ سلمان، صحیب اور بلال کے پاس آیا تو ان لوگوں نے اسے کچھ کہا جس پر ابو بکر بولے تم لوگ قریش کے اس سید و سردار کو اس طرح کہتے ہو اسی وقت نبیؐ آگئے اور انہوں نے فرمایا: اے ابو بکر! لگتا ہے تم نے ان لوگوں (سلمان وغیرہ) کو ناراض کر دیا ہے اگر تم نے ان کو ناراض کیا تو گویا اپنے رب کو ناراض کیا یہ سن کر ابو بکر آئے اور انہوں نے کہا بھائیوں کیا میں نے تم کو ناراض کر دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں ابو بکر خدا تمہاری

مغفرت کرے۔

سلمان کی وفات خلافت عثمان کے آخری ایام ۳۵ھ میں ہوئی بعض نے کہا ہے کہ ۴۰ھ میں اور بعض کا کہنا ہے کہ آپ کی وفات زمانہ خلافت عمر میں ہوئی لیکن اکثر پہلے قول کے قائل ہیں وہ داعم۔ شعیٰ کا بیان ہے کہ سلمان کا انتقال مدارک میں ہوا۔ صحابہ میں سے ابن عمر، ابن عباس، انس بن مالک اور ابو طفیل نے روایت کی ہے۔ لہذا حدیث نور کا صحیح ہونا نور کی طرح ثابت ہے۔

احمد بن حنبل

احمد بن حنبل اسلام کے رکن عظیم اور الحسنۃ کے ایک فرقہ کے رئیس ہیں ان کے نفعاً و مناقب کو (عقبات الانوار ج ۶) حدیث تنبیہ میں معتبر ترین کتابوں سے نقل کر چکا ہوں کہ جن میں چند یہ ہیں:

- ۱۔ ابن حبان کی الثقات
- ۲۔ ابو نعیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء
- ۳۔ ابن مکولا کی الامال

واضح رہے کہ خود صحیح مسلم میں کہ جس سے ابن عبد البر نے استیغاب میں نقل کیا ہے، روایت یوں ہے ”لا بخفر اللہ تک یا اخی“ یعنی خدا تمہاری مغفرت نہ کرے۔ لیکن ابن عبد البر نے لاء کے بعد یا باکبر کا اضافہ کروتاکہ لاء کا بخفر سے تعلق نہ ہوا راغبی کو حذف کر دیا، یہ تحریف کیوں ہوئی؟ اس لئے کہ یہ حدیث واضح طور سے ہماری ہے کہ سلمان کے ناراض ہونے کی وجہ سے ابو بکر سے خدا ناراض ہوا۔ (اصل حدیث ملاحظہ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۷۳۔ مصنف)

- ۲۔ ابو سعد سمعانی کی الائص
 - ۵۔ ابن خلکان کی وفیات الاعیان
 - ۶۔ نووی کی تہذیب الاسماء واللغات
 - ۷۔ ابو الفد ایوبی کی الحضر فی اخبار البشر
 - ۸۔ ذہبی کی تذکرۃ الاحفاظ
 - ۹۔ ذہبی کی العصر فی خبر من غمہ
 - ۱۰۔ یافعی کی مرآۃ الجنان
 - ۱۱۔ ابن دروی کی تتمۃ الحضر فی اخبار البشر
 - ۱۲۔ خطیب تبریزی کی رجال المشکاة
 - ۱۳۔ ابن حجر عسقلانی کی تقریب العہذیب
 - ۱۴۔ ابن حجر عسقلانی کی تہذیب العہذیب
 - ۱۵۔ سکلی کی طبقات الشافعیہ
 - ۱۶۔ جلال الدین سیوطی کی طبقات الاحفاظ
 - ۱۷۔ زرقانی کی شرح المواہب اللدنیہ
 - ۱۸۔ شیخ عبدالحق کی رجال المشکاة
- لیکن احمد بن خبل کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ ان کے مقام کو انبیاء کے مقام کے برابر قرار دیا گیا ہے جیسا کہ نووی نے تہذیب الاسماء میں ابراہیم بن حارث سے نقل کیا ہے کہ:

بشر حانی سے لوگوں نے کہا کہ اگر تم وہی کہتے ہو جو احمد کہتے تھے تو بشر نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں کیونکہ احمد مقام انبیاء پر فائز تھے۔

پس جو قائم مقام انبیاء ہوا س کی روایت کس طرح لائق استدلال نہیں ہے۔

ہی طرح عبد الحق دہلوی، میمونی سے نقل کرتے ہیں کہ جس میں احمد بن حنبل کو ابو

بکر سے افضل قرار دیا ہے۔ میمونی کہتے ہیں مجھ سے ابن مدینی نے بصرہ میں کہا کہ اسلام کے لئے جو احمد نے خدمات انجام دیں وہ کسی نے نہیں دیں تو مجھے (میمونی) پر توجہ ہوا کیونکہ ابو بکر نے بڑی رحمتیں اٹھائی تھیں، تو میں نے کہا یہ کیسے آپ نے کہدیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ابو بکر کے پاس الفصار تھے جب کہ احمد کا کوئی بھی ناصر نہیں تھا۔

لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو انبیاء کے قائم مقام ہو اور ابو بکر سے افضل ہو وہ حدیث کو وضع کرے۔

ذہبی نے سیر العبداء میں احمد کی جو مرح و شنا کی ہے ان میں چند یہ ہیں۔

امام احمد بن حنبل حقیقتاً امام، پچ شیخ الاسلام اور آئمہ اعلام میں سے ایک ہیں عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے سفیان بن دکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے تمہارے باپ سے چالیس سال تک مسائل سنے اور جب ان (احمد) سے نکاح سے پہلے طلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے نبیؐ، علیؐ، ابن عباس اور بیسیوں تابعین سے ایسی روایتیں نقل کیں کہ وہی کسی نے روایت نہیں کی تھی میں (عبد اللہ) نے اپنے والد سے اس واقعہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی (عبد اللہ) نے کہا کہ مجھے

یاد آتا ہے کہ میں نے ابو بکر بن حماد کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو بکر بن ابو شیبہ کہتے تھے احمد بن خبل سے یہ کہو کہ آپ نے یہ کہا سے کہا ہے؟

ابراهیم حرbi کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ کو ایسا دیکھا جسے اللہ نے اوپرین و آخرین کا علم ان میں جمع کر دیا ہو۔

عباس بن محمد خلال کا کہنا ہے کہ ابراہیم بن شناس نے یہ بتایا کہ میں نے وکیع اور حفص بن غیاث کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوفہ میں اس جیسا جوان نہیں آیا ان دونوں کی مراد احمد بن خبل تھے۔

تو ایری کا بیان ہے کہ سجحی قطان نے کہا کہ ہمارے پاس احمد بن خبل اور سجحی بن معین جیسا کوئی نہیں آیا اور بغداد سے میرے پاس کوئی ایسا نہیں آیا جو احمد بن خبل سے زیادہ محظوظ ہو عبد اللہ بن احمد کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس دن میں بصرہ سے اکلا اس دن سجحی بن سعید پر بہت شاق ہوا۔

ابن مہدی کا بیان ہے کہ جب بھی میں نے احمد کو دیکھا تو اس وقت سفیان یاد آگئے۔ عبد اللہ ابن احمد کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وکیع بن مہدی نے حدیث سفیان سے سائٹ حدیثین چھوڑ دی تھیں تو میں (احمد) نے ابن مہدی کو اس طرف متوجہ کرایا اور وہ اس بات کو مجھ سے چھپائے ہوئے تھے۔

عباس سعدی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عاصم کو ایک بغدادی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس آج کل محدثین میں کون ہے؟ تو اس نے احمد بن خبل، سجحی بن معین، ابو خیثہ، عیطی، سویدی اور کچھ کوفہ اور بصرہ کے محدثین کے نام بتائے یہ سن کر ابو عاصم نے کہا

جن جن کاتم نے نام لیا ان سب کو میں نے دیکھا ہے اور وہ ہمارے پاس آئے ہیں لیکن
احمد بن حنبل جیسا کسی کو نہیں پایا۔

شجاع بن خلدل کا بیان ہے کہ میں نے ابوالولید طیالسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ
مصریوں میں احمد بن حنبل سے زیادہ کوئی میری نظر میں مکرم و معزز نہیں ہے۔

سلمان بن حرب سے مردی ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا کہ فلاں مسئلہ میں
احمد بن حنبل سے پوچھو وہ کیا کہتے ہیں کیونکہ ہماری نظر میں امام وہ ہیں۔

عبدالرزق کا کہنا ہے کہ فقہ اور زہد و روع میں احمد بن حنبل سے بڑھ کر کسی کو نہیں
دیکھا (ذہبی) کہتے ہیں کہ انہوں نے تو ایسا کہا تینکن میں نے انہیں ثوری، مالک اور ابن
جرج جیسا پایا۔

تقبیہ کا کہنا ہے حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ احمد جیسا کوفہ میں کوئی نہیں آیا کہ
ہمارے زمانے کی بہترین شخصیت ابن مبارک کی ہے اور اور پھر یہ جوان (یعنی احمد بن
حنبل) اور اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ احمد سے محبت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ صاحب سنت ہے
اگر (احمد) ثوری، اوزاعی اور لیث کے زمانہ میں ہوتے تو وہ ان سب پر مقدم ہوتے اس
وقت کسی نے تقبیہ سے کہا کہ آپ احمد کو تابعین میں شمار کرتے ہیں تو تقبیہ نے کہا کہ میں
انہیں کبار تابعین میں شمار کرتا ہوں۔

مرنی کا بیان ہے کہ مجھ سے شافعی نے کہا کہ میں نے بغداد میں ایک جوان کو دیکھا
کہ جب اس نے کوئی خردی تو لوگوں نے کہا آپ نے بچ کہا میں (مرنی) نے پوچھا وہ
کون ہے تو (شافعی نے) کہا وہ احمد بن حنبل ہیں۔

حرملہ کا بیان ہے کہ میں نے شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں بغداد سے چلا اور کسی کو وہاں نہیں پایا جو احمد بن حنبل سے زیادہ اعلم، افقہ اور اتقیٰ ہو۔
اسحاق بن راہویہ سے مردی ہے کہ انہوں نے کہا کہ احمد، خدا اور مخلوق خدا کے درمیان جست ہیں۔

نصر بن علی چھپتمی کا بیان ہے کہ احمد اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہیں۔
صالح بن علی حلبی کا کہنا ہے کہ میں نے ابو ہمام سکونی کو یہ کہتے ہوئے سنانہ کسی کو احمد جیسا دیکھا اور نہ احمد کو کسی کا مثل پایا جائج بن شاعر نے کہا میں نے احمد سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اور میں نہیں چاہتا کہ راہ خدا میں قتل ہوں اور احمد کے جنازہ پر نماز نہ پڑھوں، واللہ منصب امامت پر سفیان و مالک سے زیادہ احمد ہو نچے تھے عمر و نافذ کا کہنا ہے کہ اگر کسی حدیث کی موافقت احمد بن حنبل کر دیں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں ہے۔

ابن الی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ احمد بن حنبل اور علی بن مدینی میں کون حافظ تر ہے تو انہوں نے کہا کہ دونوں حفظ میں مساوی تھے لیکن احمد، افقہ تھے اور اگر تم دیکھو کہ وہ احمد کو چاہتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ صاحب سنت ہے۔

محمد یعنی ذہلی کا کہنا ہے کہ میں نے بنی ویمن اللہ احمد کو امام فرار دیا ہے۔

ابو عبد اللہ بو شجی سے مردی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے احمد بن حنبل کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا جو ہرشیہ کا احاطہ کئے ہوئے ہوا ورنہ ان سے بڑھ کر کسی کو عظیم دیکھا این وارہ کا بیان ہے کہ احمد صاحب فقہ، صاحب معرفت اور حافظ تھے۔

نسائی کا کہنا ہے کہ احمد بن حنبل میں حدیث، فقہ، زہد، ورع اور صبر سمیا ہوا تھا۔

علی بن جنید رازی کا بیان ہے کہ میں نے ابو جعفر فیضی کو یہ کہتے ہوئے سنا احمد بن حنبل اعلام دین میں تھے ابو سیجی ناقد کا کہنا ہے ہم ابراہیم بن عرعرہ کے پاس تھے وہاں علی بن عاصم کا ذکر ہوا اس پر ایک شخص نے کہا کہ احمد نے تو انہیں ضعیف قرار دیا ہے تو دوسرے شخص نے کہا اگر وہ ثقہ ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے یہ سن کر ابن عرعرہ یوں لے خدا کی قسم اگر احمد، علقہ اور اسود کے بارے میں کچھ کہیں تو ان کے بارے میں بھی اپنا نظریہ بدل دوں گا۔

خشی کا کہنا ہے کہ میں نے اسماعیل بن خلیل کو یہ کہتے ہوئے سنا اگر احمد بن حنبل بن اسرائیل میں ہوتے تو وہ آیت ہوتے ہی

احمد کا روایت کرنا صحت حدیث کی دلیل ہے

محققین اہلسنت کی نظر میں احمد بن حنبل کا کسی حدیث کی صرف روایت کر دینا ہی اس کے ثبوت اور معتبر ہونے کے لئے کافی ہے جیسا کہ خوارزمی کی نے اس سلسلہ میں کہ ”فضائل علیؑ کا احصاء نہیں کیا جا سکتا“ کی تائید میں چند احادیث پیغمبر ﷺ اسلام کو پیش کرنے کے بعد احمد بن حنبل کے بیان کو نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

”میری بات کی تائید اس سے ہوتی ہے جس کی روایت حافظ احمد بن حنبل سے کی گئی ہے۔ احمد و محمد شین نے ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اپنے قرن کے سردار، اپنے زمانہ کے امام، میدان حفظ کے شہ سوار، حضرت علیؑ کے بارے

میں ان کی روایت مقبول اور اہل تحقیق کی نظر میں ان کی بات قابل قبول ہے کیونکہ جس نے بھی ان کی پیروی کی اور ان کی راہ کو اختیار کیا وہ تفصیل شیخین کا قال ہوا۔ لہذا حضرت علیؑ کے سلسلہ میں ان کی روایت پیدی صحیح کی طرح روشن ہے جس کو چھپائی نہیں جا سکتا۔ اور وہ روایت یہ ہے کہ جس کو شیخ امام الزادہ فخر الائمه ابو الفضل ابن عبد الرحمن حضرت خوارزمی نے اجازہ بیان کیا اور ان سے شیخ امام ابو محمد حسن بن احمد سمرقندی نے ان سے ابو القاسم عبد الرحمن بن احمد بن حمید بن عبدان عطاء، اسماعیل بن ابی نصر عبد الرحمن صابوئی اور احمد بن حسین یہتھی نے ان سب سے حافظ ابو عبدالله نے انہوں نے قاضی امام ابو الحسن علی بن حسین اور ابو الحسن محمد بن مظفر حافظ سے سنا ان دونوں نے ابو حامد محمد بن ہارون حضری سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن منصور طوی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اصحاب تغیر اسلام کی فضیلت میں جتنی (آیتیں) علی بن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہویں اتنی کسی کی شان میں نازل نہیں ہو سکیں۔ اس عبارت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت علیؑ کے سلسلہ میں احمد بن حنبل کی روایت مقبول اور اہل تحقیق کی نظر میں ان کی بات قابل قبول ہے۔

یہی بات حافظ گنجی شافعی نے کہی ہے انہوں نے کہا ہے کہ ذکر فضائل امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ آیات قرآن میں سے ہے اسے ایک مستقل کتاب میں بیان کیا جا سکتا ہے البتہ ان کے سارے فضائل کا بیان کرنا اور ان کا احصاء ممکن نہیں ہے وہ اپنی بات کی تائید

میں فرماتے ہیں:

”مجھے شیخ مقری ابواسحاق ابراہیم بن برکت کتنی نے موصل میں بتایا

انہوں نے امام الحافظ صدر الحفاظ ابوالعلاء حسن بن احمد بن حسن عطاء سے انہوں نے شریف الاجل نور الہدی ابوطالب حسین بن محمد بن علی زینی سے انہوں نے محمد بن احمد بن علی بن حسین بن شاذان سے انہوں نے معافی بن ذکریا سے انہوں نے محمد بن احمد بن ابی الحنفی سے انہوں نے حسن بن محمد بن بہرام سے انہوں نے یوسف بن موسی قطان سے انہوں نے جریر بن لیث سے انہوں نے مجاهد سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسالت مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر درخت قلم بن جائیں سمندر روتانی، جن گئنے والے اور انسان لکھنے والے تب بھی فضائل علی بن ابی طالب کا احصاء نہیں کیا جا سکتا۔ میری اس بات کی تائید احمد بن خبل (جو کہ اپنے زمانہ کے امام..... بقیہ خوارزمی کے الفاظ ان کی شان میں نقل کئے ہیں) کے قول سے ہوتی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ جتنی (آیتیں) فضیلت علی میں نازل ہوئیں اتنی کسی صحابی چیخبرگی شان میں نازل نہیں ہوئیں۔“

سبط ابن جوزی، احمد بن خبل کے بارے میں لکھتے ہیں:

”احمد، حدیث میں مقلد ہیں جس حدیث کی وہ روایت کروں

اس پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ اپنے زمانہ کے امام اپنے وقت کے عالم اور

اپنے قرن میں علم حدیث کی بزرگ شخصیت تھے۔“

تضعیف حدیث پر سبط ابن جوزی کا جواب

سبط ابن جوزی نے احمد بن حنبل سے حدیث نور کو نقل کرنے کے بعد ان لوگوں کے وہم کو دور کیا ہے جو اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس کی وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں سبط ابن جوزی فرماتے ہیں:

اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو ان کے لئے میرا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے وہ متن اور سند دونوں اعتبار سے اس سے مختلف ہے اور وہ یہ ہے:

”میں، ہارون بن عمران مجیبی بن زکریا اور علی ابن ابی طالب ایک

طینت سے خلق کئے گئے ہیں اور دوسری روایت میں ہے میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں ہم آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل یہیں عرش پر تھے پھر ہم اصلاح میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ عبدالمطلب تک پہنچے۔ اس حدیث کی اسناد میں لوگوں نے کہا ہے کہ محمد بن خلف مردوزی ہے جو مغفل اور کند ذہن تھا اور جعفر بن احمد بن بیان ہے جو شیعہ تھا۔ لیکن جس حدیث کو میں نے نقل کیا ہے وہ متن و سند دونوں لحاظ سے مختلف ہے اور اس کے راوی دوسرے ہیں جو سب کے سب ثقہ ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جس سلسلہ سند سے میں نے حدیث نقل کی ہے اس میں عبد الرزاق ہے جو کہ مدعا تشیع تھا، تو اس کا جواب یہ

ہے کہ وہ احمد بن حبیل کے بزرگترین مشائخ میں سے ہے۔ احمد بغداد سے صنعا
گئے اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ عبد الرزاق جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا
اگرچہ جوان سے روایتیں نقل ہوئی ہیں ان میں بدعتیں ہیں۔ اور جب تک عبد
الرزاق زندہ رہے احمد نے ان سے روایت کی اور احمد کی سند میں اکثر حدیثیں ان
ہی کے طریق اور سلسلہ سند سے ہیں اور ان ہی سے صحیحین میں بھی روایت کی گئی
ہے۔

احوال و آثار

سبط ابن جوزی الہست کے اکابر علماء اور معتمد محدثین میں سے ہیں الہست کی جن
عظمیٰ شخصیتوں نے ان کی مدح و ثنائی کی ہے ان میں چند یہ ہیں:

۱۔ ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمی، ۲۔ ابن خلکان، ۳۔ یوسف بن احمد بن محمد بن عثمان،
۴۔ موسیٰ بن ابو الحسین یونینی یعلیکمی ۵۔ ابو الفداء اسماعیل بن علی بن محمود ایوبی، ۶۔
ابن وردی، ۷۔ ذہبی، ۸۔ عبد اللہ بن اسد یافعی، ۹۔ مجید الدین ابن ابو طاہر محمد بن یعقوب
فیروز آبادی شیرازی، ۱۰۔ محمد بن علی داؤدی مالکی تلمیذ جلال الدین سیوطی، ۱۱۔ محمود بن
سلیمان کلفوی، ۱۲۔ ازتیقی صاحب مدیۃ العلوم، ۱۳۔ علی بن سلطان محمد قاری، ۱۴۔ میرزا محمد
معتمد خان بدختانی ہیں۔ مذکورہ افراد کی عبارتوں کو یہاں نقل کر رہے ہیں جن سے بخوبی
معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کن الفاظ سے سبط ابن جوزی کو یاد کیا ہے:

۱۔ ابوالمویید خوارزمی جامع مسانید ابوحنیفہ میں لکھتے ہیں:

”پہلی مند، استاد ابو محمد حارثی بخاری کی ہے جس کے بارے میں مجھے خبر دی گئی ہے کہ ان اماموں نے اس کی قرائت کی ہے الامام قاضی القنوات، اخطب خطباء شام جمال الدین ابوالفضل عبد الکریم بن عبد الصد بن محمد بن ابوالفضل النصاری حرستانی، شیخ الثقة تقی الدین اسماعیل بن ابراہیم بن سعیدی اور الشیخ الامام شمس الدین یوسف بن عبد اللہ سبط الامام ابی الفرج ابن جوزی ہے۔ خوارزمی نے سبط ابن جوزی کی الشیخ الامام سے تائش کی ہے اور ان ہی نے دوسری جگہ الامام الحافظ سے تجلیل کی ہے۔“

۲۔ ابن خلکان رقطراز ہیں:

سبط ابن جوزی، مشہور واعظ اور حنفی المذاہب تھے مجالس وعظ میں انہیں اچھے نام سے یاد کیا جاتا تھا وہ بادشاہ اور رعایہ میں مقبول تھے۔^۱

احوال و آثار

ابن خلکان جنہوں نے سبط ابن جوزی کی تعریف و تمجید کی ہے وہ بھی مشاہیر اہلسنت میں سے ہیں اس کی تائید درج ذیل علماء کی عبارتوں سے ہوتی ہے:

۱۔ جامع مسانید ابی حنیفہ ج ۱ ص ۷۰

۲۔ جامع مسانید ابی حنیفہ ج ۱ ص ۵۲

۳۔ وفیات الاعیان ج ۳ ص ۱۳۲

ذہبی لکھتے ہیں:

”قاضی القضاۃ ابن خلکان ۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے انہوں نے“

ابن حکم سے بخاری سنی اور موسیٰ طوسی اور علماء کی ایک جماعت نے انہیں اجازہ دیا موصل میں کمال بن یونس سے اور شام میں علی بن شداد سے فقہ پڑھی انہوں نے بزرگ علماء سے ملاقات کی وہ فضائل و مکالات میں یکتا تھے وہ کریم، فیاض، تجھی اور لوگوں کے احوال سے بخوبی واقف تھے۔“

ابوالقداء تحریر کرتے ہیں:

”القاضی الفاضل الحسن شش الدین احمد بن محمد بن ابو بکر بن خلکان برکی فاضل، عالم اور مصر و شام کے قاضی تھے تاریخ میں ان کی تصنیف و فیات الاعیان وغیرہ ہے۔“

امن وردی نے ہبھی بھی بات ان کے بارے میں کہی ہے۔
صفوی لکھتے ہیں:

”قاضی القضاۃ احمد بن محمد بن ابراہیم بن خلکان، اربل میں ۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے انہوں نے ہبہ الدین حکم صوفی سے صحیح بخاری سنی موسیٰ طوسی عبد العزیز ہروی اور زینب ثغریہ نے انہیں اجازہ دیا۔ وہ فاضل، مذاہب کو

اللھب حادث ۲۰۸ھ

الحضری حادث ۲۰۸ھ

سنتہ الحضری حادث ۲۰۸ھ

جانے والے صحیح فتوی دینے والے، خوش ذوق، عربی میں بصیرت رکھنے والے،
شعر و ادب میں علامہ، وسیع اطلاع رکھنے والے، شیریں گفتگو کرنے والے، ہر
لعلزیز اور دوسرا بہت سی خوبیوں کے حامل تھے ان کی شہرت یافتہ کتاب و فیات
الاعیان ہے۔
بکی لکھتے ہیں:

”علم و بردابار میں وہ اپنے وقت کے ابوحنیفہ، علم میں اپنے زمانہ
کے شافعی اور (جود و حجی میں) اپنے عصر کے حاتم تھے البتہ حاتم کا ان سے موازنہ
نہیں کیا جاسکتا۔“

قطب الدین نارنخ مصر میں لکھتے ہیں:

”وہ امام، بے مثل ادیب، انصاف سے فیصلہ کرنے والے
جامع مورخ تھے ادب و فقہ میں یہ طولی حاصل تھا۔ وہ بہت زیادہ لکھنے والے اور
کامل العقل تھے۔“

ای طرح کی تعریف و تجدید اسدی اور اسنوفی نے طبقات الشافعیہ میں، یافعی نے مرآۃ
الجنان میں، ابن تعزی بروی نے نجوم زاہرہ میں اور سیوطی نے حسن الحاضرہ میں کی ہے۔

۳۔ یوسف بن احمد بن محمد، ترجمہ و فیات الاعیان میں لکھتے ہیں:

۱۔ الاولی بالوفیات ج ۲ ص ۳۸

۲۔ طبقات الشافعیہ سلطی مخطوط

۳۔ طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۲۲

”سبط ابن جوزی مشہور و اعظیٰ اور حنفی المذہب تھے ملوک و اکابر کے بیان تقریریں کرتے تھے انہوں نے تفسیر و تاریخ میں کتابیں تصنیف کیں تاریخ کی کتاب کا نام مرآۃ الجان رکھا خود مؤلف کے ہاتھ سے لکھی ہوئی اس کتاب کو میں نے چالیس جلدیوں میں دیکھا ہے۔“

۳۔ قطب یونینی بعلکشی لکھتے ہیں:

”سبط ابن جوزی خاص و عام میں مقبول تھے۔“

احوال و آثار

یونینی متوفی ۲۲۷ھ جنہوں نے سبط ابن جوزی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ دنیاوی اور ندیہی دونوں گروہ میں مقبول تھے، وہ بھی ایک عظیم شخصیت کے مالک ہیں ذہبی تحریر کرتے ہیں:

”موئی بن محمد بن ابو الحسین امام المؤورخ، قطب الدین ابن اشخ اتفقیہ نے اپنے والد سے اور دمشق میں ابن عبد الدائم اور شیخ الشیوخ سے اور مصر میں ابن صارم سے حدیثیں سیئیں، انہوں نے مرآۃ الجان کی تلخیص کی اور بہت سے بعلکش والوں سے روایت کی ہے ۲۲۷ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور شوال ۲۲۷ھ میں وفات پائی ان کی شخصیت بہت محترم تھی۔“

یافعی نے حادث ۲۶۷ھ میں لکھا ہے:

”اس سال بعلک کے شیخ، مورخ، صدر الکبیر قطب الدین کا
انتقال ہوا۔“

۵۔ ابوالفداء حوادث ۲۵۳ھ میں لکھتے ہیں:

”اس سال شیخ شمس الدین، یوسف سبط جمال الدین بن جوزی کا انتقال ہوا وہ فاضل و عاظ میں سے تھے انہوں نے مرآۃ الزمان نام کی ایک جامع تاریخ تالیف کی ہے۔“

احوال و آثار

علامہ ابوالفداء (متوفی ۳۲۷ھ) کہ جنہوں نے سبط ابن جوزی کے بارے میں لکھا ہے وہ بھی الحدیث کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔

ابن و دردی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وہ علم دوست، تنی، مختلف علوم و فنون کو جانے والے تھے میں نے بعض صاحبان فضل کو دیکھا جو یہ گمان کرتے تھے کہ بادشاہوں میں مامون کے بعد کوئی ان سے افضل نہیں تھا۔“
ابن حشیہ کا نظریہ ہے:

”وہ ادیب تھے اور ریاضی، ہندسہ اور ہیئت میں انہیں یہ طولی

حاصل تھا۔“

صلاح الدین ان کی ان الفاظ میں تمجید کرتے ہیں:

”الملک المؤید اسماعیل بن علی الامام العالم الفاضل السلطان عباد الدین ابوالفرد اعوان میں فقه، طب اور حکمت وغیرہ کوٹ کوٹ بھری ہوئی تھی۔“
اسدی تحریر کرتے ہیں:

”العالم العلام المتقن المصطفى السلطان المؤید عباد الدین نے علم حاصل کرنا شروع کیا اور اس میں تبحر پیدا کیا انہوں نے مشہور و معروف تصنیفیں تجوڑیں جن میں ایک تاریخ ہے جو تین جلدیوں میں ہے۔“
یہی بات ابن ججر عسقلانی نے در کامنہ میں اور ابن تعزی نے نجوم زاہرہ میں کہی ہے۔
۶۔ ابن وردی حوادث ۲۵۶ میں لکھتے ہیں:

”اس سال شیخ شمس الدین یوسف سبط جمال الدین ابن جوزی کا انتقال ہوا وہ فاضل واعظ تھے اور ان کی مرآۃ الزمان نامی جامع تاریخ ہے، ان کی ایک کتاب تذکرة الخواص من الاعمۃ ہے جو مذاقب ائمہ میں ہے۔“

بروضۃ المناظر حوادث ۳۲۷

نوفات الوفیات ج ۱ ص ۱۸۳

طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱۰۹

تتمہ المقر حوادث ۶۵۶

احوال و آثار

سبط ابن جوزی کی مدح کرنے والوں میں ابن الورودی بھی ہیں وہ الحست کے جید عالم اور بزرگ فقہا میں تھے۔
ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

”زین الدین ابن الورودی شافعی فقیرہ اور مشہور شاعر ہیں انہوں نے
حلب میں پرورش پائی اور وہاں کے فقیر ہوئے اور پھر زمانہ پر چھاگئے۔“
”یہی بات ابن قاضی شبیہ نے کہی ہے اور انہوں نے ان کو
الامام العلامۃ اللادیب المؤرخ الفقیر الحلب سے یاد کیا ہے۔“
۔ ذہبی رقطراز ہیں:

”ابن جوزی العلامۃ الواجب المؤرخ شمس الدین نے اپنے جد، ابن
لکیب اور ایک جماعت سے حدیثیں سنیں ۲۰۰ھ کے بعد دمشق آئے اور وہاں وعظ و
نصیحت کرنا شروع کیا اخلاق حمیدہ اور بیان میں جاذبیت کی وجہ سے ان کی مقبولیت
میں اضافہ ہوتا رہا انہوں نے تفسیر ۲۹ جلدیوں میں مناقب ابوحنیفہ ایک جلد میں اور
جامع کمیر کی شرح لکھی ہے وہ درس و فتوی دیتے تھے اور جوانی میں جنبلی تھے۔ ۲۵ ذی

الحجج کو وفات پائی وہ بادشاہوں کی نظر میں بہت معزز و محترم تھے۔“

۸۔ داؤدی لکھتے ہیں:

”شمس الدین ابوالمظفر سبط حافظ ابن جوزی واعظ اور مورخ تھے انہوں نے اپنے جدا اور ایک گروہ سے روایت کی ہے انہوں نے مرآۃ الجنان نامی کتاب تالیف کی ۲۷ جلد میں قرآن کی تفسیر لکھی اور جامع الکبیر کی شرح کی ہے پہلے وہ حنبلی تھے پھر حنفی ہو گئے وعظ میں وہ بے نظیر تھے خاص و عام میں انہیں مقبولیت حاصل تھی ۶۵۲ھ میں دمشق میں ان کا انتقال ہوا۔“

۹۔ کشوی کا میان ہے:

”وہ امام، عالم، فقیہ اور بہترین واعظ تھے۔“

۱۰۔ یافعی نے لکھا ہے:

”العلامة الوعاظ المؤرخ نے درس و فتویٰ دیا۔“

فیروز آبادی کہتے ہیں:

”وہ اپنے زمانہ کے یکتاوبے مثل واعظ تھے۔“

۱۱۔ قاری کہتے ہیں:

”الحضر حادث ۶۵۲

”طبقات المفسرین ج ۲ ص ۲۲۳

”کتاب اعلام الاخیر مخطوط

”مرآۃ الجنان حادث ۶۵۲

”معصر ابواہ المھمیہ فی طبقات الحفیہ مخطوطہ

”انہوں نے شیخ محمود حصری سے فقہ پڑھی اور دعظ وغیرہ میں امراء و سلاطین، مشائخ و علماء کے درمیان مقبول ہوئے۔“
ان کے علاوہ دیگر علمی شخصیتوں نے سبط ابن جوزی کی بہترین انداز اور اچھے القاب سے مدح و ثناء کی ہے۔

ذہبی اور صفری کا انتقاد اور ان کا جواب

ذہبی اور صفری نے اپنی عادت کے مطابق سبط ابن جوزی پر بھی طعن و تشنیع کیا ہے
ان سے متعلق ان دونوں کے نظریات کو کفوی نے یوں بیان کیا ہے۔

”شیخ صلاح الدین صفری نے علی بن ابی المظفر یوسف بن قزعلی صاحب مرآۃ الزمان کی مدح و ثناء کے بعد کہا ہے کہ میں اس نام (مراۃ الزمان) سے بہت چڑھتا ہوں اس لئے کہ یہ تاریخ نہیں ہے کیونکہ اس میں موجود ساری باتوں کو پڑھنے والا صحیح جان جاتا ہے جب کہ مشہور و معروف جگہوں پر موصوف نے بے اساس باتیں لکھی ہیں..... اسی طرح ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ یوسف بن قزعلی نے مرآۃ الزمان کو تالیف کیا جس میں بعض ایسی باتیں کہی ہیں جو یہی نہیں کہ معتبر نہیں ہیں بلکہ بے تکمی اور بے اساس ہیں۔ ذہبی نے دوسری جگہ کہا ہے کہ سبط ابن جوزی خبلی تھے اور انہوں نے صرف حصول دنیا کی خاطر ختنی نہ ہب کو اختیار کیا تھا۔“

کفوی ان دونوں کے نظریات کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

”صاحب مرآۃ الزمان نے ماضی کی باتوں کو تاریخ میں نقل کیا ہے ان کا وظیفہ نقل روایت ہے اور اس (صحت و سقم) کی ذمہ داری راوی کی گردن پر ہے اور بے اساس باتوں کی ان کی طرف نسبت دینا ان پر ظلم کرنا ہے کیونکہ تاریخ کے لئے شرط نہیں ہے کہ اس کے اسانید صحیح ہوں اس کے علاوہ خود صفتی اور ذہبی اور ان دونوں کے بعد والوں نے تاریخیں لکھی ہیں اور ان سب نے مرآۃ الزمان سے بہت سی چیزیں نقل کی ہیں پس اگر سبط ابن جوزی ثقہ نہیں ہیں تو پھر یہ سب کے سب بھی ثقہ نہیں ہیں۔“

”اسی طرح قاری نے بھی ذہبی کے نظریہ کو صحیح نہیں جانا ہے اور انہوں نے میزان الاعتدال سے عبارت نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ (ذہبی کی بات) حقیقت سے بہت دور ہے۔“

حلبی لکھتے ہیں:

”مرآۃ الزمان کے حاشیہ پر لکھا ہے یہ باتیں حسد کی وجہ سے کہی گئی ہیں کیونکہ وہ سب حقیقت سے بہت دور ہیں اور جس نے بھی سبط ابن جوزی کے بعد تاریخ لکھی ہے وہ ان کا طفیلی ہوا ہے خاص طور سے ذہبی اور صفتی کیونکہ ان دونوں نے ان کی تاریخ کی مدد سے تاریخ کی کتاب لکھی ہے۔“

اس کے علاوہ ہم ثابت کریں گے کہ خواجہ کابلی (مصنف الصواعق) اور ان کی اقتداء کرنے والے شاہ صاحب (محدث دہلوی) اور ان کے پیروکار قاضی ثناء اللہ اور رشید الدین خان، سبط ابن جوزی کی عظمت و جلالت کے قائل ہیں۔
نصر اللہ کابلی اپنی کتاب صواعق میں لکھتے ہیں:

”مغیرہ کے بارے میں اہل بصرہ کا کہنا ہے جیسا کہ ابن جریر طبری امام بخاری، حافظ عماد الدین ابن کثیر، حافظ جمال الدین ابو الفرج ابن جوزی اور الشیخ شمس الدین ابوالمظفر سبط ابن جوزی نے اپنی تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ بصرہ کا امیر تھا۔“

کابلی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سبط ابن جوزی پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کی نظر میں سبط ابن جوزی کی وثائقت بخاری، طبری اور ابن جوزی جیسی ہے۔
ثناء اللہ پانی پتی اور شاہ صاحب (محدث دہلوی) نے کابلی ہی جیسی بات کہی ہے اور شاہ صاحب نے ان سارے موخرین کو موافق کہا ہے۔

رشید الدین خان لکھتے ہیں:

”حافظ ابوالموید خوارزمی نے مند امام عظیم کے شروع میں ابو حنیفہ پر مسئلہ قتل پر خطیب بغدادی کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ امام حافظ سبط ابن جوزی نے اسے ابوحنیفہ پر افتراء و بہتان بتایا ہے۔“

ان کی عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کی نظر میں سبط ابن جوزی ثقہ اور معتمد ہیں کیونکہ انہوں نے ابوالموید خوارزمی کی عبارت کو نقل کیا ہے جس میں سبط ابن جوزی کو امام اعظم کے سلسلہ میں جواب قرار دیا ہے۔

صاحب ازلة الغین نے سبط ابن جوزی کا وہ جواب نقل کیا ہے جسے انہوں نے امام ابو حنفہ کے سلسلہ میں دیا ہے اور موصوف نے سبط ابن جوزی کو ”الامام الحافظ“ سے یاد کیا ہے۔

سبط ابن جوزی کی تالیفات

سبط ابن جوزی کی مشہور و معروف تالیفات ہیں جن میں درج ذیل کتابوں کو صاحب کشف الظنون نے پیلان کیا ہے:

۱۔ الانصار الامام آئمۃ الامصار۔

۲۔ اللوامع فی احادیث المختصر والجامع

۳۔ الفییر :

۴۔ منتہی السؤول فی سیرۃ الرسول

۵۔ ایثار الانصار

نیز انہوں نے سبط ابن جوزی کے پارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں مذهب حنفی کے ترجیح دینے کی علت کو بیان کیا ہے ابو عبد اللہ شیباعی کی جامع

کبیر کی شرح بھی لکھی ہے۔ محمد عابد بن احمد علی سندی نے حضر الشارد میں سبط ابن جوزی کی مرآۃ الزمان کا ذکر کیا ہے۔

ان کے علاوہ سارے جیگ علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں سبط ابن جوزی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور ان سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے مثلاً ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں، صفری نے واثق الوفیات میں، بدخشی نے مفتاح الجا میں، حلی نے اپنی سیرت میں، حکلفی نے درالمختار میں اور ابن عبدین نے ردالمختار فی شرح الدردرالمختار میں نقل کیا ہے۔

سمودی نے جواہر العقدین میں سبط ابن جوزی کی کتاب سے ایک واقعہ نقل کیا ہے جسے بیہاں پیش کر رہے ہیں کہ جس سے معلوم ہو گا کہ جو آل رسول کی مدد کرتا ہے خدا کو بہترین جزا سے نوازتا ہے وہ لکھتے ہیں:

”سبط ابن جوزی نے اپنی سند سے عبد اللہ بن مبارک سے روایت کی ہے ابن مبارک کا کہنا ہے کہ میں پانچ سو دینار لے کر کوفہ کے اس بازار میں گیا جہاں اونٹ بیچا جاتا ہے کہ اثنائے راہ میں ایک عورت کو دیکھا جو مری ہوئی مرغی کے پر صاف کر رہی ہے اس کے بارے میں جب میں نے پوچھا تو اس نے کہا میں سیدانی ہوں اور میری چار تینمیں بیٹیاں ہیں اور ہر ہی ان کے باپ کا سایہ سر سے اٹھا ہے اور آج چاروں ہو گئے کہ انہوں نے کچھ بھی نہیں کھایا ہے لہذا آج یہ میتہ ہمارے لئے حلال ہو گیا ہے اسی لئے میں اسے صاف کر رہی ہوں تاکہ اسے لے جا کر پکاؤں اور اپنی بیٹیوں کا پیٹ بھروں..... یہ سن کر میں نے خود سے کہا کہ تم پرواۓ ہو ابن مبارک ایک سیدانی بھوکی رہے اور تم

حج کو جاؤ! میں نے کہا ذرا اپنا دامن تو پھیلاؤ اس عورت نے دامن پھیلایا اور وہ دینار اس کے دامن میں ڈال دیا اور اس سال حج کرنے کا ارادہ ترک کر دیا پھر میں اپنے طن کی طرف پلتا اور اتنا انتظار کیا کہ حاج حج کر کے واپس آجائیں۔ پھر میں اپنے ہمسایوں اور دوستوں سے ملنے کے لئے لکلا اور جس سے میں نے کہا کہ خدا تمہارا حج قبول کرے تو اس نے بھی یہ جملہ دہرایا اور کہا کہ ہم لوگ فلاں جگہ ملے تھے ہم نے تم کو فلاں جگہ دیکھا تھا یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ میں حج پر گیا نہیں پھر یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ خدا تمہارا حج قبول کرے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ کو دیکھا جو یہ کہہ رہے ہیں اے عبد اللہ تم تعجب نہ کرو دیکھو تم نے میری اولاد کی مدد کی تو میں نے بارگاہ الہی میں دعا کی کہ وہ تمہاری صورت میں ایک ملک کو خلق کرے جو قیامت تک ہر سال تمہاری طرف سے حج کرے اب تم حج کرو یا نہ کرو کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے۔“

۲۔ روایت ابو حاتم رازی

ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی نے اس حدیث شریف کی روایت کی ہے جیسا کہ احمد بن محمد عاصمی نے زین الفتنی فی شرح سورہ حل اتی میں کہا ہے:

”ہم سے حسین بن علی نے بتایا ان سے عبد اللہ بن ابو منصور نے ان سے محمد بن بشر نے ان سے محمد بن ادریس رازی نے ان سے محمد بن عبد اللہ

بن شنی نے ان سے حمید طویل نے اور انہوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور علیؑ ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں، ہم دنیا کے خلق ہونے سے پہلے یہیں عرش پر اللہ عز وجل کی تسبیح کر رہے تھے۔ جب آدمؓ جنت میں ساکن ہوئے تو ہم ان کی صلب میں تھے جب نوح سوار کشی ہوئے تو ہم ان کی صلب میں تھے جب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو ہم ان کی صلب میں تھے اسی طرح اللہ عز وجل ہم کو اصلاب طاہرہ سے ارحم مطہرہ میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ نوبت عبدالمطلب کی آئی اور وہاں وہ نور دو حصوں میں منقسم ہوا مجھے صلب عبد اللہ میں قرار دیا اور علیؑ کو صلب ابوطالب میں مجھے نبوت عطا کی اور علیؑ کو فصاحت و بہادری اس نے اپنے اسماء میں سے دو اسموں سے ہمارے اسموں کو مشتق کیا رب عرش محمود ہے اور میں محمد ہوں وہ اعلیٰ ہے اور یہ علیؑ ہے۔“

احوال و آثار

ابو حاتم محمد بن ادريس (متوفی ۲۷۴ھ) کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے ان کی ساری فضیلتوں اور ان کے متعلق سارے علماء کے آقوال کو نقل کر کے بحث کو طولانی نہیں کرنا چاہتا صرف چند کے ذکر پر اکتفا کر رہا ہوں:

معانی لکھتے ہیں:

”وہ اپنے زمانہ کے امام تھے اور جب حدیث کے سلسلہ میں کوئی

مشکل پیش آجائی تھی تو انہیں کی طرف رجوع کیا جاتا تھا یہ ان مشاہیر علماء میں تھے
جو فضل و حفظ کے حامل اور حصول حدیث کے لئے ہمیشہ سفر کرتے رہتے تھے۔“

ابن اشیر کا بیان ہے:

وہ بخاری اور مسلم کے ہم طراز تھے۔

ذہبی کا کہنا ہے:

”وہ حافظ مسلط، حخط میں بے مش و بے عدیل اور حصول

حدیث میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے انہوں نے بخاری اور ابو زرعة رازی کی
روش کو اختیار کیا تھا۔“

۳۔ روایت عبد اللہ بن احمد

اس حدیث کو عبد اللہ بن احمد نے زواند مناقب امیر المؤمنین میں نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

”ہم سے حسن نے بیان کیا ان سے احمد بن مقدام عجلی اور فضیل

بن عیاض نے ان سے ثور بن یزید نے انہوں نے خالد بن معدان سے انہوں نے
زادان سے اور انہوں نے سلمان سے روایت کی ہے کہ میں (سلمان) نے اپنے
حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سن قبل اس کے کہ اللہ آدم کو

الا انساب۔ حلی

ج ۱۷ ص ۶۲

الحضر حادث ۲۷

خلق کرتا اس سے چودہ ہزار سال پہلے میں اور علیٰ پیش خدا ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دھصور میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا علیٰ ہے۔“

احوال و آثار

عبداللہ بن احمد (متوفی ۲۹۰) الہسفت کے جلیل القدر عالم اور محدث گزرے ہیں رجال کی کتابوں میں ان کی بہت سی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے ان میں چند کو بیہاں نقل کر رہے ہیں۔

علامہ حافظ عبد الغنی بن عبد الواحد حنفی مقدسی لکھتے ہیں:

”انہوں نے اپنے والد، محبی بن محبین، ابو شیبہ کے بیٹے ابو بکر و عثمان اور ابو خیثہ سے حدیثیں سن تھیں ابو بکر خطیب کا بیان ہے کہ وہ ثقہ، معتمد اور فہیم تھے بدر بن ابو بدر بغدادی کا کہتا ہے کہ عبد اللہ بن احمد نقاد ابن نقاد تھے ابو الحسین، بن منادی کا بیان ہے کہ اس دنیا میں عبد اللہ سے زیادہ کسی نے احمد سے روایت نہیں کی ہے کیونکہ انہوں نے (احمد سے) مند کو ناجس میں تیس ہزار حدیثیں ہیں، تفسیر جس میں ایک لاکھ میں ہزار حدیثیں ہیں ان میں تیس ہزار کو سنا اور باقی کو اصل کتاب میں دیکھا اسی طرح ناسخ و منسوخ، تاریخ، حدیث شعبہ، آیات قرآنی کے تقدم و تأخر، قرآن میں جوابات، مناسک کبیر و صغیر اور حدیث شیوخ وغیرہ کو ان سے ساختا۔ ابھی تک اکابر شیوخ اس بات کی گواہی

دیتے ہیں کہ وہ رجال، اماء والکنی اور ضعیف حدیثون کو جانتے تھے اور عراق اور دوسری جگہوں سے حصول حدیث میں ہمیشہ کوشش رہتے تھے۔ ان اکابر شیوخ نے ان باتوں کو اپنے بزرگوں سے نقل کیا ہے حتیٰ بعضوں نے تو اپنی تقریظ میں یہ لکھا ہے کہ عبد اللہ حدیث کی سماں اور اس کی معرفت اپنے والد سے زیادہ رکھتے تھے۔“

ذہبی نے انہیں ان القاب سے یاد کیا ہے:
عبد اللہ بن احمد بن محمد بن خبل الامام الحافظ الحجۃ ابو عبد اللہ، محدث عراق اور علماء کے امام تھے۔

ذہبی العبر میں لکھتے ہیں وہ امام و صاحب و ضعیف حدیث کی تشخیص دینے والے اور اس میں سب پر فوقيت رکھتے تھے۔
امن حجر تحریر کرتے ہیں:

”عباس دوری کا بیان ہے کہ میں نے احمد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عبد اللہ نے بہت زیادہ علم حاصل کر لیا ہے، خلیلی کا بیان ہے کہ مجھے ابوذر عد کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوئی کہ احمد نے کہا: میرا بیٹا عبد اللہ علماء حدیث میں حافظ تر ہے کوئی ایسی حدیث نہیں تھی جس کے بارے میں اسماعیل بن علی

نے سوال کیا اور وہ اسے نہیں جانتا تھا۔ ابو علی صوفی کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن احمد بن خبل نے کہا کہ جس بات کے بارے میں میں کہوں کہ اسے میرے باپ نے کہی ہے تو اسے میں نے دو یا تین مرتبہ ان سے سنا ہے ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے والد کے مسائل اور ضعیف حدیثوں کے بارے میں لکھ کر میرے پاس بھیجا تھا۔ ابو الحسین ابن منادی کا کہنا ہے کہ اس دنیا میں ان سے زیادہ کسی نے اپنے باپ سے روایت نہیں کی ہے کیونکہ انہوں نے مندرجہ جس میں تیس ہزار حدیثیں ہیں تفسیر کو سنا جس میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں ہیں ان میں تیس ہزار حدیثوں کو سنا تھا۔^{۱۷۱}

نسائی نے انہیں ثقہ کہا ہے اور سلمی کا بیان ہے کہ میں نے دارقطنی سے عبد اللہ بن احمد اور خبل بن اسحاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ دونوں ثقہ اور نجیب و شریف ہیں اور ابو بکر خلال کا کہنا ہے کہ عبد اللہ مرد صالح، صادق القول اور بہت زیادہ حیا کرنے والے تھے۔^{۱۷۲}

یافی لکھتے ہیں:

الحافظ ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن احمد بن خبل شیبانی امام، صحیح وضعیف حدیثوں کی تشخیص دینے والے اور اس میں سب پر انہیں فوقيت حاصل تھی۔^{۱۷۳}

۱۷۱ اس کے بعد الکمال کی عبارت ہے۔

۱۷۲ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۷۱

۱۷۳ مرآۃ الجنان حوارث ۲۹۰

۳۔ روایت ابن مردویہ

محمد بن اہلسنت کی عظیم فرد احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی نے حدیث نور کی روایت کی ہے جیسا کہ خطیب خوارزمی لکھتے ہیں۔ ہم کو شہزادار نے اجازہ بتایا انہیں عبدوس بن عبد اللہ بن عبدوس ہمدانی نے لکھ کر بھیجا ان سے شریف ابو طالب جعفری نے ان سے حافظ ابن مردویہ نے ان سے اسحاق بن محمد بن علی بن خالد ہاشمی نے ان سے خالد بن زکریا نے ان سے محمد بن خالد ہاشمی نے اور ان سے حسین بن اسما عیل بن حماد نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے زیاد بن منذر سے انہوں نے محمد بن علی بن حسین سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل میں اور علی پیش خدا ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور آدم کی صلب میں آیا پھر اللہ نے اس نور کو ایک صلب سے دوسرا صلب میں منتقل کیا یہاں تک کہ اس نور کو صلب عبدالمطلب میں مستقر کیا پھر اس نور کو دھومن میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں آیا اور دوسرا حصہ صلب ابو طالب میں۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے جو اس سے محبت کریگا (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا اور جو اس سے بعض رکھے گا (گویا) مجھ سے بعض رکھنے کی وجہ سے اس سے بعض رکھوں گا۔

حافظ ابو بکر ابن مردویہ (متوفی ۲۱۰) اہلسنت کے اعظم محمد بن میں سے ہیں ذہبی نے

تذكرة الحفاظ میں سیوطی نے طبقات الحفاظ میں اور دوسری شخصیات نے اپنی رجال اور حدیث کی کتابوں میں ان کی تعریف و تجید کی ہے اور انہیں حفظ و ثافت سے متصف کیا ہے۔

۵۔ روایت ابن عبد البر

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف بابن البر نمری قرطجی نے اپنی کتاب بہجۃ المجالس و انس المجالس میں لفظاً ایمیر المؤمنینؑ کو بیان کرتے ہوئے کہ جن میں حدیث طیر کو بھی ہے لکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور علیؑ ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں آدمؓ کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل یعنی عرش پر ہم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے، جب یہ نور عبدالمطلب تک پہنچا تو وہ دھھوں میں تقسیم ہوا نصف صلب عبد اللہ میں اور نصف صلب ابو طالب میں قرار پایا اور اللہ نے ہمارے ناموں کو اپنے نام سے مشتق کیا اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علیؑ ہے۔^۲

ابن عبد البر قرطجی (صاحب استیعاب) کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے ذہبی نے ان کو امام، متدین، ثقہ، حکم، علامہ تجوہ اور صاحب سنت و اتباع سے تعبیر کیا ہے۔

۶۔ روایت خطیب بغدادی

ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں حدیث نور کی روایت

^۱ اک جس کے بارے میں صاحب کشف الطعون نے کہا ہے کہ عمارت میں یہ مستتر کتاب ہے۔

^۲ بہجۃ المجالس و انس المجالس

کی ہے۔ جیسا کہ محمد بن یوسف گنجی کفاریۃ الطالب میں لکھتے ہیں: ستا بواں ۸۷ باب اس سے مخصوص ہے کہ علی کی خلقتو نور نبی سے ہوئی ہے۔

ہم کو ابراہم بن برکات خشوی نے دمشق کی مسجد ربوہ میں بتایا اور ان کو حافظ علی بن حسن نے اور ان کو ابوالقاسم حبۃ اللہ نے اور ان کو حافظ ابو بکر خطیب نے اور ان کو علی بن محمد بن عبد اللہ عدل نے اور ان کو ابو علی حسن بن صفوان نے اور ان کو محمد بن سہل عطار نے اور ان کو ابو ذکوان نے اور ان کو احمد بن عبد اللہ نے بتایا اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرو سے اور انہوں نے عبد الکریم جزری سے اور انہوں نے عکرمہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی خلقتو سے چالیس ہزار سال قبل اللہ نے ایک نورانی شاخہ درخت کو خلق کیا اور اسے عرش کے سامنے قرار دیا وہ میری بعثت کی پہلی جگہ تھی پھر اس سے نصف کو جدا کیا اور اس سے تمہارے نیوں کو خلق کیا اور دوسرا نصف علی بن ابی طالب ہے۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ اسی کی امام اہل شام (ابن عساکر) نے امام اہل عراق (خطیب بغدادی) سے روایت کی ہے اور ان دونوں کی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔

خطیب بغدادی اور ان کی تاریخ

خطیب بغدادی کے بارے میں بزرگ علماء نے یوں اظہار خیال کیا ہے:

معانی کا بیان ہے:

”انہوں نے تقریباً سو کتابیں تصنیف کیں کہ اکثر حدیث میں

ہیں اور انہیں میں تاریخ بیگر بغداد ہے۔“

ابن خلکان کا کہنا ہے:

”خطیب کی تاریخ کے علاوہ اور بھی دوسری مفید تصنیفات ہیں وہ عالم متقن اور عالم متحرّق تھے اگر تاریخ کے سوا ان کی کوئی دوسری تصنیف نہ ہوتی تو ان کی عظمت کے لئے صرف یہی کافی تھی کیونکہ یہ کتاب ان کی وسیع معلومات کی عکاسی کرتی ہے۔“

ذہبی لکھتے ہیں:

”حافظ ابن عساکر کا بیان ہے کہ میں نے حسین بن محمد سے

جب وہ ابن خیرون یادوسروں سے نقل کر رہے تھے، سنا کہ ایک مرتبہ خطیب نے کہا تھا کہ جب میں حج پر گیا تو میں نے آب زمزم کا تین گھونٹ پیا اور خدا سے تین حاجتیں طلب کیں۔ ۱۔ بغداد کی تاریخ لکھوں ۲۔ جامع منصور کی حدیث کو املااء کراؤں ۳۔ بشر حافی کے پاس دفن ہوں اور خدا نے ان کی تینوں حاجتیں پوری کیں۔“

یہی بات بکلی نے اور دہلوی نے بستان الحمد شیخ میں کہی ہے.... اور خطیب کی تاریخ

کے بارے میں ابن جزلہ لکھتے ہیں:

”پونکہ علم حدیث اور اس کے راویوں کی شناخت علوم اسلامی کا بہترین اور شریف علم ہے لہذا اس سلسلہ میں لوگوں نے کتابیں تصنیف کی ہیں جس میں شقہ کو تمہ سے اور قوی کو ضعیف سے جدا کیا ہے کیونکہ مطہرین اور زندیقوں نے اتنی وضی اور گڑھی ہوئی حدیثیں شامل کی ہیں کہ جن کو سن کر لوگ فاسد اور یہ سوچ کر کہ یہ شارع سے صادر ہوئی ہیں اس پر عمل کر کے بلاک ہوئے ہیں یہ کتاب جس کو شیخ ابو مکر احمد بن علی بن ثابت حافظ خطیب بغدادی نے تصنیف کیا ہے اس کا تاریخ بغداد نام رکھا ہے اس علم میں یہ بہترین کتاب ہے اس کی تصنیف میں انہوں نے زمینیں اٹھائیں راتوں کو جا گے اور اپنا کافی وقت صرف کیا ہے خدا انہیں اس کا اجر دے گا۔“

کے۔ روایت ابن مغازی

ابن مغازی نے تین سلسلوں سے حدیث نور کی روایت کی ہے جو درج ذیل ہیں:
 ۱۔ ہم کو ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نجوي نے خبر دی اور ان سے ابو الحسن علی بن منصور حلی اخباری نے، ان سے احمد بن مقدم عجلی نے، ان سے فضیل بن عیاض نے اور انہوں نے ثور بن یزید سے، انہوں نے خالد بن معدان سے، انہوں نے زادان سے اور انہوں نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ میں (سلمان) نے اپنے جیب محرصلی اللہ

علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سا کہ آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے وہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کی صلب میں آیا اور یہ نور منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے ہم میں نبوت آئی اور علیؑ میں خلافت۔

۲۔ ہم کو ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان نے خبر دی اور ان سے محمد بن حسن بن سلیمان نے ان سے عبد اللہ بن محمد بکری نے، ان سے عبد اللہ بن محمد حسان ہروی نے، ان سے جابر بن سہل بن عمر بن جعفر نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا اور انہوں نے اعمش سے، انہوں نے سالم بن ابو جعده سے اور انہوں نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ میں (ابوذر) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سا کہ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل بیمین عرش پر میں اور علی ایک نور تھے وہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا اور میں اور علی ایک ہی نور رہے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے۔

۳۔ ہم کو ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نے بتایا اور ان کو ابو عبد اللہ محمد بن علی بن مہدی سقطی و سلطی نے تحریر طور پر خبر دی اور ان سے احمد بن علی قوارییر و سلطی نے، ان سے محمد بن عبد اللہ بن ثابت نے، ان سے محمد بن مصطفیٰ نے، ان سے بقیہ بن ولید نے بتایا اور انہوں نے سعد بن عبد العزیز سے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: اللہ عزوجل نے نور کا ایک ٹکڑا نازل کیا اور اسے صلب آدم میں ساکن کیا کچھ دنوں کے بعد اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں اور اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں آیا مجھے نبی بتایا اور علی

کوہی قرار دیا۔

ایک حیرت انگیز واقعہ

میرے سامنے مناقب ابن مغازلی کا جو نسخہ ہے اسے اس نسخہ سے (دو واسطوں سے) استنساخ کیا گیا ہے جسے ۵۸۵ھ میں ابن شرفیہ نے لکھا تھا اس نسخہ کے آخر میں ایک دلچسپ اور حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے جس کو اہمیت کے پیش نظر ہدایہ قارئین کرتا ہوں:
 ابو الحسن علی بن محمد بن شرفیہ کا بیان ہے کہ روز جمعہ ۵ ذی القعده ۵۸۰ھ کو قاضی عدل جمال الدین نعمت اللہ بن علی بن احمد بن عطار، واسط میں میری دوکان پر آئے اور اسی وقت امیر شرف الدین ابو شجاع ابن غبری شاعر پیونج گئے۔ شرف الدین نے قاضی جمال الدین سے کچھ فضائل و مناقب پڑھنے کو کہا چنانچہ انہوں نے نے (مناقب ابن مغازلی کے) ان دو نسخوں سے پڑھنا شروع کیا جنہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا اور وہ میری دوکان میں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے نانا عدل معمر محمد بن علی سے اور انہوں نے اپنے والد مصنف (مناقب) سے اس کی روایت کی تھی ابھی وہ اس کتاب سے مناقب پڑھ ہی رہے تھے کہ ناگاہ ابو نصر قاضی عراق اور ابو عباس ربیعہ وہاں آگئے (وہ دونوں عدالت میں شہرت رکھتے تھے) وہ دونوں وہاں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے شورچانا شروع کیا۔ قاضی عراق ابو نصر نے طنزیہ کہا اے قاضی عدل تم جامع مسجد میں ہر جمعہ کو نماز کے بعد تھوڑا اسانسیا کرو قاضی نعمت اللہ نے کہا تم اس کے سنتے کی اہمیت نہیں رکھتے کیونکہ تم دونوں درخطیب سے وارد ہوئے ہو

اور تم دونوں نے کہا ہے کہ علیؑ کو قرآن کا ایک سورہ بھی یاد نہیں تھا۔ جب کہ مناقب اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ صحابہؓ میں علیؑ سے بہتر کوئی قاری و حافظ نہیں تھا لہذا تم اس کے سننے کے مستحق نہیں ہو۔ یہ کران لگوں کے شور و غوغا میں اور اضافہ ہو گیا یہ دیکھ کر قاضی نعمت اللہ بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ گئے اور انہوں نے ان لگوں کے سامنے جو وہاں جمع تھے، کہا: خدیا! تیری نظر میں اگر تیرے نبیؐ کے اہلبیتؐ کی حرمت و منزلت ہے تو اس (قاضی عراق) کے گھر کو گردے اور اس کے انجام تک جلد پہنچا دے جیسے ہی شبہ ۲ ذی القعڈہ ۵۸۷ھ کی صبح نمودار ہوئی اس قاضی کا گھر گر گیا اور اس کا گھر اور پل اور دریائے دجلہ پر جومکانات تھے وہ سب کے سب دریا میں ڈھنے گئے اور اس طرح سارا اساس بر باد ہو گیا۔ یہ مناقب آل محمد میں سے ایسی حیرت انگیز منقبت ہے جس کا آج ہم لگوں نے مشاہدہ کیا ہے۔ علیؑ بن محمد بن شرفیؑ نے اپنے اشعار میں اس کی منظکشی کی ہے جو اس نسخہ پر مکتوب ہے۔

ابن شرفیؑ کا بیان ہے کہ ابن مغازلیؑ نے جو مناقب تصنیف کی تھی اسے واسطہ کی جامع مسجد میں کہ جسے حاج بن یوسف ثقیلی لعنة اللہ علیہ نے بنایا تھا میں نے چھڑنشتوں میں جمع کیا تھا کہ درمیان پڑھا ابتداء یکشبہ ۲ صفر کو کیا اور ۱۰ صفر ۵۸۳ھ کو تمام کیا۔

احوال و آثار

ابو الحسن علیؑ بن محمد معروف بہ ابن مغازلی اہلسنت کے اکابر محدثین اور اعلام الفقہاء

اواعیح رہے کہ جس نسخے سے میر حامد حسین صاحب عبقات الافوار کے نسخہ کا استنساخ کیا گیا تھا اسی کو دار مکتبۃ الحیات پیروت نے طبع کیا ہے اور بحمد اللہ ساروا واقعہ: ابن شرفیؑ کے اشعار کے ساتھ مناقب ابن مغازلیؑ کے آخری صفحہ پر طبع ہوا ہے۔ (مترجم)

میں شمار کئے جاتے ہیں سمعانی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:
وہ فاضل اور (عراق کے شہر) واسط کے راویوں اور ان کی حدیثوں کو جانتے تھے
اور حصول حدیث اور اس کے سامنے میں ہمیشہ کوشش رہتے تھے۔

۸۔ روایت دیلمی

ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فاخر و دیلمی ہمدانی نے اپنی کتاب فردوس
الاخبار میں کہ جس کا اصل نسخہ میرے (مصنف کے) پاس ہے، حدیث نور کی روایت کی
ہے (رسالت مکرم نے فرمایا) سلمان میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے آدم
کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل وہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔ جب اللہ نے آدم کو
خلق کیا تو وہ نور ان کی صلب میں آیا۔ عبد المطلب تک ہم ایک ہی رہے صلب عبد المطلب
سے ہم جدا ہوئے مجھ میں نبوت اور علی میں خلافت آئی۔

شیرویہ دیلمی کے بارے میں جس نے بھی لکھا ہے اس نے انہیں اچھے الفاظ سے یاد کیا
ہے جیسے ذہبی نے تذكرة الحفاظ میں، رافعی نے التدوین میں یافعی نے مرآۃ الجنان میں،
اسنونی نے طبقات الشافعیہ میں اور خود مخاطب نے تحفۃ الشاعریہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

۹۔ روایت عاصمی

ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے اپنی کتاب زین الثقیل فی شرح سورہ حلائق میں
حدیث نور کی متعدد اسناد سے روایت کی ہے اور اس سے حضرت علیؑ کے جناب آدم سے
خلقت میں مشابہ ہونے سے استدلال کیا ہے اور دوسری روایتوں سے تائید بھی کی ہے وہ

لکھتے ہیں:

حضرت آدمؑ دس چیزوں میں حضرت علیؑ سے مشابہ تھے۔ خلق و طینت میں ۲۔
مکث و دربٹ میں ۳۔ صحابہ و زوجہ میں ۴۔ تزویج و خلقت میں ۵۔ علم و حکمت میں ۶۔
ذہانت و فظانت میں ۷۔ امر و خلافت میں ۸۔ دشمن و مخالفت میں ۹۔ وفات و وصیت
میں ۱۰۔ اولاد و عترت میں ۔

خلق و طینت میں مشابہت اس طرح ہے کہ آدمؑ کی خلقت مٹی سے ہوئی اور اس مٹی کو
نور یقین سے مخلوط کیا پس وہ ^{حکمت} مٹی ہو گئی اسی طرح علیؑ مرتضی طینت ظاہرہ اور تربت زکیہ
سے خلق کے گئے اسی لئے محمد ﷺ نے فرمایا ایک پا کیزہ ترین مٹی سے خلق ہوا اور میرے
چاہنے والے اس کی بچی مٹی سے خلق ہوئے پھر عالیٰ ترین مٹی کو اس بچی ہوئی مٹی سے مخلوط کیا
گیا اگر میرے پاس نبوت و رسالت نہ ہوتی تو میں بھی اپنی امت کی صرف ایک فرد ہوتا
... میری بات کی تائید پیغمبر اسلامؐ کے اس ارشاد سے ہوئی ہے جس کے بارے میں مجھے محمد
بن ابو زکریا نے خبر دی اور ان کو محمد بن حافظ عبد اللہ نے ان کو کوفہ میں اخْلَقَ بن محمد بن علی بن
خالد ہاشمی نے بتایا ان سے احمد بن رکریا بن طہمان نے ان سے محمد بن خالد ہاشمی نے ان
سے حسن بن اسماعیل بن حماد بن ابو خلیفہ نے اور انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے زیاد
بن منذر سے اور انہوں نے محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے اور انہوں نے اپنے
جد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمؑ کی خلقت سے چودہ ہزار
سال پہلے میں اور علی پیش خدا ایک نور تھے جب اللہ نے آدمؑ کو خلق کیا تو ان کے صلب سے یہ
نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک صلب عبد المطلب میں منتقر

ہوا پھر (خدا نے) اس کو دھصوں میں تقسیم کیا میرا حصہ صلب عبد اللہ میں آیا اور علی کا حصہ صلب ابوطالب میں، پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے۔ لہذا جو اس سے محبت کرے گا (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا اور جو اس سے بغض رکھے گا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بغض رکھوں گا۔

اس کے بعد چار دوسری احادیث کی روایت کی ہے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ ابی حمراء سے مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میں (شب معراج) آسمان پر گیا تو ساق عرش پر یہ لکھا دیکھا لا آللہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدیتہ بعلی و نفرتہ بہ۔

۲۔ نافع نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم لوگ وادیٰ مکہ میں رسول اللہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں جبریل امین نازل ہوئے اور انہوں نے کہا اے محمد آپ کورب عرش سلام کہہ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ جب انبیاء سے میثاق لیا گیا تھا تو صلب آدم میں آپ سے بھی میثاق لیا گیا تھا (اللہ نے) آپ کو سید الانبیاء اور آپ کے وصی علی بن ابی طالب کو سید الاول اوصیاء قرار دیا ہے اور (خدا) کہہ رہا ہے اے محمد میری عزت و جلال کی قسم اگر آپ آسمان و زمین کے بر باد کرنے کے لئے کہیں تو (خدا) آپ کے احترام میں وہ بھی کر دے گا۔

۳۔ انس بن مالک سے مردی ہے کہ رسالت کا صلب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں وہ تربت (مٹی) ہوتی ہے جس سے وہ خلق

کیا جاتا ہے اور میں اور علی بن ابی طالب ایک تربت سے خلق کئے گئے ہیں۔

۲۔ ہم کو حسین بن محمد نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن ابی منصور نے، ان سے محمد بن بشر نے ان سے محمد بن عبداللہ بن شنی نے، ان سے حمید طویل نے اور انہوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں دنیا کے خلق ہونے سے پہلے یہیں عرش پر یہ نور اللہ کی تسبیح و تجلیل کرتا تھا۔ جب آدم جنت میں ساکن ہوئے تو ہم ان کی صلب میں تھے، جب نوح کشتی پر سوار ہوئے تو ہم ان کی صلب میں تھے جب ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو ہم ان کی صلب میں تھے اسی طرح خدا وند عالم، اصلاح طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں ہم کو منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ ہم (صلب) عبدالمطلب میں ہوئے تو اس نور کے دو حصے ہوئے مجھے صلب عبد اللہ میں اور علی کو صلب ابوطالب میں قرار دیا مجھے نبوت و رسالت عطا کی اور علی کو فراست و فصاحت اور اپنے دونا موں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا رب عرش محمود ہے اور میں محمد ہوں وہ اعلیٰ ہے اور یہ اعلیٰ ہے۔ عاصی کہتے ہیں کہ مذکورہ حدیثیں اس بات کو صحیح ثابت کرتی ہیں جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے جا

۱۰۔ روایت نظری

ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم نظری خصائص علویہ میں لکھتے ہیں:

”ہم کو ابوعلی حسن بن احمد بن حسن حداد نے خبر دی ان سے ابوحنیم

احمد بن عبد اللہ بن حافظ احمد نے ان سے احمد بن یوسف بن خلاد نصیری نے بغداد میں بتایا انہوں نے حارث بن ابواسامہ تمییزی سے انہوں نے داؤد بن خبر بن محمد سے انہوں نے قیس بن ربع سے انہوں نے عماد بن کثیر سے انہوں نے ابو عثمان رازی سے اور انہوں نے سلمان سے روایت کی ہے کہ میں (سلمان) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سن کہ میں اور علی، یعنی عرش کے نور سے غلق ہوئے ہیں اور آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل ہم اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو ہم اصلاح طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے اور اللہ نے اپنے ناموں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا اللہ مُحَمَّدُ ہے اور میں محمد ہوں اللہ علی ہے اور میرا بھائی علی ہے اللہ فاطر ہے اور میری بیٹی فاطمہ ہے اللہ حسن ہے اور میرے بیٹے حسن و حسین ہیں۔ میرے نام کو رسالت و نبوت سے منقص کیا اور علی کے نام کو خلافت و شجاعت سے میں رسول اللہ ہوں اور علی سیف اللہ ہے۔“

نیز نظری خصائص میں حدیث اشباح کے بارے میں لکھتے ہیں:

”هم کو علی بن ابراہیم نے خبر دی ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد نے انہوں نے مجاج بن رویہ سے، انہوں نے این شیخ سے، انہوں نے مجاهد سے اور انہوں نے این عباس[ؑ] سے روایت کی ہے۔ این عباس[ؑ] کہتے ہیں کہ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھوکی تو ان کو چھینک آئی اس وقت ان پر

الہام ہوا کروہ ”الحمد لله رب العالمين“ کہیں، جب انہوں نے یہ کہا تو اللہ نے ان سے کہا ”یو حمک الله“ جب ملائکہ نے ان کا سجدہ کیا تو ان میں تھوڑا غرور پیدا ہوا اور آدم نے کہا یا رب کیا تو نے کوئی ایسی تخلق خلق کی ہے جو تیری نظر میں مجھ سے زیادہ محبوب ہو؟“

خدا نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا آدم نے دوسری مرتبہ بھی یہی کہا لیکن اس کا بھی کوئی جواب نہیں آیا پھر تیسرا مرتبہ اپنے سوال کی تکرار کی لیکن جب اس مرتبہ بھی اس کا کوئی جواب نہیں آیا تو چوتھی مرتبہ اپنے سوال کو دہرایا اس وقت خدا نے کہا، ہاں ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی خلق نہ کرتا، آدم نے کہا خدا یا ذرا انہیں دکھادے اس وقت اللہ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ حباب کو ہٹا دیں جیسے ہی حباب ہٹا تو آدم نے عرش پر پانچ صورتیں دیکھیں، آدم نے پوچھا خدا یا یہ کون ہیں؟ جواب ملا اے آدم یہ میرا نبی اور یہ (اس) نبی کا پچازاد بھائی امیر المؤمنین علی ہے، یہ نبی کی بیٹی فاطمہ ہے اور یہ علی کے بیٹے اور نبی کے نواسے حسن و حسین ہیں اس کے بعد ارشاد الہی ہوا اے آدم یہ سب سے پہلے خلق ہوئے ہیں، یہ سن کر آدم بہت خوش ہوئے اور جب ان سے ترک اوپر سر زد ہوا تو آدم نے کہا خدا یا میں تجھے خود علی و فاطمہ اور حسن و حسین کا واسطہ دیتا ہوں میری غلطیوں کو معاف کر دے چنانچہ خدا نے (ان شخصیات کے طفیل میں) ان کی غلطیوں کو معاف کر دیا اسی طرف خداوند عالم نے اشارہ کیا ہے کہ ”فَلَقِيَ آدُمْ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَنَتَابَ عَلَيْهِ“ اور جب آدم زمین پر آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر نقش تھا ”محمد رسول اللہ“ آدم کی کنیت ابو محمد تھی۔

احوال و آثار

عقبات الانوار کی جلد ۶ حدیث تشییہ میں سمعانی کی الائساب سے نظری کی عظمت معلوم ہو گئی ہے کہ وہ سمعانی کے شیخ اور استاد تھے انہوں نے نظری سے لغت و ادب اور صنعت شعر کی تعلیم حاصل کی تھی۔

علامہ ابن نجار نے انہیں نادرہ فلک اور نابغہ دہر بتایا ہے اور کہا ہے کہ وہ فضائل و کمال میں اپنے زمانے والوں سے افضل تھے۔ خلیل صندی کی وافی بالوفیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلغاۓ اہل نظم و نثر میں تھے انہوں نے مختلف ممالک و شہر کا سفر کیا اور وہاں کی عظیم شخصیتوں سے ملاقات کی ان کا حافظہ بلا کا تھا اور وہ علم اور حدیث دوست تھے ملوک و سلطنتیں کی نظر میں ان کی بہت عزت تھی اور یہ ان سے بڑے غرور تکبر سے باقیں کیا کرتے تھے لیکن اسی کے برخلاف اہل علم سے بڑی تواضع سے پیش آتے تھے۔

۱۱۔ روایت شہردار

ابو منصور شہردار بن شیرودیہ بن شہردار بن شہرویہ دیلمی نے حدیث نور کی روایت کی ہے جیسا کہ بعد میں آنے والی خوارزمی کی عبارت سے معلوم ہوگا۔ ابراہیم بن محمد حموینی فراند اسماعلیین میں لکھتے ہیں:

”مجھے ابو طالب بن انجب خازن نے ناصر بن ابو المکارم سے اجازۃ بتایا، انہوں نے کہا ہم کو ابو المؤید موفق بن احمد نے اجازۃ خبر دی (اگر ساعانہ بتایا ہو)۔“

مجھے عزیز محمد بن ابوالقاسم نے اپنے والد ابوالقاسم بن ابوالفضل بن عبدالکریم سے اجازہ بتایا اور ان دونوں کو شہزادار بن شیرودیہ بن شہزادار دیلیٰ نے اجازہ خبر دی ان سے عبدوس بن عبد اللہ ہمدانی نے تحریری طور پر بتایا اور ان سے ابو الحسن علی بن عبد اللہ نے ان سے ابو علی محمد بن احمد عطشی نے، ان سے ابوسعید العدوی حسن بن علی نے، ان سے احمد بن مقدام عجلی ابوالاشعب نے، ان سے فضل بن عیاض نے انہوں نے نور بن یزید سے انہوں نے خالد بن معدان سے انہوں نے زادان سے اور انہوں نے سلمان سے روایت کی ہے (سلمان کہتے ہیں) کہ میں نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل وہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا، جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کی صلب میں آیا اور صلب عبدالمطلب تک ہم ایک ہی نور ہے وہاں سے ہم جدا ہوئے اس کا ایک جزو میں اور دوسرا جزو علی ہیں۔

احوال و آثار

شہزادار دیلیٰ اپنے والد کی طرح بزرگ حفاظت الہست میں تھے ذہبی، سمعانی سے نقل کرتے ہیں کہ:

”وہ حافظ، حدیث کو جانے والے، اس کے مطالب کو صحیح طور پر سمجھنے والے اور ادبی ظرافت رکھنے والے تھے انہوں نے اپنے والد، عبدوس بن

عبداللہ کی سلا ر اور ایک گروہ سے حدیثیں سنی تھیں ان کو ابو بکر بن خلف شیرازی نے اجازہ دیا تھا اور وہ پچھتر سال زندہ رہے۔“

اسی طرح بھی، اسنونی اور ابن قاضی شہبہ اسدی نے اپنی اپنی طبقات الشافعیہ میں شہزادیلی کے بارے میں لکھا ہے۔

۱۲۔ روایت خوارزمی

ابوالموید موفق بن احمد بن ابوسعید اسحاق معروف پا خطب خوارزمی نے اپنی کتاب مناقب امیر المؤمنین میں حدیث نور کی روایت کی ہے انہوں نے درج ذیل تین روایتیں نقل کی ہیں۔

۱۔ مجھے شہزادار نے بطور اجازہ بتایا ان کو عبدوس بن عبد اللہ ہمانی نے تحریری طور پر خبر دی ان سے ابوحنیف علی بن عبد اللہ نے، ان سے ابوعلی محمد بن احمد عطشی نے ان سے ابوسعید العدوی حسن بن علی نے ان سے احمد بن مقدم علی نے ان سے ابوالاشعث نے ان سے فضیل بن عیاض نے بیان کیا اور انہوں نے ثور بن یزید سے انہوں نے خالد بن معدان سے، انہوں نے زادان سے اور انہوں نے سلمان سے روایت کی ہے کہ میں (سلمان) نے اپنے جبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے وہ نور آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کی صلب میں آیا، ہم صلب عبدالمطلب تک ایک ہی نور تھے صلب عبدالمطلب سے دو حصوں میں منقسم

ہوئے اس کا ایک حصہ میں اور دوسرا حصہ علی ہیں۔

۱۔ مجھ سے شہزادار نے اجازہ بیان کیا ان کو تحریری طور پر عبدوں بن عبد اللہ بن عبدوں ہمدانی نے خردی ان سے شریف ابوطالب جعفری نے اسے حافظ ابن مردودیہ نے ان سے اسحاق بن محمد بن علی بن خالد نے ان سے احمد بن زکریا نے ان سے ابن طہمان نے ان سے محمد بن خالد باشی نے ان سے حسین بن اسما عیل بن حماد نے بتایا اور انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے زیاد بن منذر سے انہوں نے محمد بن علی بن حسین سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور علیؑ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کی صلب میں آیا اور پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا گیا بیہاں تک کہ وہ صلب عبدالمطلب میں مستقر ہوا وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہوا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں آیا اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں پہن میں علی سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہے اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے، جس نے اس سے محبت کی (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا اور جس نے اس سے بخش رکھا (گویا) مجھ سے بخش رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بخش رکھوں گا۔

۲۔ سید الحفاظ ابو منصور شہزادار بن شہزادیہ بن شہزادار دیلمی نے ہمدان سے خط کے ذریعہ مجھے خردی انہیں تحریری طور پر ابو لفتح عبدوں بن عبد اللہ بن عبدوں ہمدانی نے بتایا ان سے شیخ الخطیب ابو الحسن صاعد بن محمد بن غیاث دامغانی نے دامغان سے ان سے ابو یحیٰ محمد بن

عبدالعزیز بسطامی نے ان سے ابو بکر قرشی نے، ان سے ابوسعید حسن بن علی بن زکریا نے
ان سے ہدیہ بن خالد قیسی نے بتایا اور انہوں نے حماد بن ثابت بنانی سے، انہوں نے عبید
بن عمیر لیشی سے، انہوں نے عثمان بن عفان سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا کہ
اللہ نے ملائکہ کو علی بن ابی طالب کے چہرے کے نور سے خلق کیا ہے۔

احوال و آثار

خوارزمی کے حالات بہت سارے تراجم کی معتبر ترین کتابوں میں ملتا ہے، حافظ ترقی
الدین فارسی نے العقد الشیعین فی تاریخ بلاد اللہ الامیں میں تحریر کیا ہے:

”الموفق بن احمد بن محمد کی ابوالموئید، العلامۃ خطیب خوارزم فصح
وبلغ ادیب تھے انہوں نے خوارزم میں خطابت کی اور وہاں کے لوگوں کو خطبے
لکھوائے جس کی وجہ سے خطباء کی ایک جماعت وجود میں آئی خوارزم ہی میں صفر
۵۶۸ھ میں وفات پائی، یہی بات ذہبی نے تاریخ اسلام میں لکھی ہے اور شیخ
محمد الدین عبد القادر حنفی نے طبقات الحفییہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے
کہ قسطلی نے اخبار الخواۃ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔“

اسی طرح عمار الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ کاتب اصفہانی نے خریدہ القصر میں،
ابو فتح ناصر بن ابی مکارم عبد السید بن علی مطرزی نے ایضاً میں، محمد بن محمود بن حسن
معروف بہ ابن نجاش نے ذیل تاریخ بغداد میں، ابوالولید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی نے

جامع مسانید ابی حنفیہ میں، صفری نے وافی بالوفیات میں، قرشی نے جواہر مصیہ میں، سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں سید شہاب احمد نے توضیح الدلائل میں اور کفوی نے کتابہ الاعلام الاخیر میں خوارزمی کی تجلیل کی ہے۔

۱۳۔ روایت ابن عساکر

علی بن حسن بن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن عساکر نے حدیث نور کی روایت کی ہے جیسا کہ محمد بن یوسف گنْجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں لکھا ہے وہ کہتے ہیں:

ہم کو ابو اسحاق دشّتی نے خبر دی ان کو حافظ ابو القاسم نے ان کو ابو غالب بن بناء نے ان کو ابو محمد جوہری نے ان کو ابو علی بن محمد بن احمد مجتھی نے ان کو ابو سعید عدوی نے ان کو ابو الاشعث نے ان کو فضیل بن عیاض نے بتایا اور انہوں نے ثور بن یزید سے، انہوں نے خالد بن معدان سے، انہوں نے زادان سے اور انہوں نے سلمان سے روایت کی ہے کہ میں (سلمان) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اور علی پیش خدا در حال اطاعت ایک نور تھے آدم کے خلق ہونے سے چودہ ہزار سال قبل وہ نور اللہ کی تشیع و تقدیس کر رہا تھا، جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کے صلب میں آیا ہم صلب عبدالمطلب تک ایک ہی نور رہے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب سے ہم جدا ہوئے اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔

میں (گنْجی) کہتا ہوں کہ محدث شام نے اسی طرح اپنی تاریخ میں اس کو نقل کیا ہے اور اس کی سند پر طعن بھی نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس کے سلسلہ میں کچھ بولے ہیں جو اس

حدیث کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

احوال و آثار

عقبات الانوار کی حدیث شفیعیں میں ابن عساکر و مشقی کے حالات کو وفیات الاعیان حج ص ۱۷۲، طبقات سلسلی حج ۲۱۵ اور طبقات الحفاظ ۳۷۳ بیان کرچکے ہیں صرف تذکرہ الحفاظ ح ۱۳۲۸ شمارہ کا خلاصہ لکھ رہے ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں:

”ابن عساکر، الامام الحافظ الکبیر، محمد شام، فخر الاممہ مشقہ الدین ابو القاسم صاحب تصنیف ہیں ان کے مشائخ میں تیرہ سو سے زیادہ مرد اور اسی عورتیں ہیں سمعانی کا کہنا ہے ابو القاسم حافظ مشقہ متقدن بہت دیدار محیر اور بہت سی خوبیوں کے حامل تھے اور ابن نجاشی نے کہا ہے کہ ابو القاسم اپنے وقت کے امام الحمد شیں تھے حفظ و اتقان اور نقل و معرفت کی ریاست ان پر ختم ہو گئی ہے۔“

۱۲۔ روایت صالحانی

نور الدین ابوالرجا محمود بن محمد صالحانی نے اس حدیث کی روایت کی ہے جیسا کہ شہاب الدین احمد، توضیح الدلائل علی ترجیح الفھائل میں لکھتے ہیں:

علی بن حسین نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چار ہزار سال قبل میں اور علی پیش خدا ایک نور تھے، جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نوران کے صلب میں آیا اور پھر وہ ایک

صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں مستقر ہوا اور وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہوا ایک حصہ صلب عبداللہ اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب میں آیا پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے جو اس کو دوست رکھے گا (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا۔

پھر صاحب توضیح الدلائل نے حدیث شجرہ کی روایت کی ہے اور اس کے بعد کہا ہے کہ پہلی حدیث کی روایت الامام صالحانی نور الدین ابوالرجا محمود بن محمد نے کی ہے جنہوں نے (حدیثوں کے حصول میں) سفر کیا اور مشائخ کو پایا اور ان سے حدیثیں سنیں اور ہر فن میں کتاب تصنیف کی، ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے عراق میں انہوں نے امام موی مدینی اور جوان کے ہم طبقہ تھے ان کی ہم نشینی اختیار کی اور انہوں نے سلسہ نسکو سندر مسلسل سے امام حافظ ابن مردویہ تک پہنچایا ہے جسے مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صالحانی کس عظمت کے حامل تھے۔

۱۵۔ روایت مطرزی

ابو الفتح ناصر بن عبدالسید مطرزی نے اس حدیث کی روایت کی ہے جیسا کہ جوینی فرائد امطین میں لکھتے ہیں:

مجھے ابوطالب بن حسین بن عبیداللہ نے محبت الدین محمد بن محمود بن حسن سے بطور اجازۃ

بَتَّيَا اَنْ كَوَابُ الْمُؤْيِدِ مُوقِّعٌ بْنُ اَحْمَدَ كَيْ خَوَارِزْمِيْ نَفَّ انَّ كَوَسِيدَ الْحَفَاظَ اَبُو مُنْصُورَ شَهْرَدَارَ بْنَ شِيرُوَيْدَ بَلِيْيَ نَفَّ، اَنَّ كَوَابُ الْفَاتِحَ نَفَّ تَحْرِيْاً بَخْرَدِيْ، اَنَّ كَوَشَرِيفَ اَبُو طَالِبَ نَفَّ اَنَّ كَوَحَاظَ اَبُو مُنْصُورَ شَهْرَدَارَ بْنَ شِيرُوَيْدَ بَلِيْيَ نَفَّ، اَنَّ كَوَابُ الْفَاتِحَ نَفَّ تَحْرِيْاً بَخْرَدِيْ، اَنَّ كَوَشَرِيفَ اَبُو طَالِبَ نَفَّ اَنَّ كَوَحَاظَ بْنَ مَرْدَوَيْهَ نَفَّ، اَنَّ كَوَاسْحَاقَ بْنَ مُحَمَّدَ نَفَّ اَنَّ كَوَاحَمَدَ بْنَ زَكَرِيَا بْنَ طَهْمَانَ نَفَّ اَنَّ كَوَمُحَمَّدَ بْنَ خَالِدَ نَفَّ اَنَّ كَوَحَسْنَ بْنَ اَسَمِيلَ نَفَّ بَتَّيَا اَوْرَانِهْوَنَ نَفَّ اَپْنِيَ وَالَّدَ سَ، اَنِهْوَنَ نَفَّ نَفَّ زِيَادَ بْنَ مَنْذَرَ سَ، اَنِهْوَنَ نَفَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيَ بْنَ حَسِينَ سَ اَنِهْوَنَ نَفَّ اَپْنِيَ وَالَّدَ سَ اَوْرَانِهْوَنَ نَفَّ اَپْنِيَ جَدَ سَ رَوَايَتَ کَیْ ہے کَہ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَفَّ فَرِمَایا آدمَ کَیْ خَلْقَتَ سَ چَوَدَہ هَزارَ سَالَ قَبْلَ مَیں اُور عَلِیٰ پیشَ خَدَا ایک نُورَ تَسْعِیَ جَب اللَّهُ نَفَّ آدمَ کَوَخَلَقَ کیا تو وہ نُورُ انَّ کَیْ صَلَبَ مَیں آیا پھر خَدَا نَفَّ اسَ نُورَ کَوَ ایک صَلَبَ سَ دَوْسَرَے صَلَبَ مَیں نَفَّخَلَ کیا یہاں تکَ کَہ وہ عَلَبَ عَبْدَ الْمَطْلَبَ مَیں مَسْتَقْرِرٌ ہوا اُور وہاں وہ نُورَ دَوْحَصُونَ مَیں تَقْسِیمٌ ہوا اسَ کَا ایک حصَه صَلَبَ عَبْدَ اللَّهِ مَیں اُور دَوْسَرَه حصَه صَلَبَ اَبُو طَالِبَ مَیں آیا پیشَ عَلِیٰ مجَھَ سَ ہے اُور میں عَلِیٰ سَ سَ ہوں جو اسَ سَ لَغْضَ رَکَھَ کے گا (گُویا) مجَھَ سَ لَغْضَ رَکَھَنَ کَیْ وجَہَ سَ میں اسَ سَ لَغْضَ رَکَھَوْنَ گا یا

۱۶۔ روایت صدر الافق

ابو محمد قاسم بن حسین بن خوارزمی نے معربی کے اس شعر کی شرح میں حدیث نور کی روایت کی ہے:

لَهُ الْجَوَاهِرُ السَّارِيُّ يَوْهَمُ شَخْصَهُ

یحْبُوبُ الیْهِ مَحْتَدًا بَعْدَ مَحْتَدٍ

صدر الافاضل کا کہنا ہیکہ معری نے یہ شعر رسول اللہ کی اس حدیث کی روشنی میں کہا ہے جس میں آنحضرت نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل میں اور علی پیش خدا ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نوران کی صلب میں منتقل ہوا اور پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ صلب عبدالمطلب میں تقرر ہوا اور وہاں سے وہ دو حصوں میں تقسیم ہوا میرا حصہ صلب عبداللہ میں اور علی کا حصہ صلب ابوطالب میں منتقل ہوا پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔

احوال و آثار

رجال و تراجم کی کتابوں سے صدر الافاضل کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے درج ذیل شخصیات نے ان کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا ہے۔
یاقوت حموی لکھتے ہیں:

”قاسم بن حسن بن محمد بن محمد خوارزمی واقعاً صدر الافاضل علم عربی میں حقیقتاً فرید عصر اور ادب میں سیکتا تھے ان کو ظلم و نشر دونوں پر تسلط حاصل تھا وہ زمانہ کی آنکھ اور ان کے علوم و فنون، زمانہ کی پیشانی پر مختلف چکتے ہوئے رنگ کی طرح تھے میں نے ان سے ان کی تاریخ پیدائش پوچھی تو انہوں نے کہا ماہ شعبان ۵۵۵ میں پیدا ہوا میں نے پوچھا آپ کامہ سب کیا ہے؟ بولے حنفی ہوں لیکن خوارزمی نہیں ہوں اس جملہ کی انہوں نے تکرار کی انہوں نے خود معذلی ہونے سے انکار کیا تھا۔“

عبدال قادر قرشی کا بیان ہے:

ابوالفتح ناصر بن عبدالسید مطربی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور ان ہی سے عربی بھی
انکی کئی تصنیفات ہیں جن میں ایک شرح المفصل ہے جس کا انہوں نے التہیر نام رکھا تھا
وہ تین جلدیوں میں ہے اور ایک سقط الزند ہے ان کو تاریخ اللہ میں قتل کیا تھا۔
سیوطی نے بھی یاقوت حموی کی مذکورہ عبارت کو نقل کیا ہے۔
کفوی نے ان القاب سے یاد کیا ہے الشیخ الکامل، الفاضل علی بن سلطان قاری کی
نے کفوی ہی کے الفاظ سے انہیں یاد کیا ہے۔

۱۔ روایت رافعی قزوینی

امام الدین ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم رافعی قزوینی نے حدیث نور کی
روایت کی ہے جیسا کہ حموی فرانک اسمطین میں لکھتے ہیں۔

مجھے شیخ صالح جمال الدین احمد بن محمد بن محمد معروف بدکویہ قزوینی وغیرہ نے بطور
اجازہ بیان کیا اور ان لوگوں کو شیخ الامام امام الدین ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن عبد
الکریم رافعی قزوینی نے بطور اجازہ خریدی ان کو شیخ العالم عبد القادر بن ابی صالح جیل
نے ان کی ابوالبرکات هبۃ اللہ بن موسی سقطی نے بتایا اور انہوں نے قاضی ابوالمظفر حناو
بن ابراہیم نعمی سے انہوں نے ابوالحسن محمد بن موسی بن کریب سے انہوں نے محمد بن

فرحان سے، انہوں نے محمد بن قاضی یزید سے انہوں نے لیب بن سعید سے انہوں نے علاء بن عبد الرحمن سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابو ہریرہ سے اور انہوں نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جب اللہ نے ابوالبشر (آدم) کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونگی تو آدم نے عرش کی دامنی جانب دیکھا وہاں آدم نے پانچ صورتیں دیکھیں جو کبھی رکوع کرتی ہیں اور کبھی سجدہ میں جاتی ہیں یہ دیکھ کر آدم نے سوال کیا یا رب کیا تو مجھ سے پہلے کسی اور کو مٹی سے خلق کیا ہے؟ جواب ملنا نہیں، آدم نے سوال کیا تو پھر یہ پانچ کون ہیں جو میری ہی ہیئت و صورت کے ہیں؟ ارشاد الہی ہوا یہ پانچ تمہاری اولاد میں سے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو نہ جنت کو خلق کرتا نہ جہنم کو نہ عرش کو خلق کرتا نہ کری کو، نہ آسمان کو خلق کرتا نہ زمین کو، نہ جن کو خلق کرتا نہ انس کو پس میں محمود ہوں اور یہ محمد ہے، میں اعلیٰ ہوں یہ علی ہے میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہے میں احسان ہوں اور یہ حسن ہے میں محسن ہوں اور یہ حسین ہے۔

قسم ہے اپنے عزت و جلال کی اگر کوئی رائی کے دانہ کے برابر ان کا بغض لے کر میرے پاس آئے گا تو میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا اور اس میں کوئی مردوں نہیں کروں گا اے آدم یہ وہ ہیں جن کو میں نے چنا ہے ان ہی کی وجہ سے لوگ نجات پائیں گے اور ان ہی کی وجہ سے لوگ ہلاک ہوں گے۔ (اے آدم) اگر تم کو مجھ سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو ان ہی کو وسیلہ قرار دینا۔ اس کے بعد بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم سفیدہ نجات ہیں جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگروانی کی وہ ہلاک ہوا، جس کسی کو اللہ سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو اس کو چاہئے کہ ہم اہلیت کو وسیلہ قرار

دے کر سوال کرے۔

احوال و آثار

رافعی قزوینی الحسن کے محدثین و مورخین کی مشہور فرد ہیں ان کی مشہور ترین کتاب ”التد وین“ ہے سکی نے اپنی طبقات ج ۵ ص ۱۱۹ پر ابن شاکر کتنی نے نوات الوفیات ج ۲ ص ۳ پر اور ابن الورڈی نے اپنی تاریخ کی جلد ۲ ص ۱۸۲ پر ان کی تعریف و تجدید کی ہے۔

۱۸۔ شیخ فرید الدین عطار

شیخ فرید الدین عطار نے حدیث نور کو اس طرح فنظم کیا ہے:

تو نور احمد و حیدر یعنی دان
کہ ناگردد بتوا سردار آسان۔
نفحات الانس اور درسرے عرفان کے تراجم میں شیخ فرید الدین عطار کے حالات موجود
ہیں خود مخاطب (دبلوی) نے اپنی اسی تحریک میں ان کو الحسن کی مقبول ترین فرد بتایا ہے۔

۱۹۔ روایت کلائی

ابوالریبع سلیمان بن موسی بن سالم کلائی بلندی معروف بہ ابن سمع نے اپنی کتاب شفاء
الصلووہ میں اس حدیث کی روایت کی ہے جیسا کہ ابراہیم بن عبد اللہ وصابی اپنی کتاب الاكتفاء
میں لکھتے ہیں:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں اور علی ایک نور سے خلق ہوئے ہیں آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل وہ نور عرش پر اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا، جب آدم خلق کئے گئے تو ہم ان کی صلب میں آئے پھر ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب میں یہو نچے اور وہاں دو حصوں میں منقسم ہوئے میں صلب عبد اللہ میں اور علی صلب ابوطالب میں آئے اللہ نے میرے لئے نبوت اختیار کی اور علی کے لئے شجاعت و علم و فصاحت اور اللہ نے اپنے ناموں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔

احوال و آثار

مؤلف شفاء الصدور ابن سعیں کلامیہ المسنون کے اجلہ حفاظ اور اعلم علماء میں سے ہیں۔ ذہبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”الکلامی الامام العالم الحافظ البارع محدث اندلس صناعت حدیث کے امام، اس کی بصیرت رکھنے والے، اس کے حافظ اور جرح تدیل کو جانے والے تھے موالید و وفات کو اچھی طرح جانے والے وہ اس میں اور راویوں کی شناخت میں سب پروفیت رکھتے تھے خاص طور سے وہ افراد جوان کے ہم عصر تھے انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں اتقان اور حافظہ میں ان کا کوئی مثل نہیں تھا انہیں ادب و بلاغت میں تحریخ انشاء میں منفرد تھے، بہترین

اشعار کہتے تھے اور فصح تقریریں کرتے تھے وہ بادشاہوں کے سامنے اپنی خطابت کے جو ہر دکھاتے تھے مختلف علوم و فنون میں ان کی تصانیف ہیں انہوں نے حصول علم کے لئے سفر کیا اور زیادہ سے زیادہ حدیثیں حاصل کیں ان سے تو نس کے قاضی ابوالعباس احمد بن عمار اور ایک گروہ نے حدیثیں بیان کیں اور ابن مندی کا بیان ہے کہ میں نے فضل و شرف میں ان جیسا نہیں دیکھا وہ منقول و معقول اور موزوں و منثور میں امام، فضائل میں جامع اور علوم قرآن و تجوید میں یکتا تھے اور آبار کا کہنا ہے کہ وہ اندرس کے بلغاہ اور حفاظت کی آخری فرد تھے ذی الحجه ۲۲۲ھ میں وشنوں کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں۔

ای طرح ذہبی نے امیر حوادث ۲۲۲ھ میں، یافی نے مرآۃ الجنان حوادث ۲۲۳ھ میں سیوطی نے طبقات الحفاظ نمبر ۷۹ میں شایی نے سبل المحتدی والرشاد کے مقدمہ میں اور مقری نے فتح الطیب ج ۲ ص ۵۸۶ پر ابن سعیح کلامی کے بارے میں لکھا ہے اور ان کو حافظ، ثقة اور ثابت جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔

۲۰۔ روایت گنجی

محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی نے اس حدیث کو دو طریقوں سے نقل کیا ہے اور اس کے لئے ایک خاص باب قائم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ستائیسوں باب اس سے مخصوص ہے کہ علی، نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خلق کئے گئے ہیں۔

هم کو ابراہیم بن برکات خشوی نے دمشق کی مسجد ربوہ میں خبر دی، ان کو حافظ علی بن حسن نے، ان کو ابوالقاسم هبۃ اللہ نے، ان کو حافظ ابو بکر صفوان نے، ان کو محمد بن سہل عطار نے، ان کو ابو ذر نے، ان کو حرب بن بیان ضریر اہل قیساریہ نے ان کو احمد بن عمرو نے ان کو احمد بن عبد اللہ نے بتایا اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرو سے، انہوں نے عبد الکریم جزری سے، انہوں نے عکرمہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے دنیا کو خلق کرنے سے چالیس ہزار سال قبل ایک نورانی شاخہ درخت کو خلق کیا اور اس کو عرش پر رکھا وہ میرا پہلا مبعث تھا پھر اس نور سے نصف کو جدا کیا اور اس سے تمہارے نبیوں کو خلق کیا اور دوسرا نصف سے علی بن ابی طالب کو خلق کیا۔

امام اہل شام (ابن عساکر) نے امام اہل عراق (خطیب بغدادی) سے اس کی روایت کی ہے اور یہ حدیث دونوں کی کتابوں میں موجود ہے۔

هم کو ابو اسحاق دمشقی نے خبر دی، ان کو حافظ ابوالقاسم نے، ان کو ابو غالب ابن النباء نے ان کو ابو محمد جوہری نے ان کو ابو علی محمد بن احمد بن سعید نے بتایا اور ان سے ابو سعید عدوی نے، ان سے ابوالاشعث نے، ان سے فضیل بن عیاض نے اور انہوں نے ثور بن یزید سے انہوں نے خالد بن معدان سے، انہوں نے زادان سے اور انہوں نے سلمان سے روایت کی ہے کہ میں (سلمان) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنائے کہ پیش خدا میں اور علی در حال اطاعت ایک نور تھے آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل وہ نور اللہ کی شیع و تقدیس کر رہا تھا جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان

کی صلب میں آیا اور ہم ہمیشہ ایک رہے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے اس کا ایک جز میں اور دوسرا جز علی ہیں۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ اسی طرح محدث شام (ابن عساکر) نے اپنی تاریخ میں اس کی روایت کی ہے اور اس کی سند پرنہ خدشہ وارد کیا ہے اور نہ اس کے بارے میں کچھ کہا ہے جو (ان کی نظر میں) اس روایت کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

ہم سے ذہن میں علی بن ابی عبد اللہ معروف بہ ابن المقیر بغدادی نے حافظ ابو الفضل سے نقل کیا ان کو ابو نصر بن علی نے، ان کو ابو الحسن علی بن محمد مؤدب نے ان کو ابو الحسن فارسی نے، ان کو حسن بن علی نے بتایا اور انہوں نے مالک سے، انہوں نے ابی سلمہ سے اور انہوں نے ابی سعید سے روایت کی ہے کہ ابو عقال نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ کون مسلمانوں کا سردار ہے؟ (گنجی نے اس طویل روایت کو نقل کیا ہے یہاں تک کہ ابو عقال نے آخر پرست سے پوچھا) اور آپ سب سے زیادہ کس کو چاہتے ہیں؟ فرمایا: علی بن ابی طالب کو۔

یہ نے کہا: سب سے زیادہ علی کو کیوں چاہتے ہیں؟

فرمایا: اس لئے کہ میں اور علی بن ابی طالب ایک ہی نور سے خلق کئے گئے ہیں۔

ابو عقال نے کہا: پھر سب کے آخر میں کیوں آئے؟ فرمایا: اے ہوتم پر اے ابا عقال کیا میں نے تم کو نہیں بتایا کہ میں خیر النبین ہوں مجھ کو سب سے پہلے رسالت عطا کی گئی اور میرے آنے کی ان لوگوں نے پہلے سے بشارت دی تھی، اب اگر میں سب کے آخر میں آیا تو اس میں کیا حرج ہے؟ میں محمد رسول اللہ ہوں، اسی طرح اگر علی بھی سب کے آخر میں آیا تو

اس میں بھی کوئی بات نہیں ہے۔ اے ابا عقال لوگوں پر علی کو اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح جبریل کو سارے ملائکہ پر۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے راوی اجلہ میں سے ہیں چونکہ یہ حدیث بہت طولانی تھی اس لئے میں نے اسے مختصر کر کے پیش کیا ہے اور اس کو صرف اسی سند سے نقل کیا ہے۔

پھر گنجی نے ابو امامۃ کے سلسلہ سند سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے خلق کیا اور مجھ کو اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا میں اس درخت کی جڑ ہوں اور علی اس کا تنہ ہے، فاطمہ بھوول ہے اور حسن و حسین اس درخت کے پھل ہیں، اگر کوئی شخص صفا و مروہ کے درمیان ایک ہزار بھال تک عبادت کرے اور پھر ایک ہزار بھال تک کرے لیکن اس کے دل میں ہماری محبت نہ ہو تو خدا اس کو جہنم کے آخری طبقہ میں ڈال دے گا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت ”فَلَمَّا كُلَّا لَا إِسْنَاكُمْ عَلَيْهِ أَجْرٌ إِلَّا الْمَوْدَةُ فِي الْقُرْبَى“ کی۔

میں (گنجی) کہتا ہوں یہ حدیث حسن ہے اور اس کے راوی اجلہ میں سے ہیں جس سلسلہ سند سے میں نے روایت کی ہے اسی سے طبرانی نے مجمع میں روایت کی ہے۔ محمد شام (ابن عساکر) نے اسی کتاب میں مختلف طرق و اسناد سے اس کی روایت کی ہے۔ پھر گنجی نے محمد شام (ابن عساکر) کے سلسلہ سند سے چند حدیثوں کی روایت کی ہے۔

احوال و آثار

حافظ گنجی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے علماء نے انہیں الامام، الشیخ، الحافظ سے یاد کیا ہے۔ شیخ نور الدین ابن صباغ الفضول الہمہ میں گنجی کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں: یہ بات کفایة الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب میں ہے جو الامام الحافظ ابی عبد اللہ محمد بن یوسف گنجی کی تالیف ہے۔^۱

حلی نے کفایة الطالب کا ذکر کرنے کے بعد مؤلف کو الشیخ الحافظ سے یاد کیا ہے۔^۲ انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے کہ الشیخ ابی عبد اللہ گنجی کی ایک کتاب البيان فی اخبار صاحب الزمان ہے۔^۳

عبد اللہ بن محمد مطیری نے اپنی کتاب الریاض الزراھرۃ میں لکھا ہے:

”شیخ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی نے اپنی کتاب البيان فی اخبار صاحب الزمان میں کہا ہے کہ (امام) مہدی زندہ اور موجود ہیں۔“^۴

حافظ و شیخ کے اصطلاحی معنی:

بیہاں مناسب سمجھتا ہوں کہ حافظ و شیخ کی تعریف کر دوں کہ جس سے علماء نے گنجی کو

^۱ الفضول الہمہ ص ۱۱۱

^۲ کشف الطغون ج ۲ نمبر ۱۹۷

^۳ کشف الطغون ج ۱ نمبر ۲۶۳

^۴ الریاض الزراھرۃ - خطوط

یاد کیا ہے کیونکہ جو بھی اس لقب سے ملقب ہوگا وہ یقیناً علمی لحاظ سے بلند مرتبہ پر فائز ہوگا جیسا کہ خود آئندہ فتن نے اس کی وضاحت کی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے:

”جس طرح الحجۃ کا مرتبہ اللہ سے بلند ہے اسی طرح اصطلاح

محدثین میں حافظ کا مرتبہ مفید سے بلند ہے۔“

قاری نے کہا ہے:

حافظ سے مراد حافظ حدیث ہے حافظ قرآن نہیں ہے یہی بات میر کی نے کہی ہے البتہ احتمل ہے کہ یہ لفظ، حافظ قرآن و حدیث دونوں کوشامل ہو، اور محدثین کی اصطلاح میں حافظ وہ ہے جو ایک لاکھ حدیثوں کو سند اور متن دونوں کے ساتھ یاد کئے ہو۔ ابن جوزی نے کہا ہے کہ حافظ وہ ہے کہ جو اس تک پہنچے اس کی روایت کرے اور جو چیزیں اس کے لئے ضروری ہوں اسے یاد کئے ہو۔^۲

شعرانی لکھتے ہیں:

ابن حجر کہتے تھے کہ جس شخص میں یہ شرائط پائے جائیں وہ حافظ ہے حصول علم میں مشہور ہو، لوگوں کی زبانی مطلب کو جلد درک کر لیتا ہو اور اسے تکرار کی ضرورت نہ پڑے، طبقات رواۃ اور ان کے مراتب کو جرح و تقدیل کے ساتھ جانتا ہو، صحیح و ضعیف میں تمیز دے سکتا ہو، اس کے حافظہ میں جانے والی چیزیں نہ جانے والی سے

^۱ اندکرة الحفاظ۔ محمد بن احمد محمد حبیث جرجیا کے ذیل میں

^۲ جمع الوسائل فی شرح الشسائل ص ۷۰

زیادہ ہوں اور متون اس کو زیادہ سے زیادہ حفظ ہوں بس جن میں یہ شرائط جمع ہو جائیں وہ حافظ ہے۔

بدخشنی کا بیان ہے:

”حافظ کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو فن حدیث میں ماہر اور اسکے اسرار روز سے واقف ہو برخلاف محدث کے۔“

قاری کا کہنا ہے:

محدث، شیخ اور امام وہ ہے جو استاد کامل ہوئے

کفاریۃ الطالب کی اہمیت:

”خود حافظ گنجی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں کوئی ایسی حدیث نقل نہیں کی ہے مگر یہ کہ اسے مناقب امیر المؤمنین میں کتب آئندہ و حفاظت میں صحیح قرار دیا گیا ہے کیونکہ رسول اللہ نے آباء و اجداد یا طہارت مولد کے لحاظ سے کوئی ایسی فضیلت نہیں پائی تھی جس میں علی شریک نہ رہے ہوں۔“ خود گنجی لکھتے ہیں:

”میں نے اس حدیث کی روشنی میں اس کتاب کو تالیف کیا اور اس کو لکھوایا ہے جس میں اخضرت سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ انسان اپنی قوم اور جو چیزیں اس سے ملتی ہیں اس کو محبوب رکھتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اس چیز کے ساتھ ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے یعنی“

۲۱۔ روایت طبری

محب الدین ابوالعباس احمد بن عبد اللہ طبری نے اپنی کتاب ریاض المضمرہ فی فضائل العشرہ میں، کہ جس سے خود شاہ صاحب نے اپنی اسی کتاب (تحفہ) میں اور ان کے والد نے ازلہ الخنا میں بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں، اس حدیث کی روایت کی ہے اور بعض جگہوں پر انہوں نے سد باب جیسی صحیح اور مشہور حدیثوں کی قدح کی ہے لیکن حدیث نور کے بارے میں کسی طرح کی جرح نہیں کی ہے بلکہ اس کے لئے خاص باب قائم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

یہ نصل اس بارے میں ہے کہ علی نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قسم تھے اور کائنات کی خلقت سے پہلے دونوں ایک تھے۔

سلمان سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دھصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک جز میں اور دوسرا جز علی ہیں۔

احمد نے مناقب میں اس حدیث کی روایت کی ہے۔

جس نے بھی محب الدین طبری کا ذکر کیا ہے اس نے اپنیں اچھے نام سے یاد کیا ہے ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ، مجمع الخصوص، العمر اور دول الاسلام میں، ابن الوردي نے تتمۃ الخضر میں، سکنی نے طبقات الشانیہ میں، صفری نے الوانی بالوفیات میں اور سیوطی نے طبقات الحفاظ وغیرہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۲۔ روایت حمویی

ابراهیم بن محمد بن ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد بن حمویہ حمویی نے اس حدیث کی مختلف طرق و اسانید سے روایت کی ہے انہوں نے حدیث اشباح کی (رافع قزوینی سے) روایت کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ:

مجھے ابوالیسن عبد الصمد بن عبد الوہاب بن عساکر دمشقی نے مکہ میں بتایا انہوں نے کہا ہم کو تحریری طور پر موسید بن محمد بن علی طوی نے خبر دی ان کو عبد الجبار بن محمد حواری یعنی
نے ان کو امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نے ان کو ابو محمد عبد اللہ بن یوسف نے ان کو محمد بن
حامد بن حرث تھی نے بتایا ان سے حسن بن عرفۃ نے ان سے علی بن قدامہ نے اور انہوں
نے سیرۃ بن عبد اللہ سے، انہوں نے عبد الکریم جزری سے انہوں نے سعید بن جبیر سے اور
انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں (ابن عباس) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو علی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ (اے علی) ہم اور تم نور الائی سے خلق کئے گئے ہیں۔

مجھے تحریری طور پر سید النسا بہ عبد الحمید بن فخار موسوی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ان کو
ابو عبد اللہ محمد بن عبد العزیز تھی نے، ان کو حاکم الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن علی بن احمد
نے، ان کو محمد بن علی بن ابراهیم نظری نے، ان کو ابو علی حسن حداد نے بتایا اور انہوں نے
حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد سے، انہوں نے بغداد میں احمد بن یوسف بن خلاد نصیبی
سے، انہوں نے حارث بن ابو اسامہ تھی سے، انہوں نے ابو عثمان نہدی سے اور
انہوں نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں (سلمان) نے رسول اللہ کو

یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اور علی یہیں عرش کے نور سے خلق کئے گئے ہیں، آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل ہم اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے۔ جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو ہم اصلاح طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم صلب عبد المطلب میں پہنچے اور وہاں دو حصوں میں تقسیم ہوئے اس کا نصف صلب عبد اللہ میں اور نصف میرے چچا ابو طالب کے صلب میں آیا پس نصف سے میں خلق کیا گیا اور دوسرے نصف سے علی خلق کئے گئے اور اللہ نے اپنے ناموں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علی ہے اللہ فاطر ہے اور میری بیٹی فاطمہ ہے، اللہ محسن ہے اور میرے بیٹے حسن و حسین ہیں، میرے لئے رسالت و نبوت اور علی کے لئے خلافت و شجاعت کا انتخاب کیا پس میں رسول اللہ اور علی سیف اللہ ہیں۔

مجھے بطور اجازہ ابو طالب بن حسن خازن نے ناصر بن ابو المکارم سے نقل کیا انہوں نے کہا ہم کو ابو المؤید موفق بن احمد نے اجازۃ بتایا (اگر سماعانہ بتایا ہو) نیز مجھے عزیز محمد نے اپنے والد ابو القاسم بن ابو الفضل بن عبد الکریم سے بطور اجازۃ خبر دی انہوں نے کہا ہم کو اجازۃ شہزادار بن شیرودیہ بن شہزادار دیلمی نے خبر دی (پھر اس کا سلسہ سند وہاں تک پہنچتا ہے جو شہزادار بن شیرودیہ دیلمی میں بیان کیا جا چکا ہے اور حدیث کا متن بھی وہی ہے) اس کے بعد مؤلف (عقبات الانوار) نے شیخ ابو طالب بن حسین سے روایت نقل کی ہے جو روایت مطرزی (شمارہ ۱۵) میں بیان ہو چکی ہے۔

۲۳۔ روایت درکزینی

شرف الدین محمود بن محمد درکزینی طالبی قرشی نے اپنی کتاب نزل السائرین فی احادیث سید المرسلین میں اس حدیث کی روایت کی ہے جیسا کہ علی بن ابراہیم نے بحر المناقب میں کہا ہے کہ نزل السائرین اور مناقب خوارزمی میں سلمان سے مردی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ پیش خدا میں اور علی درحال اطاعت ایک نور تھے، وہ نور آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نوران کی صلب میں آیا اور ہم ہمیشہ ایک ہی رہے یہاں تک کہ صلب عبد المطلب سے جدا ہوئے اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔

احوال و آثار

اسنونی شافعی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

شرف الدین محمود بن محمد بن محمود قرشی طالبی معروف بہ درکزینی عالم، زاہد، کثیر العبادۃ، سنت پرستی سے عمل کرنے والے اور صاحب کرامت تھے عامہ و خاصہ اور ملوك و علماء کی نظر میں محترم تھے۔ وہ طویل القامت، بلند آواز والے، اچھے اخلاق کے حامل اور سخنی تھے ان کا اہل علم اور نذہبی گھرانے سے ربط تھا ان کی اولاد میں علماء اور صلحاء تھے انہوں نے حدیث میں نزل السائرین تصنیف کی جو ایک جلد میں ہے اور شرح منازل السائرین ہے جو دو جلدوں میں ہے ۱۳۲۳ء کے وفات پائی اور ہمان سے نزدیک درکزین میں دفن ہوئے ہیں

بـ بحر المناقب - مخطوط

۲۳۔ روایت زرندی

جمال الدین محمد بن یوسف بن محمود بن حسن مدّنی زرندی نے اس حدیث کو اپنے بلغ

اشعار میں پیش کیا ہے جو یہ ہیں۔

اخو احمد المختار صفوہ هاشم ابو السادۃ الغرمیامین بالمنف

ہما ظہرا شخصین والنور واحد بنص حديث النفس والنور فاعلمن

نیز محمد بن یوسف زرندی نے نظم دراسطین میں ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ پیش خدا میں اور علی آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نوران کی صلب میں آیا پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ صلب عبدالمطلب میں پہنچا اور وہاں سے دھصول میں منقسم ہوا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں آیا اور دوسرा حصہ صلب ابو طالب میں پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں وہ میرے بعد سارے مؤمنین کا ولی ہے۔

احوال و آثار

جمال الدین محمد بن یوسف بن محمود بن حسن زرندی، اہلسنت کے کبار علماء میں

ہیں۔ ان کے بارے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

”مشیل الدین محمد بن یوسف بن حسن بن محمد بن حسن زرندی حنفی، نور

الدین علی کے بھائی تھے حافظ شمس الدین جزری دمشقی نے انہیں جنید بلباوی کے مشائخ میں بتایا ہے۔ وہ شیراز گئے اور وہاں کے عالم کہلائے ان کی ولادت ۶۹۳ھ میں ہوئی اور ۷۰۵ھ کے بعد شیراز میں وفات پائی۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اسٹمپین فی مناقب اسٹمپین تالیف کی ہے اسی طرح انہوں نے بغية المراجع تصنیف کی جس میں چالیس حدیثیں مع شرح و اسناد کے نقل کی ہیں اور برازی نے ان کے سو مشائخ بیان کئے ہیں۔ ”محمد بن یوسف شامی، سبل الہندی والا رشاد فی سیرۃ خیر العباد میں لکھتے ہیں:

”سفر زیارت قبر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشروعت پر شیخ تقی الدین سکلی، شیخ کمال الدین زملکانی، شیخ داؤد ابو سلیمان نے کتاب الانصار اور ابن جملہ اور دیگر آئندہ نے کتاب میں تالیف کی ہیں اور ابن تیمیہ کی ان پاتوں کو شیخ تقی الدین نے رد کیا ہے جن کو سمندر بھی پاک نہیں کر سکتا ہے اور ابن تیمیہ ہی کی رد میں اپنے زمانہ کے امام العلامہ محمد بن یوسف زرندي نے بغية المراجع الی طلب الارباح نامی کتاب لکھی ہے۔“

اسی طرح سمیہودی نے جواہر العقدین میں زرندي کی کتاب سے احادیث نقل کی ہے اور زرندي کو الحافظ سے یاد کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”حافظ جمال الدین محمد زرندي نے سدی سے روایت کی ہے کہ میں جوانی میں کھیل رہا تھا کہ اتنے میں اونٹ پر سوار ایک شخص آیا اور وہاں شہر کر علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا لوگوں نے اس کو گھیر لیا اتنے میں سعد یعنی ابن ابی وقاص آئے اور انہوں نے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا

یہ شخص علی کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔ سعد نے کہا خدا یا اگر یہ شخص، ایک عبد صالح کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو اسے مسلمانوں کے سامنے ذلیل کر دے۔ راوی کا بیان ہے ابھی تھوڑی دیر نہ گزرنی تھی کہ اونٹ نے اسے گرا دیا اور اسکی گردن ٹوٹ گئی پھر اونٹ نے اسے کچل دیا جس سے اس کی موت ہو گئی ہے۔

نیز جواہر العقدین ہی میں وجوب صلوٰۃ برآل نبی کے بارے میں اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اسی (وجوب) کی تائید حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف زرندي مدینی کے قول سے ہوتی ہے جسے انہوں نے معراج الوصول الی معرفۃ فضل آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم و سلم کے شروع میں بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی بات کہی ہے انہوں نے ان فضائل کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا ہے جنہیں اللہ نے اہلیت کو عطا کیا تھا وہ (شافعی) فرماتے ہیں:

یا اهل بیت رسول اللہ حبکم فرض من الله فی القرآن انزله
کفاکم من عظیم القدر اکم من لم يصل عليکم لا صلة له۔

نیز حافظ جمال الدین زرندی نے این عبارت سے روایت کی ہے کہ جب ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خير البرية نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا وہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں قیامت کے دن تم اور تمہارے شیعہ خوش خوش آئیں گے اور تمہارا دشمن اس طرح آئے گا کہ وہ ناخوش اور رو سیاہ

ہوگا۔ علی نے پوچھا میرا دشمن کون ہے؟ فرمایا جو تم سے برائت کرے اور تم پر لعنت بھیجے۔ احمد بن فضل بن محمد باکث حضریؑ کی نے بھی وسیلة المآل میں زرندی سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

حافظ جمال الدین زرندی نے حدیث "من كنت مولاه فعلی مولاہ"ؑ کی بعد واحدی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ولایت جس کو نبیؐ نے بیان کیا ہے اس کے بارے میں روز قیامت سوال ہوگا یعنی علی اور اہلیتؑ کی ولایت کے بارے میں پوچھا جائے گا کیونکہ اللہ نے نبیؐ کو حکم دیا تھا کہ وہ جواہر رسالت دینا چاہتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں اجر رسالت سوائے اہلیتؑ کی مودت کے کچھ بھی نہیں چاہتا۔

اسی طرح ابن صباغ ماکنی جیسے دیگر محدثین نے زرندی کو الشیخ الامام العلامۃ الحمد ث بالحمر الشریف النبوی کے القاب سے یاد کیا ہے۔

۲۵۔ روایت گیسو دراز

سید محمد بن یوسف حسینی دہلوی معروف ہے گیسو دراز نے حدیث نور کو نقل کرنے کے بعد اس سے استدلال کیا ہے کہ جو کمالات دیگر انبیاء میں تھے وہ سب کے سب پیغمبر اسلام میں بھی تھے وہ لکھتے ہیں:

پیغمبر اسلام کی یہ حدیث کہ میں اور علی، آدم کی خلقت سے چار ہزار سال قبل ایک

نور تھے اور ہم صلب عبدالمطلب سے جدا ہوئے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ سارے کمالات جو نوح و موسیٰ کلیم، خلیل اللہ اور روح اللہ میں تھے وہ سارے کے سارے محدثین موجود تھے۔ اور اللہ نے آدم اور عالم کو خلق نہیں کیا گرچہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے خلق کیا ہے۔

اسی طرح گیسو دراز نے اپنی اسی کتاب میں دو جگہوں پر اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے ”میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں جوہ میں نبوت آئی اور علی میں خلافت اور دوسری جگہ حدیث کا صرف اتنا فقرہ نقل کیا ہے کہ میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔“

احوال و آثار

سید محمد گیسو دراز الہست کے اعاظم میں ہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی اخبار الاخیر میں لکھتے ہیں:

”سید محمد بن سید یوسف حسینی دہلوی، شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے برحق خلیفہ تھے۔ سیادت اور اہل علم و ولایت کے درمیان ان کی شخصیت جامع، ان کی شان رفیع، ان کا مرتبہ بلند اور ان کا کلام بلند پایہ کا تھا۔ چشتی مشائخ کے درمیان ان کا خاص مشرب اور اسرارِ حقیقت کے بیان کا خاص طریقہ تھا پہلے ان کا قیام دہلی میں تھا لیکن اپنے استاد کی رحلت کے بعد (حیدر آباد) دکن

چلے گئے ان کو وہاں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور سب کے سب ان کے مطیع ہو گئے اور ان کا وہیں انتقال ہوا (اس کے بعد عبد الحق دہلوی نے گیسوردارز سے ان کے مشہور ہونے کی علت بیان کی ہے) ان کی مشہور تصنیف اسمار ہے جس میں انہوں نے حقائق و معارف کو رمز و اشارہ میں بیان کیا ہے۔“

۲۶۔ روایت مکمل

سید محمد بن جعفر کی، بحرالانساب میں لکھتے ہیں:

علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنائے کہ میں اور علی ایک نور سے ہیں اور یہ عبدالمطلب تک ایک نور رہا پھر میرا نور پیشانی عبد اللہ میں آیا اور وہ میں ہوں اور نور ولایت پیشانی ابوطالب میں آیا اور وہ علی ہیں پس میں اور علی نبوت ولایت میں ایک ہیں۔^۱

شیخ عبد الحق دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں سید محمد بن جعفر کی کاذکر کیا ہے اور اس میں ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کی تالیفات میں بحرالانساب کا ذکر کیا ہے۔^۲ انہوں نے لمبی عمر پائی تھی اور سلطان محمد مغلق سے سلطان بہلوں کے زمانہ تک سوال کی انہوں نے زندگی گزاری تھی۔ بحرالمعانی میں ان کا بیان ہے کہ میں نے ساٹھ سال علمی خدمات انجام دی ہیں۔

^۱ بحرالانساب مخطوط۔

۱۔ اخبار الاخیار ص ۱۳۲۔

^۲ اخبار الاخیار ص ۱۳۲۔

۲۷۔ روایت جلال بخاری

جلال الدین معروف بہ مخدوم جہانیان نے اس حدیث کی روایت کی ہے جیسا کہ ملک العلماء و ولت آبادی ہدایۃ السعداء میں لکھتے ہیں:

خرانۃ الجالیۃ میں یہ عبارت موجود ہے:

”پس وہ (نور) دو حصوں میں تقسیم ہوا نصف عبد اللہ کے حصہ میں آیا اور نصف ابوطالب کے حصہ میں۔ پس ایک حصہ سے میں خلق کیا گیا اور دوسرے حصے سے علی خلق کئے گئے اور سارے انوار میرے نور اور علی کے نور سے خلق کئے گئے اور انوار سے مراد ان کی اولاد اور ان کی اتباع کرنے والے ہیں۔“
مخدوم جہانیان کی تعریف و تمجید درج ذیل کتابوں میں ہے۔“

۱۔ مجید الدین بدختانی کی جامع السلاسل

۲۔ عبد الحق دہلوی کی اخبار الاخیار

۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی الاعتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

۴۔ رشید الدین دہلوی کی ایضاح لطافہ المقال

۵۔ حسن خان کی الفرع الناعمی

۲۸۔ روایت علی ھمدانی

المسنٹ کی عظیم شخصیت سید علی بن شہاب الدین ھمدانی نے اپنی کتاب مودة القریبی

میں اس سلسلہ میں کہ رسول اللہ اور علی ایک ہی نور ہیں اور جو خوبیاں علی کو عطا کی گئیں وہ کائنات میں کسی کو نہیں عطا کی گئی ہیں، کئی حدیثیں سلمان، ابن عباس ابوذر اور امیر المؤمنین سے نقل کی ہیں وہ حضرت علی کے چند فضائل کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

سلمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آدم کی خلقت سے چار ہزار سال قبل میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کی صلب میں آیا اور ہم ہمیشہ ایک ہی نور رہے یہاں تک کہ ہم صلب عبد المطلب سے جدا ہوئے ہم میں نبوت آئی اور علی میں خلافت۔

سلمان ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے خلق کیا اور مجھے اور علی کو ایک ہی درخت سے خلق کیا میں درخت کی بڑی ہوں اور علی اس کا تنا ہے اور حسن و حسین اس کے پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں جس نے اس درخت سے تمک کیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے انصراف کیا وہ گمراہ ہوا۔

ابوذر سے مروی ہے کہ یہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ نے اس دین کو علی کے ذریعہ غالب کیا یہ (علی) مجھ سے ہے اور میں اس (علی) سے ہوں اور اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اهمن کان علی بیانة من ربه۔ علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں جا

نیز سید علی ہمدانی نے فردوس الاخبار دیلمی کی تلخیص، روضۃ الفردوس میں لکھا ہے۔
 تیر ہواں باب: سلمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کی خلقت سے چار ہزار سال قبل میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نوران کی صلب میں آیا، ہم ہمیشہ ایک ہی نور رہے یہاں تک کہ صلب عبد المطلب سے جدا ہوئے۔ ہم میں نبوت آئی اور علی میں خلافت۔

پھر اسی جگہ سلمان سے دوسری روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: پیش خدا میں اور علی درحال اطاعت ایک نور تھے، آدم کی خلقت سے چار ہزار سال قبل وہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نوران کی صلب میں آیا، ہم (صلب عبد المطلب تک) ایک ہی نور رہے اور پھر وہاں سے جدا ہوئے اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرے جز علی ہیں۔

احوال و آثار

مشہور عالم الہلسنت سید علی ہمدانی کی تعریف و تجید حسب ذیل علماء نے اپنی کتابوں میں کی ہے۔

- ۱۔ بدختانی نے خلاصۃ المناقب میں
- ۲۔ عبدالرحمن جامی نے نفحات الانس میں
- ۳۔ کفوی نے کتابِ اعلام الاخیار میں

۳۔ شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں

۵۔ بد خشانی نے جامع السلاسل میں

۶۔ مبیدی نے الفوارق میں

۷۔ قشاشی نے السمت الجید میں

۸۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے الاغتباه میں

ہمدانی کی مشہور کتابوں میں ایک روضۃ الفردوس ہے جس کے بازے میں وہ خود

لکھتے ہیں:

جب میں نے اشیخ الامام العلامۃ قدوۃ الحقیقین وجۃ الحمد شیخ شجاع الملۃ والدین
ناصرالسنة ابی الحادی شیرودیہ بن شہردار دلمبی ہمدانی کی کتاب الفردوس کا مطالعہ کیا تو اسے
(معلومات کا) بے شل سمندر اور کنوز لطائف کا خزانہ پایا جو الفاظ نبویہ سے پر تھا مجھے ڈر تھا
کہ کہیں اس کا نور خاموش اور اس کے آثار مرت نہ جائیں لہذا حفظ اور حافظوں کی آسانی
کے پیش نظر میں نے اس سمندر کی تہہ سے بہترین جواہر کا استخراج کیا اور اسی باغ کے
درختوں سے شگوفوں کو وجود میں لا لیا اور اپنی اس کتاب کا نام ”روضۃ الفردوس“ رکھا۔

ہمدانی نے مشارب الاذواق فی ترجمہ میریہ ابن القارض میں بھی اس شعر:

لہا البد کاس وہی شمس قدیر ہا هلال و کم یبدوا اذا

مندرجت بنجم کی شرح میں حدیث نور کی روایت کی ہے۔

۲۹۔ روایت خندی

جلال الدین احمد خندی نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے متعلق حدیث انا منه و ہومنی کی توجیہ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے جیسا کہ شہاب الدین احمد توضیح الدلائل میں لکھتے ہیں: علامہ مطلع الکشف والکرامۃ جلال الدین احمد خندی نے کہا ہے کہ انا منه و ہومنی سے مراد یہ ہے کہ ہم میں کا ہر ایک دوسرے جیسا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے میں اور علی ایک نور سے ہیں۔

احوال و آثار

شہاب الدین احمد نے اکثر جگہوں پر خندی پر اعتماد کیا ہے جو ان کی عظمت و جلالت کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور ان کو مختلف جگہوں پر مختلف القاب سے یاد کیا ہے ایک جگہ ان کو مطلع الکشف والکرامۃ سے تعبیر کیا ہے اور دوسری جگہ ان کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے:

اشیخ الامام العارف العلامۃ، کشف و عرفان و کرامت کے منبع، جامع معقول و منقول،
یقین و وصول کی منزل تک پہنچنے والے، جلال الملۃ والشریعت و الصدق و الحق و الحقيقة
والدین احمد خندی، شیخ الحرم الشریف النبوي الحمدی قدس روحه نے اپنی بعض تصنیفات
میں لکھا ہے جاننا چاہئے کہ بعض حدیثوں میں صدقیق اکبر سے مراد ابو بکر ہیں اور بعض جگہوں
پر صدقیق اکبر کا اطلاق علی مرتفعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم و جهہ پر ہوا ہے، ان دونوں کے
علاوہ دوسروں پر بھی صدقیق اکبر کا اطلاق ہوا ہے۔

تیری جگہ لکھا ہے:

شیخ العارف، اسوہ ذوی المعارف جلال الدین احمد بن جندی قدس سرہ نے عائشہ، معاویہ اور ابوذر کی روایت نقل کرنے کے بعد کہا ہے یہ حدیثین، حدیث طیر کی تائید کرتی ہیں کیونکہ کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی نظر میں زیادہ محظوظ نہیں تھا مگر یہ کہ وہ اللہ عزوجل کی نظر میں بھی زیادہ محظوظ رہا ہو۔

چوتھی جگہ لکھا ہے:

الشیخ المرضی والا امام الرضی جلال الدین بحمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے ان سارے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا تھا جو مسجد میں ہلتے تھے سوائے دروازہ علی کے۔

پانچویں جگہ لکھا ہے:

الشیخ الامام الفائق العالم بالشرع والطراق والحقائق جلال الملة والدین احمد بحمدی مدینی روح اللہ روحہ و ائمۃ کل مقام سنی، نے کہا ہے: وہ پیدا ہوئے یعنی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور انہوں نے آغوش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم میں بچپنے ہی سے پرورش و تربیت پائی۔

۳۰۔ روایت شہاب الدین

سید شہاب الدین احمد نے حدیث نور کی روایت کی ہے چنانچہ وہ توضیح الدلائل علی ترجیح الفتاوی میں لکھتے ہیں:

محمد بن علی بن حسین نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کی صلب میں آیا اس کے بعد اللہ ہمیشہ اس نور کو ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ وہ صلب عبد المطلب میں پھوپھا اور وہاں وہ دو حصوں میں منقسم ہوا اس کا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں آیا اور دوسرا صلب ابو طالب میں پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے جو اس سے محبت کریگا (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا اور جو اس سے بعض رکھے گا مجھ سے بعض رکھنے کی وجہ سے میں اس سے بعض رکھوں گا۔

جا بر رضی اللہ تعالیٰ سے مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم عرفات میں تھے اور ان کے سامنے علی کرم اللہ وحہ تھے اس وقت نبی نے فرمایا اے علی میرے قریب آؤ اور اپنے ہاتھ کو میرے ہاتھ پر رکھو (اس کے بعد فرمایا) اے علی میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں میں اس درخت کی جڑ ہوں اور تم اس کا تنا ہو اور حسن و حسین اس کی شاخیں ہیں جو بھی ان شاخوں سے وابستہ رہے گا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

اس میں پہلی روایت کو ابو حامد محمود بن محمد امام صالحانی سے نقل کیا ہے۔ جنہوں نے حصول احادیث کی خاطر بہت زیادہ سفر کیا اور بہت سے مشائخ کو درک کیا اور ان سے حدیثیں سنیں اور انہوں نے ہر فن میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کر لی ہے۔ انہوں نے عراق میں امام ابو موسیٰ مدینی اور جو ان کے ہم طبقہ تھے

ان کی ہم نئی اختیار کی (اور ان سے امام حافظ ابو بکر بن مردویہ تک کے سلسلہ سند سے مرفوع احادیث نقل کی ہے) اور دوسری حدیث کی امام الحافظ ابو نعیم اصفہانی تک کے سلسلہ سند سے روایت کی ہے۔

۳۱۔ روایت دولت آبادی

ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر دولت آبادی نے احراق حق و ابطال باطل کے لئے اہلسنت کی تین سو کتابوں سے اخذ کر کے ہدایت السعداء فی جلوة الشعراء نامی کتاب لکھی اور انہوں نے اس کتاب میں حدیث نور کو ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

جلوہ ۲: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو جس چیز سے عزت دی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو اپنا خ (بھائی) بنایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چپازاد بھائی تو بہت تھے لیکن ان میں بھائی صرف حضرت علی کو بنایا کیونکہ محمد علی دونوں ایک نور سے ہیں۔ اور علی کے علاوہ نبی ہاشم میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے اور پوری حدیث نور کو ہم جلوہ نمبر ۷۱ میں ذکر کریں گے۔ اور المصائب، المغارق، الخزانۃ الجلالیۃ اور الدرر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے علی تم مجھے سے ہو اور میں تم سے ہوں یعنی تم میرے نور سے ہو اور میں تمہارے نور سے ہوں اور اتمہید میں فضائل صحابہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مر جہاں میرے بھائی اور میرے چپا کے بیٹے کہ میں اور وہ (علی) ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں یا

شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی کتاب میں حدیث نور کو اس بات کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ سیادت، علی اور اہلبیت کے لئے ہے اور جو اس سے انکار کرے وہ کافر ہے کیونکہ منکر حدیث کافر ہے۔ شہاب الدین نے اپنے مدحی کو کئی طریقوں سے ثابت کیا ہے۔

۱۔ مشہور حدیث ہے اے علی میں سید المرسلین اور تم سید المسلمين ہو جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے، اے علی میں اولاد آدم کا سردار اور تم اولاد ہاشم کے سردار ہو۔ اور صحائف میں ہے کہ عائشہ کا بیان ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی کہ اتنے میں علی آگئے، رسول نے دیکھ کر کہا یہ عرب کا سردار ہے تو اس پر میں (عائشہ) نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں کیا آپ سید العرب نہیں ہیں تو رسول اللہ نے فرمایا میں سید العالمین اور وہ (علی) سید العرب ہے۔

یہ حدیث مشہور و متواتر ہے پس اگر کوئی کہے کہ علی سید و سردار نہیں ہیں جب کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی سید و سردار ہیں تو گویا اس نے محمد مصطفیٰ کی تکذیب کی اور تکذیب رسول اللہ کفر ہے۔

۲۔ علی کی خلقت اس نور سے ہوئی جس سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت ہوئی تھی اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ محمد سید و سردار ہیں (لہذا علی بھی سید و سردار ہیں)۔

۳۔ علی اور محمد کی خلقت ایک درخت سے ہوئی تھی جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے مجھے اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا ہے اور (چونکہ) محمد سید و سردار ہیں (لہذا علی بھی سید و سردار ہیں)

احوال و آثار

شہاب الدین دولت آبادی کا شمار اہلسنت کے مشہور و معروف علماء میں ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے اخبار الاخیار میں، صدیق حسن نے ابجد العلوم میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے المقدمة السدیہ میں انہیں ہندوستان کے علماء و فقهاء میں شمار کیا ہے اور رشید الدین دہلوی نے انہیں آئمۃ الدین اور معتمد قدماء اہلسنت میں قرار دیا ہے اور ان کو احمد بن حنبل، ابن جوزی اور فقیہ افانی کی طرح بزرگ علماء اہلسنت میں شمار کیا ہے اور علماء اہلسنت کے ان افراد میں تذکرہ کیا ہے جنہوں نے اہلبیت کے فضائل میں کتابیں تالیف کی ہیں اور انہوں نے اپنی کتاب ایضاح لطافتہ المقال اور عزۃ الرashedین میں شہاب الدین دولت آبادی سے بہت زیادہ نقل کیا ہے۔

غلام علی آزاد بلگرای، سچہنہ المرجان فی علماء ہندوستان میں لکھتے ہیں:

”مولانا قاضی شہاب الدین بن شمس الدین عمر زاوی دولت آبادی نور ضریحہ دولت آباد دہلی میں پیدا ہوئے اور قاضی عبدالمقتدر دہلوی اور مولانا خواجہ کی شاگردی اختیار کی قاضی عبدالمقتدر دہلوی ان کے بارے میں کہتے تھے کہ میرے پاس ایک ایسے طالب علم کو لایا گیا جس کے گوشت پوسٹ میں علم تھا۔ جب تیوری لشکر ہندوستان آرہا تھا تو اس کے دہلی پہنچنے سے پہلے مولانا خواجہ دہلی سے نکل کر کابلی پہنچے اور قاضی شہاب الدین بھی ان کے ہمراہ تھے لیکن

لائز مزید معلومات کے لئے عبقات الانور حدیث نور حس ۲۰۸ سے ۲۲۰ تک مراہد بکھرے۔

قاضی شہاب الدین نے دارالخیور جونپور کا رخ کیا جب وہ وہاں پہنچے تو والی جو نپور سلطان ابراہیم شرقی نے ان کی آمد کو غنیمت سمجھا اور بزرگوں کے درمیان تنظیم و تکریم کی اور انہیں ملک العلماء سے ملقب کیا اور انہوں نے سند افادہ کو زینت بخشی اور کتابیں تالیف کیں جن کی وجہ سے وہ عرب و عجم کے شہ سوار بن گئے انہوں نے تالیف کے فانوس میں درج ذیل علمی شعیں روشن کی ہیں۔

البحر الموج
فی تفسیر القرآن العظیم (فارسی میں)،
نحو میں کافیہ پر حاشیہ لگایا اور یہ ان کی مشہور
تصنیف ہے، الارشاد (نحو میں کتاب لکھی جس میں تعریف کے ساتھ مثالیں پیش
کیں۔ بدیع المیز ان، فن بلاغت میں مسجح عبارت میں تحریر کیا، اصول فقه میں
شرح بزودی لکھی جو بحث امر تک ہے، قصیدہ بانت سعادت کی مبسوط شرح کی۔ ان
تقسیم علوم پر فارسی میں رسالہ لکھا اور مناقب السادات بتلک العبارة تالیف کی۔ ان
کا ۲۵، رب ج ۸۲۹ھ میں انتقال ہوا اور جونپور کی مسجد سلطان ابراہیم شرقی کے
جنوبی حصے میں دفن ہوئے ہیں۔

۳۲۔ روایت ابن حجر عسقلانی

احمد بن علی بن محمد معروف بابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی سلمان سے روایت کی
ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: میں اور علی پیش خدا ایک نور تھے ہی
اور سلمان ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میں اور علی ایک نور سے خلق کئے

گئے ہیں۔

احوال و آثار

ابن حجر کو بخاری نے شیخ الاستاذ، امام الائمه، حافظ، ثقة اور جامع علوم و فنون سے یاد کیا ہے اور سیوطی ۳، ابن العماد ۴ اور فاسی ۵ نے بھی بڑی ستائش کی ہے۔ ۶

۳۳۔ روایت حافی

احمد بن محمد حافی حبیبی شافعی نے حدیث نور کی روایت کی ہے وہ ترالمذاب فی بیان ترتیب الاصحاب میں لکھتے ہیں:

احمد نے اپنی دنوں کتابوں یعنی مسند و مناقب میں روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے جب آدم خلق کئے گئے تو ان میں وہ نور تقسیم کیا گیا اور اس کے دو حصے قرار دیئے گئے ایک حصہ میں اور دوسرا حصہ علی تھے۔ اور صاحب کتاب الفردوس نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ: پھر ہم منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ عبدالمطلب تک پہنچے۔ ہم میں نبوت آئی اور علی میں

۱- تسدید القوس فی فخر مسند الفردوس حرف رخ۔
۲- الحضور، الماجد ج ۲ ص ۳۶۰۔

۳- تسدید القوس فی فخر مسند الفردوس حرف رخ۔

۴- حسن الحاضرة ج ۱ ص ۳۶۳۔

۵- ثذرات الذهب ج ۷ ص ۲۲۰۔

۶- ذیل تذكرة الحفاظ ص ۳۸۰۔

(خلافت و) وصایت۔

۳۲۔ روایت وصابی

ابراهیم بن عبد اللہ وصابی یعنی شافعی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس جیسی حدیثوں کے لئے ایک خاص باب قائم کیا ہے وہ الاکتفاء فی فضل الاربعة اخلفاء میں لکھتے ہیں: پانچواں باب ان احادیث سے متعلق ہے جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کی شان میں ارشاد فرمائی ہیں۔ مثلاً وہ (علی) نفس رسول ہیں، علی کو رسول سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدنا سے ہوتی ہے، آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا وہ دونوں (محمد و علی) دونور تھے، کوئی میرا قرض ادا نہیں کر سکتا سوائے میرے اور علی کے۔

سلمان سے مردی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دھوؤں میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ میں اور دوسرا حصہ علی ہیں اس روایت کو احمد نے اپنی مناقب میں نقل کیا ہے۔

نیز حضرت علی سے مردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور علی ایک نور سے خلق ہوئے ہیں۔ ہمارے باپ آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل عرش پر اس نور نے اللہ کی تبعیج کی اور جب آدم خلق کے گئے تو ہم ان کے صلب میں آئے اور پھر ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ صلب عبدالطلب میں ہوئے اور ہم دھوؤں میں مقسم ہوئے

- میں صلب عبد اللہ میں اور علی صلب ابو طالب میں آئے مجھے اللہ نے نبوت کے لئے اور علی کو شجاعت، علم اور فصاحت کے لئے منتخب کیا اور ہمارے نام کو اپنے نام سے منتقل کیا اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ تعالیٰ ہے اور یہ علی ہیں۔ اس حدیث کو ابن اسیوع اندری نے اپنی کتاب الشفاء میں نقل کیا ہے۔

۳۵۔ روایت جمال محدث

جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبد الرحمن شیرازی نیشا پوری معروف بجمال الدین محدث (کہ جو مخاطب شاہ صاحب کے مشائخ اجازہ میں سے ہیں) نے اربعین میں کہ جسے انہوں نے فضائل امیر المؤمنین علیہ السلام میں تالیف کیا ہے، اس حدیث کی روایت کی ہے وہ کہتے ہیں۔

پہلی حدیث ابن عباس سے مردی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کی صلب میں آیا اور ہمیشہ وہ نور ایک صلب سے دوسرے طلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ صلب عبدالمطلب میں پہنچا اور اس کو اللہ نے دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں اور دوسرਾ حصہ صلب ابو طالب میں آیا۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں لہذا جو اس (علی) سے محبت کریگا (گویا) مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے میں اس سے محبت کروں گا اور جو اس سے بعض رکھے گا (گویا) مجھ سے بعض رکھنے کی وجہ

سے میں اس سے بعض رکھوں گا۔

اسی حدیث کی طرف اس بیت میں اشارہ کیا گیا ہے جس کو میں نے کتاب کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے یعنی

بِنَصْحِ حَدِيثِ النَّفْسِ وَالنُّورِ وَاحِدٍ هَمَا ظَهَرَ لِشَخْصِينَ وَلَمْ يَعْلَمْنَا ۖ

مولف نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انہوں نے کتاب الاربعین میں صرف معتبر حدیثیں نقل کی ہیں وہ خطبہ کے بعد کہتے ہیں:

عطاۃ اللہ بن فضل اللہ مشہور بہ جمال الدین محمد حسین کہتا ہے کہ یہ چالیس حدیثیں امیر المؤمنین، امام المتقین، یحسوب المسلمین و رأس الاولیاء والصدیقین مبین مناهج الحق والیقین، کاسرا الانصاب و هازم الاحزاب، المتصدق فی المحراب، فارس میدان اطعان والحضراب، المخصوص بکرامۃ الاخوة الانتخاب کے مناقب میں ہیں کہ جسے دار الحکمة و مدینۃ العلم کا باب کہا گیا ہے اور جس کے بارے میں من کنت مولوہ فعلیؑ مولاہ کہہ کر اس کو سب سے برتر قرار دیا گیا ہے اور اسی کے لئے (رسول اللہ) نے دعا کی تھی اللهم وال من والاہ و عاد من عاداہ... گرچہ ان کے فضائل و مناقب کو شمار نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ ابن عباس سے مرفوعاً مردی ہے کہ اگر سارے درخت قلم اور سندرو روشنائی بن جائیں اور جنات گئے والے اور انسان لکھنے والے ہو جائیں تب بھی فضائل علی بن ابی طالب کا احصاء نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود میں نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف چالیس حدیثوں پر اتفاقہ کیا ہے کیونکہ رسول

الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو میری امت میں چالیس حدیثوں کو یاد کرے اللہ اسے فقید و عالم مسجوت کرے گا۔ میں نے ان چالیس حدیثوں کو اہلیت علیہم السلام کے طریق سے معتبر کتابوں سے جمع کیا ہے۔

احوال و آثار

سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی ملقب به محدث، عالم و محدث تھے۔ علماء کی نظر میں ان کی کئی مقبول تصنیفات ہیں جیسے سیرت میں روضۃ الا حباب اور فضائل امیر المؤمنین میں الاربعین۔ ان سے قاری نے مرقاۃ فی شرح المخکاة میں نقل کیا ہے اور وہ مخاطب (شاہ صاحب دہلوی) کے مشائخ میں سے ہیں۔

۳۶۔ روایت جفری

شیخ بن علی بن محمد جفری نے ثابت کیا ہے کہ حدیث نور، رسالتنا ب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوئی ہے۔ وہ کنز البر اہین الکسریہ والاسرار الوہبیہ الغیریہ میں لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔

احوال و آثار

مجھی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”شیخ بن علی بن محمد بن عبد اللہ بن علوی بن الی بکر بن جعفر بن محمد

بن علی بن محمد بن احمد استاذ الاعظم، فقیہ المقدم جفری سے پہچانے جاتے ہیں وہ بہت سی فضیلتوں کے مالک اور محترم و معزز قاضی تھے۔ ان کا شمار چوٹی کے علمائے میں ہوتا تھا وہ تریکیں نامی دیہات میں پیدا ہوئے اور وہیں انہوں نے حفظ قرآن کیا اور عرفان سے کسب فیض کیا اور پھر ہندوستان آئے وہاں سے انہوں نے حریمین (مکہ و مدینہ) کے لئے سفر کیا اور ان کو علوم عقلیہ و تقلییہ پر دسترس ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ وہ صف اول کے علمائے اعلام میں تھے صفر ۲۰۲۳ھ میں بندر شیر میں ان کا انتقال ہوا۔“

۷۳۔ روایت ہروی

شیخ محمد واعظ ہروی نے مختلف طرق و اسناد سے اس حدیث کی روایت کی ہے انہوں نے ریاض الفھائل میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے وہ کہتے ہیں:

گیارہویں فصل اس سلسلہ میں ہے کہ (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم اور (علی) کرم اللہ وحده ایک ہی نور سے ہیں اور وہ (علی) خلیفہ ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اللہ نے نور کا ایک ٹکڑا نازل کیا اور اسے صلب آدم میں رکھا یہاں تک کہ اس کو دھوون میں تقسیم

کیا اس کا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں اور دوسرا حصہ صلب ابو طالب میں قرار دیا مجھے نبی اور علی کو وصی بنایا۔ ابو الحسن مغازلی نے اس حدیث کی اپنی مناقب میں روایت کی ہے۔

اور سلمان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے، آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل وہ نور اللہ کی سیج و تقدیم کرتا تھا، جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کی صلب میں آیا اور ہم صلب عبد المطلب تک ایک ہی رہے وہاں سے ہم جدا ہوئے مجھ میں نبوت اور علی میں خلافت آئی۔ ابو الحسن ابن مغازلی نے صحاح الاخبار سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور میں کہتا ہوں کہ حضور نے جو یہ فرمایا کہ مجھ میں نبوت آئی یعنی مجھ پر نبوت ختم ہوئی اور یہ کہ علی میں خلافت آئی یعنی علی پر خلافت ختم ہوئی۔

سلمان ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور و حصول میں تقسیم ہوا اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے۔ اس حدیث کو احمد ابن حبیل نے مناقب میں نقل کیا ہے۔

اس سلسلہ میں زبدۃ العرفاء الابرار الشیخ فرید الدین عطار نے الہی نامہ میں کتنا اچھا

شعر کہا ہے ملاحظہ فرمائے۔

بیمبر گفتہ است اس نور دیدہ علی چوں بانبی آمد ذیک نور	ذیک نور دیدہ هر دو آفریدہ یکی باشند هر دو اڑ دو فی دو در
---	---

ابن اسیوی اندلسی نے اپنی کتاب الشفاء میں الاتکفاء سے حضرت علی سے روایت کی

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں ہمارے باپ آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل وہ نور عرش پر اللہ کی تسبیح کر رہا تھا۔ جب آدم خلق کئے گئے تو ہم ان کے صلب میں آئے پھر ہم اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب میں پہنچے اور وہاں دو حصوں میں منقسم ہو گئے میں صلب عبداللہ میں اور علی صلب ابوطالب میں آئے مجھے بتوت کے لئے اور علی کو شجاعت، علم اور فصاحت کے لئے منتخب کیا اور ہمارے ناموں کو اپنے نام سے مشتق کیا اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔

سید جلال الدین بخاری نے فوائد الجلایہ میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ رسالتِ مکہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اللہ نے ایک نور کو خلق کیا اور اس کو جز جز کیا اس کے ایک جز سے عرش، ایک جز سے ستارے، ایک جز سے سدرۃ المتنبی کو خلق کیا اور ایک جز کو زیر عرش حفظ رکھا یہاں تک کہ آدم خلق کئے گئے پس اللہ نے اس نور کو ان کی پیشانی میں دلیعت کیا اور یہ نور عبدالمطلب تک ایک باپ سے دوسرے باپ کی طرف منتقل ہوتا رہا، صلب عبدالمطلب سے دو حصوں میں منقسم ہوا ایک حصہ عبداللہ اور دوسری حصہ ابوطالب کی طرف منتقل ہوا اپنی ایک حصہ سے میں خلق کیا گیا ہوں اور دوسرے حصہ سے تم خلق کئے گئے ہو لہذا سارے انوار میرے اور تمہارے نور سے ہیں۔

۳۸۔ روایت احمد بن ابراہیم

احمد بن ابراہیم نے حدیث نور کی روایت کی ہے جیسا کہ ان کی کتاب جواہر الفتاویں سے نقل گیا ہے کہ سلمان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم کی

خلقت سے چار ہزار سال قبل میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نوران کے صلب میں آیا اور ہم ہمیشہ ایک ہی رہے یہاں تک کہ صلب عبد المطلب سے جدا ہوئے ہم میں نبوت آئی اور علی میں خلافت لے

۳۹۔ روایت محمد ماہ عالم

سید محمد بن سید جلال ماہ عالم نے تذکرۃ الابرار میں اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث اخبار معتبرہ میں سے ہے حضرت علیؑ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان کا ظاہر مبارک اور اسرار بھائی کا مظہر، ان کا باطن کریم اور انوار ربانیہ کے نزول کی جگہ ہے، ان کے فضائل و مناقب کو گروش لیل و نہار بیان نہیں کر سکتے، ان کے فضائل کا احصاء اور ان کے کمالات کا احاطہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کا نسب شریف خیر الانام (محمد مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کی معتبر حدیث سے جانا جاسکتا ہے جس میں آپؐ نے فرمایا میں اور علی ایک نور سے ہیں اور آپؐ کے حسب کی عظمت حضورؐ کی اس حدیث سے واضح ہے کہ تم (علیؑ) دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو اور آپؐ کی وسعت علم کا اندازہ اس صحیح حدیث سے ہوتا ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور آپؐ کے جو دوستا کی وسعت قرآنؐ کی اس آیت سے معلوم ہوتی ہے **الذین ينفقون اموالهم بالليل والنہار سرا و علانية اور لا فتنی الا علیؑ لا سیف الا ذوالقدر سے**

آپ کی شجاعت کا پتہ ملتا ہے اور روز خندق، جنگ علی کا امت کے اعمال سے افضل ہوتا ان کی فضیلت کو روشن کر رہی ہے۔

۳۰۔ روایت محمد صدر عالم

محمد صدر عالم نے اپنی کتاب معارج اعلیٰ فی مناقب المرتضی میں ابن اسیویع انڈی کی کتاب الشفاء سے حضرت علی سے اس حدیث کی روایت کی ہے: حضرت علی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور علی ایک نور سے ہیں قل اس کے کہ اللہ آدم کو خلق کریا اس سے ایک ہزار سال پہلے عرش پر اس نور نے اللہ کی تسبیح کی۔ جب آدم خلق کئے گئے تو ہم ان کی صلب میں آئے پھر ہم اصلاح طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ صلب عبد المطلب میں پہنچے اور وہاں دو حصوں میں منقسم ہو گئے میں صلب عبد اللہ میں اور علی صلب ابوطالب میں آئے مجھے نبوت کے لئے اور علی کو شجاعت و علم و فصاحت کے لئے اللہ نے انتخاب کیا اور ہمارے ناموں کو اپنے نام سے مشتق کیا اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اللہ علی ہے اور یہ علی ہیں۔

محمد صدر عالم، حضرت کے دیگر فضائل اور ابن عربی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں میری بات کی تائید امام احمد کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے انہوں نے سلمان فارسی سے اپنی مناقب میں نقل کیا ہے۔ سلمان فارسی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قبل اس کے کہ آدم خلق کئے جائیں ان کی خلقت سے

چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور دو حصوں میں تقسیم ہوا اس کا ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا حصہ علی ہیں۔ اور اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اے علی تم دیگر ان بیانات کے ساتھ مخفی طور پر ساتھ تھے اور میرے ساتھ علامہ طور پر ساتھ ہو۔

احوال و آثار

محمد صدر عالم، ہندوستان کے بزرگ علماء الحسنت میں تھے وہ محدث اور عارف تھے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے *التحصیمات الاصحیۃ* میں ان کی مدح و شناکی ہے اور صاحب نزہۃ الخواطر نے ان کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے:

اشیخ الفاضل، علماء عالمین اور عباد الصالحین میں سے تھے ان کی تصنیفات میں ایک
معارج علی ہے۔

۲۱۔ روایت آزاد بلگرامی

حسان الحسن غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب شجرۃ طیبہ میں بطور احتیاج واستدلال ابن اسیوط اندرسی کی کتاب الشفاء سے حدیث نور کی روایت کی ہے وہ لکھتے ہیں:

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور علی ایک نور

سے ہیں ہمارے باپ آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل عرش پر اس نور نے اللہ کی تشیع و تقدیمیں کی اور جب آدم خلق کئے گئے تو ہم ان کی صلب میں آئے پھر ہم اصلاح طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب میں پھوٹے پھر ہم دو حصوں میں منقسم ہو گئے میں صلب عبد اللہ میں اور علی صلب ابوطالب میں آئے مجھے نبوت کے لئے اور علی کوشجاعت و علم و فصاحت کے لئے منتخب کیا گیا اور اللہ نے ہمارے ناموں کو اپنے نام سے مشتق کیا پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اللہ علی ہے اور یہ علی ہے۔

صدقی حسن خان قنوجی نے ابجد العلوم اور اتحاف العلیاء میں غلام علی آزاد بلگرامی کی تفصیل سے حدیث و ثنا کی ہے مزید معلومات کے لئے مذکورہ کتاب یا عبقات الانور ج ۸ حدیث نور ص ۲۴۳ تا ۲۲۳ کی طرف مراجعہ کریں۔

حدیث نور کے شواہد

یہاں تک میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ حدیث نور کو ثقات محدثین و حفاظت نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور اس کے قطعی الصدور ہونے کو ثابت کیا ہے۔ لیکن یہاں اس حدیث کے شواہد و مسویدات کو پیش کر رہے ہیں تاکہ حق واضح اور مخالفین پر جنت تمام ہو جائے۔

پہلی حدیث : حدیث شجرہ

یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ رسالت کتاب اور علیؑ ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں جبکہ باقی لوگ مختلف درختوں سے خلق کئے گئے ہیں۔ اس حدیث کی روایت کرنے والے

آنکہ دھناظ حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ طبرانی، ۲۔ حاکم نیشاپوری، ۳۔ ابن مردویہ اصفہانی، ۴۔ ابن مغازی و اسطی
- ۵۔ شیرودیہ دیلمی ہمدانی، ۶۔ خطیب خوارزی، ۷۔ زرندی، ۸۔ شہاب الدین احمد، ۹۔ نور بدختانی، ۱۰۔ میدی یزدی، ۱۱۔ سیوطی، ۱۲۔ مقتی ہندی، ۱۳۔ وصاہی یمنی، ۱۴۔ جمال الدین محمدث، ۱۵۔ مناوی، ۱۶۔ جفری، ۱۷۔ میرزا محمد بدختانی، ۱۸۔ محمد صدر عالم، ۱۹۔ نظام الدین دہلوی، ۲۰۔ محمد بیمن لکھنؤی

مختلف الفاظ میں وارد ہونے والی حدیث شجرہ کے اسناد کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے راوی ثقات محدثین، مشاہیر حفاظ اور کبار علماء میں سے ہیں یہاں علمائے نکور کی عبارتوں کو نقش کر رہے ہیں۔

ا۔ روایت حاکم

حاکم کا بیان ہے کہ مجھے حسین بن علی تیمی نے خبر دی، ان کو ابوالعباس احمد بن محمد نے، ان کو ہارون بن حاتم نے، ان کو عبد الرحمن بن الی حماد نے بتایا اور انہوں نے الحن بن یوسف سے، انہوں نے عبدالله بن محمد بن عقیل سے اور انہوں نے چابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں (جابر) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

سرے لوگ مختلف درختوں سے ہیں لورام لورام ایک رخت سے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی **وَجَنَّتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَذَرَعٍ وَنَخْلٍ صَنْوَانٍ وَغَيْرٍ صَنْوَانٍ يَسْقَى بِهِ وَاحِدٌ**۔ یہ حدیث صحیح السند ہے۔

۲۔ روایت ابن مغازلی

ابن مغازلی کا کہنا ہے: ہم کو عبد اللہ بن ابی نصر ابو زکریا نے خبر دی، ان کو عبد الرحمن بن احمد بن نصر ازدی الحافظ نے، ان کو ابو محمد حافظ عبد الغنی بن سعید ازدی نے ان کو یوسف بن قاسم میانجی نے بتایا اور انہوں نے علی بن عباس مقامی سے، انہوں نے محمد بن مروان سے، انہوں نے ابراہیم بن حاکم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو مالک سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور علی ایک درخت سے اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں ۔

۳۔ روایت دیلمی

دیلمی نے فردوس الاخبار میں روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا: اے ابن عباس میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں ۔

۴۔ روایت خوارزمی

اخطب خوارزمی نے المناقب میں کہا ہے کہ: سید الحفاظ ابو منصور شہزادار بن شیرودیہ بن شہزادار دیلمی نے ہمدان سے خط کے ذریعہ ہم کو خبر دی، ان کو رئیس عبدوں بن عبد اللہ بن عبدوں ہمدانی نے ہمدان سے خبر دی، ان کو شریف ابوطالب فضل بن محمد جعفری نے اصفہان

۱۔ مناقب ابن مغازلی ص ۳۰۰

۲۔ فردوس الاخبار ج ۱ ص ۷۷

میں بتایا ان کو حافظ ابو بکر بن مرویہ نے بطور اجازت خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے ہمارے جد نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن الحنفی بغوی نے، انہوں نے محمد بن احمد بن ابی العوام سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عمر بن عبد الغفاری سے، انہوں نے محمد بن علی سلمی سے، انہوں نے عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے اور انہوں نے جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور علی ایک درخت سے اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں یا

۵۔ روایت زرندی

محمد بن یوسف بن محمود بن حسن زرندی، نظم در راستین میں لکھتے ہیں:

جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی و فسی الارض قطع متجاوزات۔ یسقی بما، واحد۔

۶۔ روایت شہاب الدین احمد

سید شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل علی ترجیح الفھائل میں تحریر کیا ہے کہ جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور اے علی تم ایک ہی درخت سے ہیں پھر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی وفی الارض قطع متجاوزات..... یعنی بماء واحد۔ اس کی صالحانی نے اپنی سند سے حافظ ابن مردویہ سے روایت کی ہے اسی طرح شیخ شمس الدین زرندی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

کے روایت نور بخششی

شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی جیلانی لاہوری شرح لفظش راز میں فضائل علی میں لکھتے ہیں:
رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کا
وہی ہے نیز فرمایا: ہم تحریل قرآن پر جنگ کر رہے ہیں اور علی تاویل قرآن پر جنگ کرے گا۔

حضور ہی نے فرمایا میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے
چاہئے کہ وہ اس دروازے پر آئے۔ آپ نے فرمایا میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور لوگ
مختلف درختوں سے ہیں۔ نیز فرمایا حکمت کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اس کے نو حصے علی کو
عطائے گئے ہیں اور ایک حصہ میں سارے لوگ شریک ہیں نیز فرمایا جو مجھ پر ایمان لا یا اور میری
تصدیقی کی اس کو میں حکم دیتا ہوں کہ وہ علی بن ابی طالب کی ولایت کا اقرار کرے کیونکہ جس
نے اس کو ولی بنایا گویا اس نے مجھ کو ولی بنایا اور جس نے مجھ کو ولی بنایا اس نے خدا کو ولی
بنایا۔ حضور ہی نے فرمایا جب میں شب معراج آسمان پر گیا تو تمام انبیاء میرے گرد جمع ہو گئے اللہ
نے وہی نازل کی اے محمد ان سے پوچھو کہ تم کن امور پر مبعوث ہوئے تھے تو انبیاء نے جواب دیا
کہ مبعوث ہوئے تھے اللہ کی وحدانیت، آپ کی نبوت اور علی کی ولایت کے عہد و اقرار پر۔

۸۔ روایت میدی

حسین میدی فوائع میں لکھتے ہیں:

جابر بن عبد اللہ نے روایت کی ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارے لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور اے علی تم ایک درخت سے ہیں اس کے بعد اس آیت کی تلاوت کی و فی الارض قطع متج Gloverat و جنات من اعناب و ذرع و خیل صنوان و غیر صنوان یسقى بما واحد فضل بعضها على بعض فی الاکل ۱

۹۔ روایت سیوطی

جلال الدین سیوطی نے رسالہ القول الحکی فی فضائل علی میں دیلی ہے نقل کیا ہے کہ تیرہویں حدیث جابر سے مردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں ۲

۱۰۔ روایت متفقہ ہندی

ملافقہ ہندی، کنز العمال میں دیلی ہے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا میر اور علی ایک درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں ۳

۱۔ الفوائع شرح دیوان امیر المؤمنین ص ۱۱۱۔

۲۔ القول الحکی فی فضائل علی حدیث نمبر ۱۷۔

نیز کنز العمال ہی میں جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ علی، لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور تم ایک درخت سے ہیں۔

۱۱۔ روایت وصابی

اب رانیم بن عبد اللہ وصابی نے اپنی کتاب الاکتفاء میں جابر سے روایت کی ہے کہ (رسول اللہ نے فرمایا) میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں اسی روایت کو دیلمی نے منہ الفردوس میں نقل کیا ہے۔

نیز الاکتفاء میں خطیب کی فضائل الصحابة سے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت علی سے) فرمایا تم میرے خلق و خلق میں مجھ سے مشابہ ہو اور جس درخت سے تم ہوا ہی سے میں بھی ہوں۔

۱۲۔ روایت جمال الدین محدث

جمال الدین محدث نے اربعین مناقب امیر المؤمنین میں تحریر کیا ہے کہ: چوتھی حدیث جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں (جابر) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی سے یہ کہتے ہوئے سنا: لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی: وَفِي
الْأَرْضِ قطْعٌ مُتْجَاوِدَاتٍ وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَذِرْعٍ وَنَخْيلٍ

۱۔ کنز اعمال ج ۱۱ ص ۶۰۸۔
۲۔ الاکتفاء فی فضائل الاربیة الخلافاء - مخطوط

۳۔ الاکتفاء فی فضائل الاربیة الخلافاء - مخطوط

صنوان وغیر صنوان یسقی بما، واحداً

۱۳۔ روایت مناوی

عبد الرؤف مناوی نے کنز البر اہین الکسبیہ والاسرار الوہیہ الغیبیہ اسادات المشائخ
آنحضرت نے فرمایا: میں اور علی ایک درخت سے اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔^{۲۴}

۱۴۔ روایت جھری

شیخ بن محمد جھری نے کنز البر اہین الکسبیہ والاسرار الوہیہ الغیبیہ اسادات المشائخ
الطریقیۃ العلویۃ الحسینیۃ الشعوبیۃ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ
مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور علی ایک درخت سے ہیں۔^{۲۵}

۱۵۔ روایت بدخشی

میرزا محمد بن معتمد خان بدخشی نے مفتاح الجمیں طبرانی کی اوسط سے جابر سے اور دیلمی
سے جابر اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ مختلف
درختوں سے ہیں اور میں اور علی ایک درخت سے ہیں۔ اور ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہ سے
روایت کی ہے کہ جابر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنائے علی لوگ مختلف درختوں

اب ریعن - مخطوط

ج کنز الحقائق حاشیہ بر الجامع الصفیر ج ۸۰ ص ۸۰

سی کنز البر اہین - مخطوط

سے ہیں اور تم ایک درخت سے ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت
کی و جنات من اعتاب و زدع و فحیل صنوان و غیر صنوان یسقی
بمہ واحد ۱۶

۱۶۔ روایت صدر عالم

محمد صدر عالم نے معارج اعلیٰ فی مناقب الرضا میں لکھا ہے کہ حاکم نے جابر سے روایت
کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی لوگ مختلف درختوں سے اور میں اور تم ایک
درخت سے ہیں ۱۷

۱۷۔ روایت نظام الدین دہلوی

نظام الدین دہلوی نے تحفۃ الحبیین میں لکھا ہے کہ حاکم اور ابن مردویہ نے جابر سے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا۔ علی لوگ مختلف درختوں
سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔ اور حاکم کی نظر میں یہ حدیث صحیح ہے اور
بعض روایتوں میں ہے کہ میں اور تم طینت ابراہیم سے خلق کئے گئے ہیں ۱۸

۱۸۔ روایت مبین لکھنؤی

مولوی محمد بنین نے وسیلة النجاة میں تحریر کیا ہے کہ حاکم اور ابن مردویہ نے جابر سے

۱۔ معارج اعلیٰ۔ مخطوط۔

۲۔ تحفۃ الحبیین۔ مخطوط۔

۳۔ تحفۃ الحبیین۔ مخطوط۔

روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا اے علی لوگ مختلف درختوں سے اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔

دوسری حدیث: حدیث شجرہ دوسرے اسلوب میں

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسالتنا ب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت سے خلق کئے گئے ہیں اور آنحضرت اس درخت کی جڑ ہیں، امیر المؤمنین علیہ السلام اس کا تنا ہیں اور حسین بن علیہم السلام اس کی شاخیں ہیں۔

اس حدیث کو حسب ذیل علماء و حفاظ نے نقل کیا ہے:

۱۔ عبد اللہ بن احمد بن حنبل

۲۔ طبرانی صاحب مجم کبیر و اوسط و صغیر

۳۔ ابو نعیم اصفہانی

۴۔ ابن مخازلی شافعی

۵۔ ابن عساکر دمشقی

۶۔ گنجی شافعی

۷۔ شمس الدین دولت آبادی

۸۔ شہاب الدین احمد

ہم یہاں مذکورہ شخصیتوں کی عبارتوں کو نقل کر رہے ہیں:

۱۔ روایت عبد اللہ بن احمد

عبد اللہ بن احمد بن خبل، زواائد المسند میں رقمطراز ہیں:

ہم کو علی بن الحسن بن عیسیٰ نے خبر دی، ان کو حشان بن عبد اللہ نے، ان کو عبد اللہ بن الحسین نے اور انہوں نے ابو زبیر کی سے روایت کی ہے کہ میں نے جابر بن عبد اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں تھے اور علی ان کے سامنے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو اشارہ کیا اور کہا اے علی میرے پاس آؤ۔ جب علی آئے تو رسول اللہ نے فرمایا (اے علی) اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھو (اس کے بعد کہا) اے علی میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گئے ہیں۔ میں اس کی جڑ ہوں اور تم اس کا تنہ ہو اور حسن و حسین اس کی شاخیں ہیں، جوان سے متصل ہو اس کو جنت میں داخل کر دیگا۔ اے علی اگر میری امت اتارا زدہ رکھے کہ وہ مثل کمان کے ہو جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ وہ کمان کے تانت کے مثل ہو جائے لیکن ان ساری عبادتوں کے باوجود وہ تمہاری طرف سے بغض رکھے تو اللہ سے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔

۲۔ روایت ابو نعیم اصفہانی

ابو نعیم اصفہانی مقتبة المطہرین میں جابر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں تھے اور علی ان کے سامنے تھے۔ نبی نے فرمایا اے علی میرے نزدیک آؤ اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھو (پھر فرمایا) اے علی میں اور تم ایک درخت سے ہیں میں اس کی جڑ ہوں اور تم اس کا تنہ ہو اور حسن و حسین اس کی شاخیں ہیں جوان شاخوں میں سے کسی شاخ سے وابستہ ہوا اس کو جنت میں داخل کیا

جائے گا۔

۳۔ روایت ابن مغازلی

ابن مغازلی اپنی مناقب میں علیؑ سے رسول اللہ کے اس ارشاد کے متعلق کہ میں اور تم ایک درخت سے ہیں، لکھتے ہیں:

ہم کو ابونصر احمد بن موسیٰ بن عبد الوہاب بن طحان نے ابو الفرج احمد بن علی حبظی قاضی سے اجازہ خردی، ان کو عبد الحمید نے، ان کو عبد اللہ بن محمد بن ناجیہ نے ان کو عثمان بن عبد اللہ القرشی نے بصرہ میں بتایا، انہوں نے عبد اللہ بن الحمید سے، انہوں نے الوزیر سے (کہ جن کا خد بن عبد اللہ بن مدرس نام ہے) اور انہوں نے جابر بن عبد اللہ (النصاری) سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ روز عرفات، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور علی ان کے سامنے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا۔ علی میرے نزدیک آؤ اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دو (پھر فرمایا) میں اور تم ایک درخت سے خلت کئے گئے ہیں، میں اس درخت کی جڑ، تم اس کا تناء اور حسن و حسین اس کی شاخیں ہیں جو ان شاخوں میں سے کسی سے وابستہ ہوا اللہ اس کو جنتی میں داخل کریں گے۔

نیز ابن مغازلی نے اپنی مناقب میں ”ضع خمسک فی خمسی“ کے متعلق لکھا ہے:

ہم کو احمد بن مظفر عطار نے خردی، ان کو عبد اللہ بن محمد الاملقب بہ حافظ ابن سقانے، ان

لے مقتبہ المطہرین۔ مخطوط۔

۹۔ مناقب ص۹

کو احمد بن محمد بن زنجویہ مخزوی نے بغداد میں بتایا، انہوں نے عثمان بن عبد اللہ عثمانی سے، انہوں نے کہا ہم سے ابن لمیحہ نے ابو زبیر سے نقل کیا اور انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں تھے اور علی ان کے سامنے تھے پس رسول اللہ نے علی کی طرف اشارہ کیا اور ہم لوگ رسول اللہ کی طرف بڑھے اور وہ فرم رہے تھے کہ علی میرے پاس آؤ چنانچہ ہم لوگ بھی ان کے پاس گئے اس وقت رسول اللہ نے فرمایا ضع خمسک فی خسی (یہ حدیث کا فقرہ ہے) پس رسول اللہ نے علی کی ہتھیلی کو اپنی ہتھیلی پر رکھا اور کہا اے علی میں اور تم ایک درخت سے غلق کئے گئے ہیں میں اس کی جڑ، تم اس کا تناء اور حسن و حسین اس کی شاخیں ہیں جو بھی ان شاخوں میں نے کسی سے وابستہ ہوا اللہ سے جنت میں داخل کرے گا۔ اے علی اگر میری امت اتنا روزہ رکھے کہ وہ مثل کمان کے ہو جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ وہ کمان کے تانت جیسا ہو جائے لیکن وہ تم سے بعض رکھے تو اللہ ان سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔

۲۔ روایت گنجی

محمد بن یوسف محمد گنجی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں:
 اٹھانوں باب علی علیہ السلام کی اس فضیلت سے مخصوص ہے کہ حضور نے فرمایا میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔
 ہم کو علامہ قاضی القضاۃ صدر الشام ابوالفضل محمد بن قاضی القضاۃ شیخ المذاہب ابو

المعالیٰ محمد بن علی قرشی نے خبر دی، ان کو جمۃ العرب زید بن حسن کندی نے ان کو ابو منصور قراز نے، انہوں نے کہا ہم کو زین الحفاظ اور شیخ الحدیث علی الاطلاق احمد بن علی بن ثابت بغدادی نے بتایا، ان کو عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ نے، ان سے محمد بن مظفر نے، ان سے ابو جعفر حسین بن حفص نشیعی نے، ان سے عماد بن یعقوب نے، ان سے یحییٰ بن بشیر کندی نے، انہوں نے اسمعیل بن ابراہیم ہمدانی سے، انہوں نے اخلاق سے، انہوں نے حرث سے، انہوں نے علی سے، انہوں نے عاصم بن ضمرہ سے اور انہوں نے علی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا میں اس درخت کی جڑ، علی اسکا تما اور حسن و حسین اس کے پھل اور شیعہ اس کے پتے ہیں کیونکہ طیب سے طیب ہی ہوں گے میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو شہر میں آنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ دروازہ پر آئے۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ اسی طرح خطیب نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے۔ غیر کفایتی الطالب میں ہے:

ہم کو حافظ یوسف بن خلیل بن عبد اللہ وشیعی نے حلب میں خبر دی، ان کو محمد بن اسمعیل بن محمد طرسوی نے، ان کو ابو منصور محمد بن اسمعیل صیرفی نے، ان کو ابو الحسین بن فاذ شاہ نے، ان کو حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طیرانی نے، ان کو حسن بن ادریس تستری نے ان کو ابو عثمان طالوت بن عباد صرفی بصری نے اور ان کو فضال بن جبیر نے بتایا اور انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامۃ باہلی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے خلق کیا اور مجھے اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا میں اس درخت کی جڑ، علی اس کا تناء، فاطمہ اس کا پھول اور حسن و حسین اس کے پھل ہیں جس نے ان شاغلوں میں سے کسی کو پکڑا اس نے نجات پائی اور جس نے ان سے منہ موڑا وہ ہلاک ہوا۔

اگر بندگان خدا میں کوئی شخص ایک ہزار سال تک صفا و مرودہ کے درمیان عبادت کرے اور پھر اس عبادت کی مدت میں ایک ہزار سال کا اضافہ کر دے اور پھر ایک ہزار سال اور عبادت کرے لیکن اس کے دل میں ہماری (ہم الہیت کی) محبت نہ ہو تو اللہ اس کو جہنم کے آخری طبقہ میں اوندو ہے منہ ذال دے گا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی

کی قفل لا استئلکم عليه اجروا لا المودة فی القربی۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی اجلہ رواۃ نے روایت کی ہے اور طبرانی نے اپنی مجمم میں اور محدث شام (ابن عساکر) نے مختلف طرق و اسناد سے اپنی کتاب میں اس کی روایت کی ہے۔

ہم کو شیخ محمد بن سعید بن موفق خازن نیشاپوری نے بغداد میں اور ابراہیم بن عثمان کا شعری نے نہر معلیٰ میں خبر دی، ان دونوں نے کہا کہ ہم کو حافظ ابو القاسم علی بن حسن شافعی نے بتایا ان کو ابو بیلی حمزہ بن احمد بن عبد اللہ بن علی مقری نے، ان کو ابو طالب عمر بن ابراہیم بن سعید زاہدی فقیہ نے، ان کو محمد بن غریب بزار نے خبر دیا، انہوں نے ابو العباس احمد بن موسی بن زنجوبہ قطان سے، انہوں نے عثمان بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان سے، انہوں نے عبد اللہ بن الجیعہ سے اور انہوں نے ابو زیر سے روایت کی ہے کہ میں نے جابر

بن عبد اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں تھے اور ان کے سامنے علی تھے اس وقت رسول اللہ نے علی کی طرف اشارہ کیا، ہم بھی نبی کے پاس گئے اور دیکھا کہ نبی کہہ رہے ہیں اے علی میرے پاس آؤ، علی نبی کے پاس آئے تو رسول اللہ نے فرمایا اپنے ہاتھ کو میرے ہاتھ پر رکھا سکے بعد ارشاد فرمایا اے علی میں اور تم ایک درخت سے ہیں، میں اس کی جڑ، تم اسکا تنا اور حسن و حسین اس کی شاخیں ہیں جو ان شاخوں میں سے کسی سے وابستہ ہوا وہ جنت میں جائے گا، اے علی اگر میری امت اتنا روزہ رکھے کہ وہ مثل لکڑی کے لا غرہ جائے اور وہ اتنی نمازیں پڑھے کہ وہ کمان کے مثل خمیدہ ہو جائے اور پھر وہ تم سے بخش رکھے تو ان سب کو (ان ساری عبادتوں کے باوجود) اللہ جہنم میں ڈال دے گا۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ حالات علی میں ابن عساکر نے اسی طرح اپنی کتاب میں روایت کی ہے۔ نیز کفایۃ الطالب میں ہے:

ہم کو مفتی ابوالنصر رہبۃ اللہ شیرازی نے خبر دی، ان کو حافظ علی بن عساکر نے ان کو سرقندی نے، ان کو اسماعیل بن مسخرہ نے ان کو همزة بن یوسف نے، ان کو ابواحمد بن عدی نے، ان کو عمر بن سنان نے، ان سے حسن بن علی ابو عبد الغنی ازدی نے، ان سے عبدالرازاق نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے میتا بن ابی عبد الرحمن بن عوف سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قبل اس کے کہ باطل حدیثوں کا سلسلہ شروع ہو کیا تم ہم سے (حدیث کے بارے میں) نہیں پوچھو گے (اس کے بعد انہوں نے کہا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں درخت ہوں، فاطمہ اس کا تنا، علی اس کا پھول، حسن و حسین اس کے پھل اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔

اس درخت کی جڑ جنت عدن میں اور شاخ ٹہنی، پھل اور پتے سب کے سب بہشت میں ہیں۔
میں (گنجی) کہتا ہوں کے محدث دمشق (ابن عساکر) نے اپنی مناقب میں اس حدیث
کی مختلف طرق سے روایت کی ہے۔ پھر گنجی نے شیخ ابو بکر بن فضل اللہ طلبی واعظ کے اشعار نقل
کئے ہیں۔

۵۔ روایت ملک العلماء ہندی

ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر زوالی دولت آبادی نے ہدایۃ
السعداء میں لکھا ہے کہ زاہد یہ اور مجمع الاخبار میں فدع ابنا نائنا وابنا تکم کے ذیل
میں ہے کہ اللہ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے خلق کیا اور مجھے اور علی کو ایک درخت سے
خلق کیا ہے میں اس درخت کی جڑ، علی اسکا نبا، حسن و حسین اس کے پھل ان کی اولاد میں
اس کی شانیں اور ان کے شیعہ اس کے پتے ہیں جس نے ان شاخوں میں سے کسی شاخ
سے تمک کیا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی وہ گمراہ ہوا، اگر کوئی شخص صفا و
مرودہ کے درمیان ایک ہزار سال تک اللہ کی عبادت کرے اور پھر ایک ہزار سال تک
عبادت کرے یہاں تک کہ وہ سوکھی مشک کی طرح ہو جائے لیکن اس کے دل میں ہماری
محبت نہ ہو تو اللہ اسے جہنم میں ڈال دے گا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی قتل لا

اسنلکم علیہ اجرًا الا المودة فی القربى۔

تیسرا حدیث: نور علی، نور رسول سے ہے

حدیث نور کے مؤیدات میں وہ حدیث بھی ہے جس کا ظاہر یہ ہے کہ شب معراج رسالت مکتب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خداوند عالم نے فرمایا: میں نے تم کو اپنے نور سے اور علی کو تمہارے نور سے خلق کیا ہے جیسا کہ اخطب خوارزمی اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

مجھے مہذب الائمه نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو ابو القاسم نصر بن محمد بن علی بن زیر ک مقرری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو ہمارے والد ابو بکر محمد نے بتایا، ان کو ابو علی عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن نیشاپوری نے، ان سے احمد بن محمد بن عبد اللہ نائجی بغدادی نے (اپنے حافظہ سے) دینور میں خبر دی، ان سے علاء بن حسین ہمدانی نے، ان سے ابو حنفہ لوط بن یحییٰ ازدی نے اور انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے (کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ سے خدا نے کس زبان میں خطاب کیا؟ تو) رسول اللہ نے جواب دیا جس سے زبان علی میں خطاب کیا۔ اس وقت میرے دل میں آیا کہ میں کہوں خدا یا تو مجھ سے مخاطب ہے یا علی۔ اتنے میں الہام ہوا اے احمد میں شی ہوں مگر دوسری اشیاء کی طرح نہیں، ہوں میرا کسی انسان پر نہ قیاس کیا جاسکتا ہے اور نہ میری توصیف تشبیہات و امثال سے ہو سکتی ہے۔ میں نے تم کو اپنے نور سے خلق کیا ہے اور علی کو تمہارے نور سے خلق کیا ہے۔ میں نے تمہارے دل کی اندر ورنی حالت کو معلوم کیا تو کسی کو نہیں پایا جو تمہاری نظر میں علی ہن ابی طالب سے زیادہ محبوب ہوا سئے میں نے علی کے لہجہ میں گفتگو کی تاکہ تمہارا دل مطمئن ہو جائے۔

سید علی خان مدñ شیرازی نے کتاب تذکرہ میں بزرگان شیعہ کے توسط سے آئندہ اہلیت علیهم السلام سے روایت کی ہے اور انہوں نے سید الشہداء امام حسینؑ سے اور انہوں نے اپنے والد امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا (جب آپ سے سوال کیا گیا کہ شب معراج آپ کے رب نے کس زبان میں خطاب کیا تھا تو جواب دیا) مجھ سے زبان ولہجہ علی میں خطاب کیا اور اس وقت میرے دل میں آیا کہ میں پوچھوں کہ خدا یا تو مجھ سے مخاطب ہے یا علی کہ اتنے میں جواب آیا اے احمد میں شی ہوں لیکن دوسری اشیاء کی طرح نہیں میرا لوگوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ مثالوں سے میری توصیف ہو سکتی ہے میں نے تم کو اپنے نور سے اور علی کو تمہارے نور سے خلق کیا ہے ۔ میں تمہارے کی اندر ورنی حالت سے واقف تھا اور چونکہ کسی کو نہیں پایا جو تمہاری نظر میں علی سے زیادہ محبوب ہوا ہی میں نے علی کی زبان ولہجہ میں خطاب کیا ۔

سید علی خان نے خوارزمی کی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ روایت میں جو لفظ لغة آیا ہے اس سے مراد زبان بھی ہو سکتا ہے اور لہجہ بھی ۔

چوتھی حدیث: رسول اللہ اور علی نور خدا سے ہیں

ابو المؤید حموی فرانک اسمطین میں روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوالیمین عبد الصمد بن عبد الوہاب بن عساکر دمشقی نے مکہ میں بتایا، ان کو مؤید بن محمد بن علی طوسی نے تحریری طور پر خبر دیا، ان کو عبد الجبار بن محمد جوادی بیہقی نے ، ان کو امام ابوالحسن علی بن احمد

واحدی نے، ان کو ابو محمد عبد اللہ بن یوسف نے، ان کو محمد بن حامد بن حرث تھی نے، ان سے حسن بن عرفہ نے، ان سے علی بن قدامہ نے، انہوں نے میرہ بن عبد اللہ بن عبد الکریم جزری سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں (ابن عباس) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی سے کہتے ہوئے سن کہ میں اور تم نور خدا سے خلق کئے گئے ہیں۔

پانچویں حدیث: حسن و حسین نور خدا کے دونور ہیں
 ملک العلماء دولت آبادی، ہدایت السعداء میں روایت کرتے ہیں کہ حسن و حسین نور خدا کے دونور ہیں... ظاہری بات ہے کہ جب حسین نور الٰہی سے ہوئے تو امیر المؤمنین بطریقہ اولی نور الٰہی سے ہوں گے۔

چھٹی حدیث: خلقت ملائکہ نور علی سے

اخطب خوارزمی اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

مجھ کو نام حافظ صدر الأحفاظ ابو العلاء حسن بن احمد عطار ہمدانی اور قاضی القضاۃ امام حافظ نجم الدین ابو منصور محمد بن حسین بغدادی نے خبر دی اور ان دونوں نے کہا ہم سے الشریف الامام الاجل نور الحمدی ابوطالب حسین بن محمد بن علی زینی رحمۃ اللہ نے امام محمد بن احمد بن علی بن حسن بن شاذان سے نقل کیا ہے، انہوں نے محمد بن حمید جزار سے، انہوں نے حسین بن عبد الصمد سے، انہوں نے تیجی بن محمد بن قاسم قزوینی سے، انہوں نے حافظ محمد بن حسن سے

انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے ہدیہ بن خالد سے، انہوں نے حماد بن سلمہ بن ثابت سے اور انہوں نے انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے چہرہ علی کے نور سے ستر ہزار ملک کو خلق کیا ہے جو علی اور ان کے صحابین کے لئے قیامت تک استغفار کرتے ہیں۔

نیز اخطب اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

مجھے سید الخفاظ ابو منصور شہزادار بن شیرودیہ بن شہزادار دیلمی ہمدانی نے ہمدان سے خط کے ذریعہ بتایا، انہوں نے کہا ہم کو ابو الفتح عبدوس بن عبدوس ہمدانی نے تحریری طور پر خبر دیا، ان کو شیخ خطیب ابو الحسن صاعد بن محمد غیاثی دامغانی نے دامغان سے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے ابو حیییٰ محمد بن عبدالعزیز بطاوی نے، ان سے ابو بکر قرشی نے، ان سے ابوسعید حسین بن علی بن زکریانے، ان سے ہدیہ بن خالد قیسی نے، انہوں نے حماد بن سلمہ بن ثابت بن بناں سے، انہوں نے عبید بن عمر لیشی سے اور انہوں نے عثمان بن عفان سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا کہ اللہ نے چہرہ علی بن ابی طالب کے نور سے ملائکہ کو خلق کیا ہے۔

یہاں تک ہم نے حدیث نور کو مختلف اسناد و الفاظ سے اہلسنت کی روایتوں کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد بعض ان احادیث کو پیش کیا ہے جو نصائل اہلبیت میں ہیں اور وہ حدیث نور کی مؤید ہیں ان کو پڑھنے کے بعد خود قاری اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ حدیث نور اور اس کی مؤید احادیث کے روات، اکابر آئمہ اہلسنت اور ان کے مشاہیر علماء و محدثین میں سے ہیں۔ جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حدیث نور صحیح السند بلکہ

متواتر ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ لہذا ان سب باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مفترض کے شبه کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور ان کے افشاء و کذب کی قلمی کھل جاتی ہے کہ جس میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ صرف شیعوں کی روایت ہے! اور اگر بحث روائی کو بحث دلاتی سے منضم کر دیا جائے تو یہ حدیث ان احادیث میں ہو گی جو بعد نبی علی کی بلاصل امامت و خلافت پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث نور شیعی کتابوں میں

حدیث نور متفق علیہ احادیث میں سے ہے اسے شیعہ و سنی دونوں نے نقل کیا ہے یہاں تک ہم نے ”سوادِ عظم“ کے ذخیرہ احادیث سے نقل کیا ہے اور اب شیعوں کی معتبر کتابوں سے حدیث نور کو پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس حدیث کی اکابر علماء و محدثین شیعہ نے بھی روایت کی ہے۔

۱۔ ثقہ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلبی (متوفی ۳۲۹ھ) کافی میں لکھتے ہیں: احمد بن اورلیس نے حسین بن عبد اللہ صغیر سے، انہوں نے محمد بن ابراہیم جعفری سے، انہوں نے احمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن علی بن الی طالب سے اور انہوں نے ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا: خدا اس وقت تھا جب کچھ نہ تھا، پس اس نے کون و مکان کو غلق کیا اور اس نے نور النوار کو غلق کیا جس سے انوار منور ہوئے اور اس میں اپنے نور کو جاری کیا جس سے انوار منور ہوئے اور وہ نور وہی ہے جس سے محمد علی کو غلق کیا اور یہ دونوں نور اس وقت تھے

جب ان کے سوا کچھ بھی نہیں تھا اور یہ دونوں نور اصلاح طاہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ دونوں ایک دوسرے سے پاکیزہ ترین (صلب) عبد اللہ اور ابو طالب سے جدا ہوئے۔

نیز کافی میں شیخ کلینی لکھتے ہیں:

حسین بن محمد نے محمد بن عبد اللہ سے، انہوں نے محمد بن سنان سے، انہوں نے مفضل سے اور انہوں نے جابر بن یزید سے روایت کی ہے کہ مجھ سے ابو جعفر (امام محمد باقر) نے فرمایا ہے جابر اللہ نے سب سے پہلے جس کو خلق کیا وہ محمد اور ان کی عترت ہیں وہ پیش خدا اشباح نور کی طرح تھے۔

میں نے پوچھا اشباح کیا ہے؟

فرمایا: سایہ نور جو بغیر روح کے نورانی بدن ہیں۔ ۲

شیخ کلینی کافی میں لکھتے ہیں:

احمد بن اوریس نے حسین بن عبد اللہ سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عبد اللہ سے، انہوں نے علی بن عدید سے، انہوں نے مرزا م سے، انہوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے کہاے محمد میں نے تم کو اور علی کو نور سے خلق کیا ہے (یعنی روح بلا بدن کے خلق کیا) قبل اس کے کہ آسمانوں، زمینوں اور عرش و دریا کو خلق کروں، تم ہمیشہ میری تہلیل و تمجید کرتے تھے پھر تم دونوں کی

روحوں کو جمع کر کے ایک روح قرار دیا اور وہ روح میری تجدید و تقدیس و تہلیل کرتی تھی پھر اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور اس دو کو دو حصوں میں تقسیم کیا پس اس کے چار حصے ہو گئے اس کا ایک حصہ محمد، ایک حصہ علی اور اس کے دو حصے حسن و حسین ہیں پھر اللہ نے فاطمہ کو دوسرے نور سے خلق کیا۔

نیز کلینی نے کافی میں نقل کیا ہے:

حسین محمد اشعری نے علی بن محمد سے انہوں نے ابوفضل عبد اللہ بن اوریس سے اور انہوں نے محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ میں (ابن سنان) ابو جعفر ثانی (امام محمد تقیٰ) کے پاس بیٹھا تھا اور میں نے اختلاف شیعہ کے بارے میں گفتگو شروع کی تو امام نے فرمایا اے محمد، ہمیشہ خدا اپنی وحدانیت میں منفرد ہا ہے پھر محمد علی و فاطمہ کو خلق کیا پھر انہیں ایک ہزار سال تک روکے رکھا، پھر ساری چیزوں کو خلق کیا اور ان پر انہیں شاہد قرار دیا اور ان پر الہمیت کی اطاعت لازم قرار دی اور ان اشیاء کے امور کو الہمیت پر تقویض کیا کہ وہ (الہمیت) جسے چاہیں حلال قرار دیں اور جسے چاہیں حرام۔ البته وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے جو مرضی خدا کے خلاف ہو۔

علی بن محمد نے کہل بن زیاد سے، انہوں نے محمد بن علی بن ابراہیم سے، انہوں نے علی بن حماد سے اور انہوں نے مفضل سے روایت کی ہے کہ میں (مفضل) نے ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کی جب آپ سایہ (سایہ نور) میں تھے تو کس

طرح تھے۔ امام نے فرمایا اے مفضل ہم اپنے رب کے پاس اس وقت تھے جب ہمارے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا اور ہم بزر سایہ (طلۃ الخضراء) میں تھے، ہم وہاں اس کی تسبیح و تبلیل و تقدیس و تجدید میں مشغول تھے اور وہاں ہمارے سوانہ کوئی ملک مقرب اور نہ کوئی ذی روح تھا پس اس نے اشیاء کو خلق کرنا شروع کیا اور اس نے ملائکہ اور اس کے علاوہ جس کو جیسا چاہا خلق کیا اور اس کے بارے میں ہم کو بتایا جائے۔

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن عباس ماہیار نے مازل من القرآن فی اہل بیت میں (بقول

غاییۃ المرام) لکھا ہے:

ہم سے عبد العزیز بن مجیع ائے بیان کیا، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے عمر بن یونس حنفی یمانی سے، انہوں نے داؤد بن سلمان مروزی سے، انہوں نے رجیب بن عبد اللہ ہاشمی سے، انہوں نے بزرگان آل علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے بعض خطبوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم آل محمد عرش کے اردوگرد انوار کی شکل میں تھے پس اللہ نے ہم کو تسبیح کا حکم دیا اور ہم نے اس کی تسبیح کی اور ہماری تسبیح کو دیکھ کر ملائکہ نے اس کی تسبیح کی پھر اللہ نے ہم کو زمین پر مازل کیا اور ہم کو تسبیح کرنے کا حکم دیا پس ہم نے تسبیح کی اور ہماری تسبیح دیکھ کر اہل زمین نے اس کی تسبیح کی۔ یقیناً ہم تو اس کی توصیف کرنے والے اور ہم تو اس کی تسبیح کرنے والے ہیں ہیں۔

۳۔ فرات بن ابراہیم اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جعفر بن محمد بن شیر و یہ قطان محدثنا نے اوزاعی سے، انہوں نے صعصعہ بن صوحان اور اخف بن قیس سے، ان دونوں نے کہا کہ ہم نے اہن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنائے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا (حدیث طولانی ہے یہاں تک) کہ آپ نے فرمایا اللہ نے آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل زیر عرش ایک نور خلق کیا جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو ان کی صلب میں پہنچایا پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ ہم صلب عبد اللہ بن عبد المطلب اور صلب ابو طالب سے جدا ہوئے اور مجھے میرے رب نے اسی نور سے خلق کیا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

۲۔ ابو جعفر محمد بن علی بن بابو یہ قی نے خصال میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے، جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور ان کی صلب میں آیا پھر وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ صلب عبد المطلب میں مستقر ہوا پھر صلب عبد المطلب سے کال کر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا میرا حصہ صلب عبد اللہ میں اور علی کا حصہ صلب ابو طالب میں آیا پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے جو اس کو دوست رکھے گا (گویا) مجھ کو دوست رکھنے کی وجہ سے میں اسے دوست رکھوں گا اور جو اس سے بغض رکھے گا (گویا) مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ میں اس سے بغض رکھوں گا۔

خصال ہی میں امام رضا علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا میں اور علی ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں۔

علل الشرائع میں معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے، علی، فاطمہ اور حسن و حسین کو دنیا کی خلقت سے سات ہزار سال قبل خلق کیا تھا۔

میں نے کہا یا رسول اللہ پھر آپ کہاں تھے؟

فرمایا: ہم عرش پر اللہ کی تسبیح و تقدیس و تجدید کرتے تھے۔

میں نے کہا: کس شکل میں (تسبیح و تقدیس) کرتے تھے۔

فرمایا: ہم وہاں سایہ نور کی طرح تھے۔

علل الشرائع ہی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں آپ نے فرمایا:

ملحوقات کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل پیش خدا محب و علی علیهم السلام ایک نور تھے جب ملائکہ نے اس نور کو دیکھا تو انہیں ایک اصل (جز) نظر آئی کہ جس سے روشن شعاع پھوٹ رہی ہے، تو ملائکہ نے کہا خدا یا یہ کیسا نور ہے؟ اللہ نے ان پر وحی نازل کی کہ یہ میرے نور کا نور ہے اس کی اصل نبوت اور اس کی فرع امامت ہے نبوت میرے عبد و

رسول محمد کے لئے ہے اور امامت میرے جنت و ولی کے لئے ہے اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو
میں کسی مخلوق کو خلق نہ کرتا ہے۔

ابن بابویہ نے کمال الدین و تمام العجمۃ میں امام علی بن الحسین علیہما السلام سے
روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اللہ عزوجل نے محمد علی اور گیارہ اماموں کو اپنی عظمت کے نور سے کہ جوار واح نور کی
روشنی میں تھے، خلق کیا اس نے مخلوقات کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل چودہ انوار کو خلق کیا
اور یہ (نور) ہماری روحیں ہیں۔ سائل نے پوچھا یا بن رسول اللہ وہ چودہ (انوار) کون ہیں؟
آپ نے فرمایا: محمد، علی، فاطمہ، حسن و حسین اور حسین کی اولاد سے ہونے والے
امام کہ جن کا آخر قائم ہے جو غیبت کے بعد قیام کریگا اور وہ دجال کو قتل کرے گا اور زمین کو
ہر طرح کے ظلم و جور سے پاک کریگا۔

ابن بابویہ اپنی کتاب الصوص علی الائمه الاشراف میں انس بن مالک سے روایت
کرتے ہیں (جیسا کہ غایۃ المرام میں ہے) کہ میں، ابوذر، سلمان، زید بن ثابت اور
زید بن ارقم رسالت کتب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے کہ اتنے میں حسن و حسین آئے
اور ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوسف لیا، فوراً ابوذر کھڑے ہوئے اور جھک کر
ان دونوں (حسین) کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور پھر ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے، میں نے
آہستہ سے کہا اے ابوذر تم اصحاب رسول اللہ میں ایک بوڑھے صحابی ہو اور پھر بھی تم اٹھ کر

نبی ہاشم کے ان دو بچوں کے ہاتھ کا بوسہ لیتے ہو تو ابوذر نے جواب دیا جو میں نے ان دونوں کے بلے میں رسول اللہ سے سنائے اگر تم سن لیتے تو جو میں نے کیا ہے اس سے بڑھ کر تم کرتے، میں نے کہا اے ابوذر تم نے کیا سنائے؟ تو ابوذر نے جواب دیا کہ میں نے علی اور دونوں (حسین) کے بارے میں رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنائے کہ اگر کوئی شخص اتنی نمازیں پڑھے اور اتنا روزہ رکھے کہ وہ سوکھی مشک کی طرح ہو جائے تو اسے اس کی نمازیں اور روزے فائدہ نہیں پہنچا سکتے مگر یہ کہ تمہاری محبت اس کے دل میں ہو۔ اے علی جو تمہاری محبت کے ساتھ اللہ تک پہنچے تو اللہ پر فرض ہے کہ وہ اسے ردنہ کرے۔ اے علی جس نے تم سے محبت کی اور تم سے تمک کیا گویا اس نے عروفة الٹھی سے تمک کیا راوی کہتا ہے پھر ابوذر کھڑے ہوئے اور وہاں سے چلے گئے اور ہم لوگ رسول اللہ کے پاس آئے اور آپ سے ابوذر کی بات دہرائی تو رسول اللہ نے فرمایا ابوذر نے بچ کہا ہے... پھر آنحضرت نے فرمایا اللہ نے مجھے اور میرے اہلبیت کو آدم کی خلقت سے نو ہزار سال قبل ایک نور سے خلق کیا تھا پھر ہم صلب آدم میں منتقل ہوئے اور اس کے بعد اصلاح طاہرہ سے ارحم مطہرہ میں منتقل ہوتے رہے۔^۱

- ۵۔ سید ہاشم بحرانی مؤلف تفسیر البرہان نے اپنی کتاب غایۃ المرام میں ابن بابویہ سے امام جعفر صادق اور امام علی رضا سے حدیث نور کی روایت کی ہے۔^۲
- ۶۔ شیخ مفید نے اپنی کتاب اختصاص میں سلمان سے رسالت کتاب صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی طویل حدیث نقل کی ہے جس میں آپ نے فرمایا:

مجھے اللہ نے اپنے نور کی زردی سے خلق کیا اور مجھے آواز دی پس میں نے اس کی اطاعت کی اور میرے نور سے علی کو خلق کیا اور اسے آواز دی تو اس نے اس کی اطاعت کی اور میرے اور علی کے نور سے فاطمہ کو خلق کیا اور اس آواز دی تو اس نے اس کی اطاعت کی اور میرے اور علی و فاطمہ کے نور سے حسن و حسین کو خلق کی اور انہیں آواز دی تو ان دونوں نے اس کی اطاعت کی، پس اس نے اپنے پانچ ناموں سے ہمارے نام رکھے اللہ محمود ہے میں محمد ہوں، اللہ علی ہے اور یہ علی ہے اللہ قادر ہے اور یہ فاطمہ ہے اللہ ذوالاحسان ہے اور یہ حسن ہے اللہ محسن ہے اور یہ حسین ہے۔ پھر ہم میں علب حسین سے نواموں کو خلق کیا اور انہیں آواز دی تو انہوں نے اس کی اطاعت کی قبل اس کے کہ اللہ کھلے آسمان، وسیع زمین یا ہوا یا پانی یا ملک یا بشر کو خلق کرتا ہم اس کے علم میں ایک نور تھے ہم اس کی تسبیح کرتے، اس کی آواز کو سنتے اور اس کی اطاعت کرتے تھے.....

۷۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسامتаб صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں (انس) نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل میں اور علی یہیں عرش پر تھے۔ جب آدم خلق کئے گئے تو ہم ان کی صلب میں آئے پھر ہم اصلاح طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں پہنچے وہاں دو حصوں میں تقسیم ہوئے نصف عبد اللہ میں اور نصف صلب ابوطالب میں آیا۔ ہم میں نبوت و رسالت اور علی میں وصایت و قضاؤت آئی۔

امام علی نقی علیہ السلام سے مروی ہے اور انہوں نے اپنے آبا و اجداد سے روایت کی

ہے کہ رسالتِ مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیٰ سے فرمایا اے علی مجھے اور تم کو اللہ نے اپنے نور سے خلق کیا ہے جب آدم خلق کئے گئے تو وہ نور ان کی صلب میں آیا یہاں تک کہ وہ عبد المطلب تک پہنچا اور وہاں سے جدا ہوا میں صلب عبد اللہ میں آیا اور تم صلب ابو طالب میں آئے نبوتِ سوائے میرے کسی کے لئے سزاوار نہیں ہے اور وصایت (خلافت) سوائے تمہارے کسی کے لئے زیب نہیں دیتی ہے جس نے تمہارے وصی ہونے سے انکار کیا اس نے میری نبوت سے انکار کیا اور جو میری نبوت سے انکار کرے اللہ اسے جہنم کے آخری طبقہ میں ڈال دے گا۔

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے اور انہوں نے اپنے آبا و اجداد سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت علیؓ صحنِ خانہ میں بیٹھے تھے اور لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے، ان میں سے ایک شخص اخھا اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کو اللہ نے اتنے بڑے مرتبہ پر فائز کیا جب کہ آپ کے باپ پر (معاذ اللہ) وہ جہنم میں عذاب نازل کر رہا ہے؟ یہ سن کر امام نے فرمایا خاموش ہو جا خدا تمہارے منہ کو بند کرے اس ذات کی قسم جس نے محمد کو مبعوث کیا اگر میرا باپ ان سارے گناہگاروں کی شفاعت کرے جو روئے زمین پر رہتے ہیں تو اللہ میرے باپ کی شفاعت کو قبول کرے گا وہ کس طرح جہنم میں رہیں جب کہ ان کا بیٹا قسم نار ہے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس نے محمد مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا ہے نور ابو طالب قیامت کے دن ساری مخلوقات کے نور کو چھپا دے گا سوائے نورِ محمد، میرا نور، نور فاطمہ، نور حسن و حسین اور اولادِ حسین سے ہونے والے اماموں کے نور کے۔

کیونکہ ان کے نور ہمارے نور سے ہے کہ جس کو اللہ نے آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل خلق کیا تھا۔

اپنی کتاب میں انس بن مالک سے حدیث نقل کی ہے کہ انس نے پوچھا یا رسول اللہ ذرا بیان کیجئے کہ علی کس طرح آپ کے بھائی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اللہ نے آدم کی خلقت سے تین ہزار سال قبل زیر عرش پانی کو خلق کی اور اس کو سبز موتی میں رکھا یہاں تک کہ آدم کی خلقت ہوئی۔ جب آدم خلق کئے گئے تو وہ اپنی موتی سے منتقل ہو کر صلب آدم میں آیا اور جب اللہ نے آدم کی قبض روح کی تو وہ صلب شیٹ میں منتقل ہوا پھر وہ ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ صلب عبد المطلب میں پہنچا پھر اللہ نے اس کو دو حصول میں تقسیم کیا ایک حصہ صلب عبد اللہ میں اور دوسرہ حصہ صلب ابو طالب میں آیا پس اس پانی کے آدھے حصے سے میں اور دوسرے حصے سے علی ہیں لہذا علی دنیا و آخرت دونوں میں میرا بھائی ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی و هو الذی خلق من الماء بشراً فجعله نسباً و صہراً وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا۔

بخار الانور میں امام عیسیٰ سے امام موتی کاظم علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ نے نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی عظمت و جلالت کے نور سے خلق کیا۔ جب اللہ نے محمد کو خلق کرنا چاہا تو اس نور کو دو حصول میں تقسیم کیا اسکے ایک حصہ سے محمد اور دوسرے حصہ

سے علی بن ابی طاہب کو خلق کی اور اس نور نے سوائے ان دونوں (محمد و علی) کے کسی کو خلق نہیں کیا۔

اسی کتاب میں امام زین العابدین علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے والد اور اپنے جدا امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی اللہ نے سارے لوگوں کو مختلف درختوں سے اور مجھے اور تمہیں ایک درخت سے خلق کیا ہے میں اس درخت کی جزا اور تم اس کا تنا ہو۔^۱

اور بخار الانوار ہی میں امیر المؤمنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کہ میں اللہ کا بندہ، اس کے رسول کا بھائی اور ان کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والا ہوں میں نے اس وقت ان کی تصدیق کی جب آدم جسم و روح کے درمیان تھے۔ حقیقت میں تمہاری امت میں میں نے ہی سب سے پہلے ان کی تصدیق کی، اولین و آخرین میں ہی ان کا وارث ہوں۔^۲

صبح الانور میں انس سے اور انہوں نے رسالت کتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے، علی، قاطمہ اور حسن و حسین کو آدم کی خلقت سے پہلے خلق کیا ہے۔^۳

۸۔ قطب الدین راوندی (مؤلف فقة القرآن و منهاج البراعة، متوفی ۷۵۵ھ) سعدان سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدم کی خلقت

^۱ بخار الانوار ج ۶ ص ۵ طبع قدیم

بخار الانوار منقول از امالی

^۲ بخار الانوار ج ۶ ص ۳

بخار الانوار منقول از امالی

سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا میں اور علی ایک نور تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو دھصول میں تقسیم کیا اور اسے صلب آدم میں قرار دیا، جب نوح کشتی پر سوار ہوئے تو انہوں نے اس نور کو حمل کیا پھر وہ صلب ابراہیم میں آیا اور اس کا ایک جز میں ہوں اور دوسرا جز علی ہے اور ہم جہاں رہے وہ نور ہمارے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

۹۔ حسین بن حران حسینی (متوفی ۳۵۸ھ) کا بیان ہے کہ مجاہد نے ابن عمر اور ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھنے تھے کہ اتنے میں سلمان، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود، عمر یاسر، حذیفہ بن یمان، ابو شیم بن تیھان، خزیمہ بن ثابت ذوالشحدانیں اور ابو اطفیل عاصم بن واشقہ داخل ہوئے اور رسالت کتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ ان لوگوں کے چہروں سے حزن و ملاں ظاہر ہو رہا تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہو جائیں ہم نے آپ کے بھائی اور آپ کے پچھا کے بیٹے کے بارے میں کچھ لوگوں سے ایسی باتیں سنیں ہیں جس نے ہم لوگوں کو محروم کر دیا ہے اور آپ اجازت دیں تاکہ اس کا ہم جواب دیں رسول اللہ نے فرمایا میرے بھائی علی کے بارے میں وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ علی نے جو اسلام کی طرف سبقت کی اس میں ان کا کیا کمال ہے کیونکہ انہوں نے بچپن میں اسلام قبول کیا اور اسی طرح دیگر باتیں وہ کہہ رہے ہیں تو آنحضرت نے فرمایا کیا تم ان باتوں سے محروم ہو گئے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا تم سب لوگ یہ جان لو کہ اللہ نے مجھے اور علی کو ایک نور سے خلق کیا ہے اس نے اس نور کے دو حصے کے اس کا

نصف صلب عبد اللہ میں اور نصف میرے چھا ابوطالب کے صلب میں آیا۔۔۔۔۔

۱۰۔ جمال الدین حسن بن یوسف بن علی بن مطہر معروف بے علامہ علی (متوفی ۷۴۲ھ) نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ اس حدیث کو انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جد سے، انہوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے، انہوں نے رسول اللہ سے اور انہوں نے جبریل سے نقل کیا ہے کہ جبریل نے فرمایا مے محمد اللہ نے تم کو سید الانبیاء اور علی کو سید الاوصیا اور ان میں سب سے بہتر قرار دیا ہے (جب رسول اللہ سے حضرت علی نے یہ سناتو) علی نے اپنی پیشانی سجدے میں رکھدی اور شکر خدا بجالانے کے لئے زمین چوپی۔

بیشک اللہ نے محمد علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو سایہ نور کی طرح خلق کیا وہ آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل پیش خدا اس کی تسبیح تہلیل و تمجید کرتے تھے پھر ان کو نور قرار دیا اور وہ اصلاح طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتے گئے جب اللہ نے چاہا کہ ان کے فضل کو ہم سے بیان کرے اور ان کی منزلت کو ہمچنانے اور ان کا حق کو ہم پر واجب کرے تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اس کا ایک حصہ عبد اللہ بن عبد المطلب میں منتقل کیا اور اس سے سید الانبیاء و خاتم المرسلین بنایا اور ان میں نبوت قرار دی اور دوسرے حصے کو ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف میں منتقل کیا اور اس سے علی کو امیر المؤمنین و سید الاصحیاء بنایا اور انہیں رسول کا ولی و ولی خلیفہ، ان کی بیٹی کا شوہر،

ان کا قرض ادا کرنے والا، ان کی مشکلات کو دور کرنے والا، ان کے وعدے کو وفا کرنے والا اور ان کے دین کا ناصر بنایا۔

۱۱۔ حسن محمد دیلیمی نے اس حدیث کی سلمان سے اور انہوں نے رسالتاًب سے روایت کی ہے دیلیمی ہی نے ابن مهران سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن عباس سے ”انا لنحن الصافون وانا لنحن المسجون“ کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ کے پاس تھے کہ اتنے میں علی بن ابی طالب آئے جب نبی نے علی کو دیکھا تو ان کے لبوب پر مسکراہٹ آئی اور کہا مر جاۓ وہ کہ جسے سب سے پہلے اللہ نے خلق کیا ہے۔ اللہ نے مجھے اور علی کو آدم کی خلقت سے پہلے خلق کیا ہے۔ اس نے سب سے پہلے ایک نور کو خلق کیا اور اس کو دھونوں میں تقسیم کیا اس کے ایک حصہ سے مجھے خلق کیا اور دوسرے حصہ سے علی کو خلق کیا پھر ساری چیزیں ہمارے اور علی کے نور سے منور ہوئیں اس کے بعد ہم کو بین عرش پر رکھا پھر ملائکہ کو خلق کیا جب ہم نے تسبیح کی تو ملائکہ نے تسبیح کی جب ہم نے تہلیل کی تو ملائکہ نے تہلیل کی جب ہم نے تکبیر کی تو ملائکہ نے تکبیر کی اور یہ سب کچھ ہمارے اور علی کے تعلیم دینے کی وجہ سے تھا۔

۱۲۔ محمد بن علی بن احمد فاسی نے روضۃ الوعظین میں اسی حدیث کو جابر بن عبد اللہ الفزاری اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۱۳۔ شرف الدین بن علی بن جنگی نے محمد بن زیاد سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ

ابن حجر ۹۶ ص ۷ مقول از کشف القعین فی الملة امیر المؤمنین علیہ السلام

۲ ارشاد القلوب ج ۲ ص ۱۹۵

۳ روضۃ الوعظین ج اصل ۷۔ و بخار الانوار ج ۹ ص ۵

ابن مهران نے عبد اللہ بن عباس سے ”أَنَّ النَّحْنَ الصَّافُونَ وَأَنَّ النَّحْنَ
الْمَسْجُونَ“ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ کے پاس تھے کہ اتنے
میں علی آئے ان کو دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا مر جب اے وہ کہ جسے سب سے پہلے اللہ نے
خلق کیا ہے۔۔۔

۱۷۔ علامہ محمد باقر محلسی (متوفی ۱۳۴۴ھ) نے اپنی عظیم اور مشہور کتاب بخار الانور
وغیرہ میں اس حدیث کو مختلف الفاظ اور متعدد طرق و اسناد سے نقل کیا ہے۔

نقل احادیث شیعہ کے اسباب و علل

حدیث شیعہ کے نقل کرنے کی تو ضرورت نہیں تھی مگر حسب ذیل وجوہات کی بناء پر
میں نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے۔

۱۔ ابن روز بہان نے علامہ حلی کی رد میں کہا ہے:

”بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس شخص (علامہ حلی) نے صرف
ہلسنت سے حدیثیں نقل کی ہیں اور یہ صرف اس لئے کہ شیعوں کے پاس نہ کوئی
کتاب ہے نہ روایت اور نہ ہی مجتہد جو حدیثوں سے استنباط کر لے لہذا وہ اپنے مدئی کو
ثابت کرنے میں ہلسنت کی کتابوں کے محتاج ہیں۔“

مذکورہ عبارت سے معلوم ہو گیا کہ خود ابن روز بہان کی بات تعجب خیز ہے کیونکہ
انہوں نے اصول مناظرہ کے خلاف بات کہی ہے (اس لئے کہ مناظر میں ایسی دلیلیں پیش
کی جاتی ہیں کہ مقامیں اس کو قبول کرے اور جب ہم خود اہلسنت کی کتابوں سے حدیث کو

پیش کریں تو انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اسے تسلیم کریں) اگر ہم صرف شیعوں کی کتاب سے حدیثوں کو پیش کریں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ شیعوں کی حدیثیں ہیں اور ہمارے لئے جوت نہیں ہیں۔

۱۔ ابن روز بہان نے علامہ حلی کی کتاب نجح الحق کی روا اور عمر بن خطاب کی موهوم فضیلت میں ایک گزٹی ہوئی حدیث نقل کی ہے (جس کے ضعی اور گزٹی ہونے کو میں نے شوراق الصوص میں تفصیل سے بیان کیا ہے) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر بن خطاب نے ازواج پیغمبر اسلام کو ”یا عدوات انفسهن“ کیا ہے اور پھر ازواج پیغمبر نے انہیں افظ داغلاظ سے خطاب کیا ہے ان ساری باتوں کے باوجود اس حدیث کے آخر میں ایک فقرہ کا اور اضافہ کر دیا کہ رسالت کا نام ”مالقیک الشیطان سالکا فجا قسط الا سلک غیر فجک“ اس کے بعد روز بہان لکھتے ہیں:

”اس حدیث کو سارے اصحاب صحاح نے نقل کیا ہے اور کسی نے اس کے صحیح ہونے میں شک نہیں کیا ہے اور یہ راضیوں کے لئے ایک جوت ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ ابو بکر کی بیعت عمر بن خطاب کی بجہ سے ہوئی تھی اب اگر ان کی بات صحیح ہے تو اس حدیث کی رو سے ابو بکر کی بیعت صحیح ہوئی کیونکہ جس راستے پر عمر چلے اس کی مخالف سمت شیطان چلا اور جو راستہ شیطان کے مخالف ہوا وہ راہ حق ہوا۔“

ابن روز بہان کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے اس جھوٹی حدیث پر فخر کر رہے اور اگر ایسا ہے تو وہ حدیث (نور) جس کی مختلف طرق و اسناد اور متعدد الفاظ سے روایت کی گئی ہے بدوجہ اولیٰ لائق فخر ہوگی کیونکہ حدیث نور کی محنت پر فریقین کااتفاق ہے۔

شاہ صاحب نے اس وضعی حدیث کی روکیک تو جہات کی ہے اور ہندوستانی مثالوں سے اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جب میں نے (عمر سے متعلق) اس حدیث کے وضعی اور گردھی ہونے کو شورا قخصوص میں تفصیل سے ثابت کر دیا ہے تو پھر ان مثالوں کی کوئی حیثیت نہیں رہتی ہے۔

۳۔ خود مخاطب (محمدث دہلوی) نے تختہ کے گیارہویں باب میں تیرہویں تعصب میں لکھا ہے۔

شیعوں کے بزرگ مجتہدین میں ایک ابن یونس ہیں انہوں نے الصراط المستقیم میں لکھا کہ ابن جریر نے یوم الغدیر ابن شاہین نے المناقب، ابن ابی شیبہ نے الاخبار الامام و

”فضائله، ابویعیم نے مقبہ المطہرین اور ما نزل من القرآن فی

فضل امیر المؤمنین ابوالحسن رویانی شافعی نے جعفریات، موفق کی نے اربعین

فی فضائل امیر المؤمنین، ابن مردویہ نے راشش فی فضل علی شیرازی نے نزول

القرآن فی شأن امیر المؤمنین، نظری نے خصائص علویہ، ابن معازی شافعی نے

مناقب امیر المؤمنین معروف به المراتب، بصری نے درجات امیر المؤمنین،

خطیب نے الحداق اور سید مرتضی نے کہا ہے کہ میں نے عمر بن شاہین کو یہ کہتے

ہوئے سنا کہ میں نے فضائل علی کو ہزار جز میں جمع کیا ہے اُنہی، منتقل از انوار

العرفان تالیف معین قزوینی اثنا عشری۔ پس الناصف کی بات تو یہ ہے کہ شیعوں

کے پاس فضائل امیر المؤمنین والہدیت میں ان جسمی کتاب ہے ہی نہیں ہے بلکہ

جو بھی ان کی کتابوں میں غور کریگا وہ اسی نتیجہ پر ہو چکا کہ علماء شیعہ اس سلسلہ

میں اہلسنت کے محتاج ہیں کیونکہ وہ صرف ان ہی کتابوں سے نقل کرتے ہیں
البتہ احتمال ہے کہ دوسرے اماموں کے بارے میں کچھ کتابیں ہوں جیسے کشف
الغمہ اور الفصول المہمہ وغیرہ میں۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب (محمد دہلوی) کے نزدیک شیعوں
کا فضیلت امیر المؤمنین اور حضرت زہرا و حسین میں اہلسنت کی کتابوں سے حدیثوں کا
نقل کرنا خوشہ چیز ہے اور اپنے طریق سے فضائل و مناقب کو ثابت نہ کرنا عدم استطاعت
و تقصی کی دلیل ہے تو اگر شیعہ خود ان ہی کے طریق سے ان حضرات کے فضائل و مناقب
کو ثابت کریں اور اس سے احتجاج و استدلال کریں تو اس سے انہیں انکار نہیں کرنا چاہئے
 بلکہ اسے باعث فضل و افتخار سمجھنا چاہئے لہذا حدیث نور، کہ جس کو شیعوں نے اپنی کتابوں
میں نقل کیا ہے اسے انہیں قبول کرنا چاہئے اور جو فصول مہمہ کی نسبت شیعوں کی طرف دی
ہے اور کہا ہے کہ یہ شیعوں کی کتاب ہے تو اس کا بطلان واضح ہے کیونکہ اہلسنت کی جتنی
بھی تراجم کی کتابیں ہیں ان سب میں اسے ابن صباغ مالکی کی تالیف بتایا ہے۔ اس بات
کو ہم عبقات الافوار کی حدیث تشبیہ میں تفصیل سے بیان کریں گے۔ اور صاحب کشف
الغمہ نے جو اہلسنت کی کتابوں سے نقل کیا ہے وہ صرف اس لئے تاکہ اہلسنت پر اتمام
جھٹ کریں اور یہ ثابت کریں کہ جو ہم نے لکھا ہے اسے خود تمہیں نے لکھا ہے تو پھر کیوں
نہیں سرسليم خم کرتے ہوا ورنہ فضائل علیٰ و آل علیٰ میں شیعوں نے اپنے طریق سے اتنی
کتابیں لکھی ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا ہے جو شخص غالیہ المرام اور بخار الانور کی طرف

مراجعة کریگا اسے ان کتابوں کے نام معلوم ہو جائیں گے۔

۴۔ مخاطب (محمد دہلوی) کے شاگرد خاص رشید الدین خان نے شوکت عمر یہ میں تحریر کیا ہے:

”آنہمہ اطہار کی شان میں جو حدیثیں شیعی طریق سے مروی ہیں، (اگر ان کے وضعی ہونے کا شہر نہ ہو تو) احقر (رشید الدین خان) ان میں اصلاً جزو بحث نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنی آنکھوں اور سر پر رکھتا ہوں۔“

رشید الدین خان صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہلیت کے بارے میں شیعی طریق سے مروی حدیث پر (اگر وہ وضعی نہ ہو) نہ یہ کہ خدا شوارد نہیں کرتے بلکہ اسے اپنی آنکھوں پر رکھتے ہیں پس حدیث نور یا اس جیسی دوسری حدیثیں جنہیں شیعوں نے نقل کیا ہے اور ان میں وضعی ہونے کا اصلًا شایبہ بھی نہیں ہے، تو انہیں اور ان کے ہم مشرب کو تسلیم کرنا چاہئے۔

۵۔ نصراللہ کابلی نے صواعق میں اسی طرح مخاطب (دہلوی) نے تھہ میں اکثر جگہوں پر خود اپنی ہی حدیث سے استدلال کیا ہے بلکہ انہوں نے ایسی حدیثوں سے استناد کیا ہے جو خود سنی محققین و رجالیوں کے نزدیک وضعی اور گزہی ہوئی ہے، تو کیا شیعہ خود اپنی حدیثوں سے احتجاج واستدلال نہیں کر سکتے ہیں؟

حدیث نور کو میں نے اس کتاب میں سنی سلسلہ روایت سے بھی پیش کیا ہے اور شیعی سلسلہ روایت سے بھی..... لہذا یہ حدیث متفق علیہ ہے اب ان کو پڑھ کر کیا کوئی اس سے انکار کر سکتا ہے؟ یا اس کو صرف شیعوں کی حدیث کہہ سکتا ہے؟

تضعیف سند حدیث نور کا جواب

مخاطب نے کہا ہے کہ اہلسنت کا اجماع ہے کہ یہ حدیث (نور) وضی ہے۔ لیکن میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ یہ سفید جھوٹ اور واضح حقیقت سے انکار کے سوا کچھ بھی نہیں ہے غالباً انہوں نے کذب دافترا پردازی مؤلف صواتع (کاملی) سے سمجھی ہے جو کہ ایک ادنی طالب علم کے بھی شایان شان نہیں ہے چہ جائیکہ ایک ایسے شخص کے لئے حکامور دینیہ کی زعامت کا مدعا ہے۔ میں نے مخاطب (دہلوی) کے دعویٰ کو واضح دلائل اور روشن برائیں سے باطل کر دیا ہے اور اس کو ثابت کیا ہے کہ بزرگ علمائے اہلسنت نے اس حدیث کی روایت کی ہے ان کے علاوہ اور بھی بزرگ شخصیتیں ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کی روایت کی ہے اگر یہ حدیث وضی اور گڑھی ہوئی ہوتی جیسا کہ مخاطب (دہلوی) نے اس کے وضی ہونے پر ادعائے اجماع کیا ہے تو پھر کس طرح اتنے آئندہ اور حفاظ نے اس کو نقش کیا۔ کیا وضی اور جھوٹی حدیث کا نقل کرنا حرام نہیں ہے؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص ایسی حدیث کی روایت کرتا ہو جو اس کی نظر میں جھوٹی ہے تو ایسی حدیث کی روایت کرنے والا جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

لہذا اگر مخاطب (دہلوی) کا ادعیٰ صحیح ہے تو پھر ان سارے ائمہ و حفاظ کو فاسق کہیں جنہوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے لیکن میں نہیں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی رسول اسلام

کی مذکورہ حدیث کو ان حفاظاً پر منطبق کرے گا۔ !!

اس کے علاوہ اہلسنت کے بزرگ علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے احتجاج و استدلال کیا ہے اور ایک جماعت نے رسول اسلامؐ سے اس حدیث کے رسول اسلامؐ سے صادر ہونے کو حقیقی و قطعی ثابت کیا ہے... لہذا مخاطب (دہلوی) کا دعوائے اجماع غلط اور باطل ہے۔

سب سے پہلے ابن جوزی نے اس حدیث کو وضعی قرار دیا ہے اور اہل علم کو معلوم ہے کہ ابن جوزی صحیح اور معتمد روایات کو وضعی قرار دینے میں یہ طولی حاصل تھا چنانچہ جو بھی ان کی کتاب تذكرة الموضوعات کا مطالعہ کریگا وہ اسی نتیجہ تک پہنچے گا۔ ابن جوزی کی تاسی روز بہان نے اپنی کتاب ابطال الباطل میں کی اور ان کی پیروی تھوڑے اضافہ سے خواجہ کابلی نے کی اور کہا کہ محدثین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث (نور) وضعی ہے اور حسب عادت خواجہ کابلی کی بات کو مخاطب (دہلوی) نے دہرا دیا ہے اور اس حدیث کی وضعی ہونے پر اجماع اہلسنت کا دعویٰ کیا ہے۔ (کیونکہ مخاطب نے تحفہ میں وہی ساری باتیں کہی ہیں جو خواجہ نصراللہ کابلی نے صواتع میں لکھی ہیں بلکہ محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ دہلوی کی کتاب تحفہ اشاعریہ، نصراللہ کابلی کی کتاب الصواتع کا سرقہ ہے فرق اتنا ہے کہ تحفہ فارسی میں ہے اور صواتع عربی میں) جب کہ ان کا یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ کوئی بھی حدیث اس وقت وضعی مانی جاتی ہے جب وہ کتاب و سنت کے مخالف ہو اور حدیث نور میں کوئی ایسی بات ہے ہی نہیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہو اور اگر کوئی حدیث اس کے معارض ہوتی تو ابن جوزی اسے ضرور پیش کرتے جیسا کہ انہوں نے دوسری حدیثوں میں

کیا ہے اور نصر اللہ کا بیل اور مخاطب (دہلوی) نے دعائے اجماع کو جتنا آسان سمجھ رکھا ہے اتنا آسان نہیں ہے کیونکہ شافعی، احمد بن حنبل، ابن حزم ان禄ی اور ابن قیم نے دعائے اجماع کرنے والوں کو جھوٹا کہا ہے۔ حافظ ابن حزم کہتے ہیں:

”خدارحمت کرے احمد بن حنبل پر انہوں نے چیز کہا ہے کہ جو بھی

ادعائے اجماع کرے وہ جھوٹا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں نے (اس مسئلہ میں) اختلاف کیا ہوا اور وہ نہ جانتا ہو البتہ وہ یہ کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کسی نے اختلاف کیا ہو۔“

اس کے بعد ابن حزم کہتے ہیں:

”دعائے اجماع جائز نہیں ہے سوائے دو جگہوں کے ایک یہ کہ

جن کو سارے صحابہ نے صحیح قرار دیا ہو دوسرے اس کے بارے میں جس کی مخالفت کرنے والا کافر اور خارج از اسلام ہو جائے جیسے شہادتیں، روزہ ماہ رمضان حج بیت اللہ، ایمان بالقرآن اور نماز یومیہ وغیرہ کا منکر ہے۔“
ابن قیم کا کہنا ہے:

”بھی بات شافعی نے رسالہ جدیدہ میں کہی ہے کہ اگر کوئی کسی

مسئلہ میں اختلاف نہ پائے تو وہ ادعائے اجماع نہ کرے اور یہ بات کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے، اس کا مطلب اجماع نہیں ہے۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ

کسی مسئلہ میں اگر کوئی ادعائے اجماع کرے تو وہ جھوٹا ہے ہے۔“

احوال و آثار

ابن حزم جنہوں نے اجماع کے بارے میں اپنا اور احمد بن حنبل کا نظریہ پیش کیا ہے ان کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے مؤلف مجتب اب ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”فقيه ابو محمد، عبد الرحمن بن هشام بن عبد الجبار، بن ناصر ملقب به

مستظر بالله وزیر تھے انہوں نے اپنی مرضی سے وزارت چھوڑ دی اور علوم دینیہ کے حصول اور اخبار و سفن کی جمع آوری میں مشغول ہو گئے اس کی وجہ سے وہ اس مرتبہ پر فائز ہوئے کہ اس سے پہلے اندرس میں کوئی بھی اس مرتبہ پر فائز نہیں ہوا تھا وہ شافعی المذهب تھے اور ایک عرصہ تک اسی مذهب پر باقی رہے پھر وہ ظاہری المذهب ہوئے اور ایک عرصہ تک اسی مذهب پر باقی رہے اور اس میں افراط کی حد تک پہنچ گئے تھے یہ مذهب داؤد بن علی کا ہے اور انہوں نے اس مذهب کی فقہ اور اصول فقہ میں بہت اہم کتابیں تصنیف کی ہیں جو بھی سے بہت سے علمائے اندرس نے بیان کیا ہے کہ ابن حزم نے فقہ، حدیث، اصول، تاریخ، انساب، ادب اور مخالفین کی رو میں جو کتابیں لکھی ہیں ان سب کی تعداد چار سو تک پہنچتی ہے ان سے پہلے محمد بن جریر طبری کے علاوہ کوئی بھی مجھے نظر نہیں آتا ہے جس نے اتنی عظیم قلمی خدمات انجام دی ہوں اور ایسا کارنامہ سوانعے

عنایت الہی کے کوئی انعام نہیں دے سکتا ہے علم خوا، لغت اور شعر و صناعت خطابات میں ان کے بہت سے علمی شاہکار ہیں میں نے ان کی زندگی کے ایک ایسے گوشے کو صرف اس لئے پیش کیا ہے کہ وہ اس دور میں علمائے انگلیس کی مشہور ترین فرد ہیں اور روساء کی نشستوں اور علامہ کی زبان پر ان کا بہت زیادہ ذکر ہوتا ہے اور یہ سب اس لئے ہے کہ انہوں نے مغرب میں مالکی مذہب کی مخالفت کی ہے اور آج کل انگلیس میں ان کے ہم مذہب اور ان کی اتباع کرنے والے بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔“

صدای حسن ان کے بارے میں تحریر کرتے ہی:

”مجہدین میں ایک امام ابو محمد ابن حزم ظاہری ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ اگر میں روئے زمین پر قرآن و حدیث میں کسی کو اپنے سے علم جانتا تو اس کے پاس (کسب علم کے لئے) حاضر ہوتا۔“

مخاطب (دہلوی) نے کہا ہے کہ اس حدیث (نور) کے سلسلہ روایت میں محمد بن خلف مروی ہے جس کے بارے میں بھی بن معین نے کہا ہے کہ وہ کذاب ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے اور اس کے جھوٹے ہونے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ اسی حدیث کی دوسرے طریق سے روایت کی گئی ہے لیکن اس کے سلسلہ روایت میں جعفر بن احمد ہے جورافضی، غالی، کذاب اور حدیثیں گڑھتا تھا اور یہ اکثر قدح صحابہ اور ان پر سب و شتم سے متعلق حدیثیں گڑھتا تھا۔

میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ جو بھی تحقیق کر لیا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس

حدیث کے سلسلہ روایات میں محمد بن خلف کا اصلًا وجود ہی نہیں ہے (انشاء اللہ آئندہ اس بات کی وضاحت کروں گا) اسی طرح شیعی طرق روایات میں جعفر بن محمد کا بھی وجود نہیں ہے مخاطب (دہلوی) کے اس جھوٹے دعوے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس مشہور حدیث (نور) کو صرف دو سندوں میں محصور کرنا چاہتے تھے اور پھر ان کو بھی غیر معتبر بتانے کی کوشش کی تاکہ جس حدیث سے شیعہ بعد پیغمبر حضرت علی کی خلافت و امامت کو ثابت کرتے ہیں اس کا اعتبار ہی ختم ہو جائے۔

جو بھی اس حدیث مستفیض (یعنی جونہ خبر واحد ہوا اور نہ حد تو اتر تک پہنچی ہو البتہ یہ معتبر ہے) کے بارے میں غور کریا کہ جس کے صحیح ہونے کو سبط ابن جوزی نے ثابت کیا ہے بلکہ وہ مقطوع الصدور ہے، وہ اس نتیجہ تک پہنچے گا کہ مذکورہ دونوں افراد احمد بن حنبل، عبد اللہ بن احمد، ابن مغازی، خطیب خوارزمی، نظری، عاصمی اور حموینی جیسے حفاظ کے سلسلہ روایت میں ہیں ہی نہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ حدیث صحیح کا دوسرے طرق سے وارد ہونا (اگر اس میں ضعف ہو بھی تو) سند و دلالت دونوں کی تقویت کا باعث ہوتا ہے۔

ابن روز بہان کی حیله گری:

جب اس حدیث میں مذکورہ افراد نہیں ہیں جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت کی ہے تو پھر یہ بات کیوں کہی گئی کیا اس میں مخالفت سے کام نہیں لیا گیا ہے؟ یقیناً ایسی ہی بات ہے اس مخالفت کی علت یہ ہے کہ جب علامہ حلی نے اپنی کتاب فتح الحق و کشف الصدق میں احمد بن حنبل اور ابن مغازی سے اس حدیث کی روایت کی اور ابن روز بہان اپنی کتاب

ابطال الباطل میں اس کا جواب نہ دے سکتے تو انہوں نے حیله سے کام لیا اور کہا:

”ابن جوزی نے اسی کے ہم معنی حدیث کو اپنی کتاب

الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث کو وضع کیا گیا ہے کیونکہ پہلی حدیث کے سلسلہ روایت میں محمد بن خلف مروزی ہے کہ جس کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ وہ کذاب ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے اور دوسری حدیث کے سلسلہ روایت میں جعفر بن احمد ہے جو راضی، کذاب اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم میں حدیثیں گڑھتا تھا۔“

علامہ حلی اور ابن روزبہان کی عبارت کا جو بھی مقابلہ کریگا وہ اسی نتیجہ پر ہوئے گا کہ علامہ حلی نے جس حدیث کی روایت کی ہے اس کے بارے میں ابن روزبہان نے کہا ہی نہیں کہ محمد بن خلف مروزی اور جعفر بن احمد اس کے سلسلہ روایت میں ہیں۔ بلکہ ابن روزبہان نے ابن جوزی کی عبارت کو نقل کیا ہے تاکہ قاری کو یہ وہم پیدا ہو جائے کہ جس حدیث کو علامہ حلی نے نجح الحق میں نقل کیا ہے وہ وضعی ہے۔

ابن روزبہان کی عبارت میں نصر اللہ کابلی نے اجماع کا اضافہ کر دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”یہ (حدیث نور) باطل ہے کیونکہ محدثین کا اجماع ہے کہ یہ وضعی

حدیث ہے اس لئے کہ اس کے سلسلہ روایت میں محمد بن خلف مروزی ہے جس کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے اور اس کے جھوٹے ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور اسی حدیث کو دوسرے طریق سے نقل

کیا گیا ہے لیکن اس کے سلسلہ روایت میں جعفر بن احمد ہے جو راضی، غالی، کذاب اور حدیثیں گزرتا تھا وہ زیادہ قدح صحابہ میں حدیثیں گزرتا کرتا تھا۔“ پس کابلی نے اس کے وضعی ہونے پر اجماع محمد بن کا اضافہ کر دیا اور انہوں نے عبارت کو اس طرح بدل دیا گویا محمد بن خلف مروزی اور جعفر بن احمد اس حدیث کے سلسلہ روایات میں ہیں۔ کابلی کی پیروی کرتے ہوئے مخاطب (دہلوی) نے بھی اجماع کا دعویٰ کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس حدیث کے سلسلہ روایت میں محمد بن خلف مروزی ہیں وہ اس حدیث نور کے علاوہ حدیث ہے جس کے بارے میں ہم بحث کر رہے ہیں جس سلسلہ روایت میں محمد بن خلف مروزی ہیں وہ یہ ہے:

رسول اللہ نے فرمایا: ہارون بن عمران، میکی بن زکریا اور علی بن ابی طالب ایک طینت سے خلق کئے گئے ہیں، اگر آپ کو یقین نہ آئے تو میں ابن جوزی کی عبارت کو نقل کر دیتا ہوں تاکہ شیک و شبہ بر طرف ہو جائے۔ ابن جوزی فضائل علی علیہ السلام میں لکھتے ہیں:

پہلی حدیث خلقت علی ابن ابی طالب کے بارے میں ہے:
ہم کو ابو متصور قزار نے خبر دی انہوں نے کہا ہم کو احمد بن علی بن ثابت نے بتایا انہوں نے کہا مجھے علی بن حسن بن محمد دقاق نے خبر دی انہوں نے کہا ہم سے محمد بن اسماعیل وراق نے بیان کیا ان سے ابراہیم بن حسین بن واودقطان نے ان سے محمد بن خلف مروزی نے ان سے موسی بن ابراہیم نے ان سے موسی بن جعفر نے اور انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں، ہارون

بن عمران مجی بن زکریا اور علی بن ابی طالب ایک طینت سے خلق کئے گئے ہیں۔

رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حدیث کی غلط نسبت دی گئی ہے کیونکہ اس میں مروزی ہے جو تم ہے اور اس کے بارے میں مجی بن معین نے کہا ہے کہ وہ جھوٹا ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے اور ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ کندڑ ہن اور بہت جلد یقین کرنے والا تھا لہذا اسے ترک کرنا چاہئے۔

اور جعفر بن احمد بن بیان نے محمد بن عمر طائی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے سفیان سے انہوں نے داؤد بن ابو ہند سے، انہوں نے ولید بن عبد الرحمن سے، انہوں نے نیمیر حضری سے اور انہوں نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور علی نور سے خلق کئے گئے ہیں، آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل ہم یعنی عرش پر تھے پھر اللہ نے آدم کو خلق کیا اور ہم ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتے گئے پھر ہم صلب عبدالمطلب میں قرار پائے پھر اللہ نے ہمارے ناموں کو اپنے نام میں مشتق کیا اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ علی ہے اور علی علی ہے۔

(ابن جوزی کہتے ہیں) اس حدیث کو جعفر بن احمد نے وضع کیا ہے جو رفعی اور حدیثیں گڑھتا تھا اور ابن عدی نے کہا ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ وہ حدیث گڑھتا تھا ای مذکورہ عبارت سے چند باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔

- ۱۔ یہ کہنا کہ حدیث نور کے سلسلہ روایت میں محمد بن خلف مروزی ہے، غلط ہے۔
- ۲۔ ابن جوزی نے جعفر بن احمد کے متعلق حدیث گڑھنے کی نسبت دی ہے جب کہ ابن

روز بہان نے ایک جملہ کا اضافہ کر دیا اور کہا کہ وہ اصحاب پیغمبر پر سب و شتم سے متعلق حدیثیں گڑھتا تھا۔

۳۔ ابن روز بہان نے لفظ کذاب کا اضافہ کیا۔

۴۔ نصر اللہ کابلی نے مذکورہ باتوں کے ساتھ غالی اور وضعی کا اضافہ کیا۔

۵۔ نصر اللہ کابلی نے اس لفظ کا اضافہ کیا کہ وہ اکثر قدح صحابہ اور ان پر سب و شتم سے متعلق حدیثیں گڑھتا تھا۔

۶۔ نصر اللہ کابلی نے مذکورہ باتوں کے علاوہ ان کے کذاب ہونے پر دعوائے اجماع کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکے جھوٹے ہونے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ چار چیزوں کا نصر اللہ کابلی نے اضافہ کیا اور دو کا ابن روز بہان نے کہ جس میں خود کابلی بھی شریک ہیں حالانکہ ان میں سے کوئی بھی بات ابن جوزی نے نہیں کہی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ محمد بن خلف کے واضح حدیث ہونے کو ابن روز بہان نے ابن جوزی سے نقل کیا ہے لیکن اپنے دامن کو بچانے کے لئے ان کے نام کا ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ ناقدین الحسنت نے ابن جوزی کو مورد طعن قرار دیا ہے اور نصر اللہ کابلی نے بجائے اس کے کہ وہ یہ کہیں کہ ابن جوزی نے اس کو وضعی قرار دیا ہے، کہا کہ محمد بن کا اجماع ہے کہ یہ حدیث وضعی اور گڑھی ہوئی ہے اور مخاطب (دلبوی) نے لفظ اجماع کو اجماع الحسنت سے بدل دیا ہے۔

ادعائے ابن جوزی کی حقیقت

ابن جوزی نے اپنی کتاب الموضعات میں محمد بن خلف مروزی کے متعلق جواب ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ وہ کندڑ ہن اور لوگوں کے کہنے پر بہت جلد یقین کر لیتے تھے، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محمد بن خلف مروزی حدیثیں گڑھنے والے اور رسول اللہ کی طرف حدیث کی غلط نسبت دینے والے نہیں تھے لہذا ابن جوزی نے ابن حبان سے جو یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے محمد بن خلف کو کذاب کہا ہے، غلط ہے کیونکہ ابن حبان نے محمد بن خلف کو کذاب کہا ہی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ ائمہ اہلسنت نے یحییٰ بن معین کو مورد طعن قرار دیا ہے کیونکہ وہ لوگوں سے ان کی استطاعت سے زیادہ کام لیا کرتے تھے اور یہ صرف اس لئے تھا کہ لوگ شافعی کو اپنا رأس و ریس مانتے تھے جب کہ ابن معین، شافعی سے حد کرتے تھے جیسا کہ فخر رازی نے مناقب شافعی میں یہ بات کہی ہے لہذا ان کے جرح کو لاائق اعتبار نہیں مانا چاہئے۔

محمد بن خلف کی وثائق

محمد بن خلف مروزی نہ یہ کہ جھوٹے نہیں تھے بلکہ علماء نے ان کے بچ ہونے کی تصدیق کی ہے۔ ان کے بارے میں چند مشہور علمائے اہلسنت کے نظریے کو پیش کر رہا ہوں سمعانی، مروزی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”بغداد میں ایک دروازہ ہے جسے دروازہ مروزی یا محلہ مروزہ۔“

(مروزیوں کا محلہ) کہا جاتا ہے غالباً یہ کرخ میں ہے اسی محلہ میں ابو عبد اللہ

محمد بن خلف بن عبد السلام اعور مروزی رہتے تھے انہوں نے، یحییٰ بن ہاشم سمسار، عاصم بن علی اور علی بن جعد سے روایت کی ہے اور ان سے ابو عمر و عثمان بن احمد بن ساک، عبد الصمد بن علی طبی اور ابو بکر محمد بن عبد اللہ شافعی نے روایت کی ہے وہ صدوق (چے) تھے ۲۸۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔^۱
 خطیب بغدادی نے ان کو ”صدوق“ کہا ہے اور کہا ہے کہ دارقطنی نے ان کے لئے لا باس (یعنی ان سے روایت نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے) کہا ہے خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

”محمد بن خلف بن عبد السلام اعور، مروزی سے پہچانے جاتے ہیں کیونکہ وہ محلہ مروزہ میں رہتے تھے انہوں نے عاصم بن علی، علی بن جعد اور موسیٰ بن ابراہیم مروزی وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ابو عمر و ابن ساک، ابو العباس بن صحح، عبد الصمد طبی اور ابو بکر شافعی وغیرہ نے روایت کی ہے وہ صدوق تھے اور ان کے بارے میں دارقطنی نے لا باس کہا ہے (یعنی ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے) اور ابن قالع سے منقول ہے کہ ۲۸۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔^۲“

اس کے علاوہ وہ ابو بکر شافعی، ابن ساک، ابن صحح اور عبد الصمد طبی جیسے بزرگ علمائے اہلسنت کے مشائخ میں سے ہیں۔

پس حق یہ ہے کہ محمد بن خلف مروزی صدوق اور صحیح بات کرنے والے تھے وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے اور ابن معین نے جودا قسطنی کے بارے میں کہا ہے کہ انہوں نے محمد بن خلف کو متروک کہا ہے وہ غلط ہے انہوں نے لا بأس کہا ہے لہذا نصراللہ کا بلی اور مخاطب (دہلوی) نے جوان کے جھوٹے ہونے پر ادعائے اجماع کیا ہے وہ خود ان کی گزہمی ہوئی بات ہے ورنہ حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

نصراللہ کا بلی اور مخاطب (دہلوی) کی بات اس طرح بھی رد ہو جاتی ہے کہ حافظ گنجی نے ابن عساکر اور خطیب بغدادی سے مروزی کی حدیث نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ حافظ گنجی لکھتے ہیں:

هم کو یوسف بن خلیل بن عبد اللہ دمشقی نے حلب میں اور حافظ محمد بن محمود بن حسن نجاشی نے بغداد میں اور حافظ خالد بن یوسف نابلسی نے دمشق میں خبر دی ان لوگوں نے کہ کہ ہم کو امام ابوالیمن زید بن حسن کندی نے دمشق میں بتایا ان کو فراز نے ان کو حافظ احمد بن علی بن ثابت خطیب نے ان کو ابو القاسم علی بن عثمان و قاتق نے ان سے محمد بن اسحیل و راق نے ان سے ابوالحق ابراہیم بن حسین بن داؤدقطان نے ^{اللیحہ} میں بیان کر ان سے محمد بن خلف مروزی نے بیان کیا ہے ان سے موسی بن ابراہیم مروزی نے ان سے موسی بن جعفر بن محمد نے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ہارون بن عمران، علی بن زکریا اور علی بن ابی طالب ایک طینت سے خلق کئے گئے ہیں۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اسی کی حافظ العراق (خطیب بغدادی) نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے اور محدث شام (ابن عساکر) نے ان کی اتباع کی ہے۔

خطیب بغدادی نے ابراہیم بن حسین قطان کے ذکر میں اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اور ابن عساکر نے ان ہی کی پیروی کی ہے اور دونوں کا سلسلہ روایت ایک ہے۔

حدیث شافعی کا جواب

مخاطب (دہلوی) نے کہا ہے کہ اگر ہم اس حدیث (نور) کو صحیح مان بھی لیں تو اسی کے مقابلہ میں دوسری روایت ہے جو اس سے تھوڑی بہتر ہے اور اس کے سلسلہ روایت میں کوئی ایسا نہیں ہے جو کذب سے نہیں (جھوٹا) ہو اور وہ شافعی کی روایت ہے جسکی انہوں نے اپنے سلسلہ روایت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل میں، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی خدا کے حضور میں تھے جب (اللہ نے) آدم کو خلق کیا تو ہم کو ان کی پیشے میں قرار دیا پھر ہم لوگ اصلاب طاہرہ سے منتقل ہوتے گئے یہاں تک کہ مجھے اللہ نے صلب عبد اللہ میں منتقل کیا ابو بکر کو صلب ابو قافلہ میں، عمر کو صلب خطاب میں، عثمان کو صلب عفان میں اور علی کو صلب ابو طالب میں منتقل کیا۔

میں (میر حامد حسین) کہتا ہوں کہ مخاطب (دہلوی) کی بات چند طرح سے رو ہو جاتی ہے۔

۱- مخاطب (دہلوی) کا یہ کہنا کہ یہ حدیث فی الجملہ (بعض جهات سے) حدیث نور سے بہتر ہے یہ خود اس بات کا اعتراف ہے کہ مذکورہ حدیث قدح و جرح سے محفوظ نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک حدیث نور صرف دو سندوں سے نقل ہوئی ہے اور دونوں ان کی نظر میں مطعون اور قابل اعتبار نہیں ہیں لہذا یہ حدیث جو حدیث نور سے تھوڑا بہتر ہے نہیں کہ یہ ہر لحاظ سے بہتر ہے بلکہ، وہ بھی قابل جرح ہے اور پھر اس سے استدال بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

۲- بزرگ علمائے الحسنۃ کی روایتوں اور ان کی عبارتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حدیث نور صحیح ہے لہذا اس حدیث کے مقابلہ میں ایک ایسی روایت کو پیش کرنا جس کے سلسلہ سنداں کا پتہ ہی نہیں ہے کہ اس کی کس نے روایت کی ہے تاکہ اس کے بارے میں تحقیق کریں کہ وہ راوی شفعت ہے یا نہیں، کوئی عظیمدی کی بات نہیں ہے بلکہ وہ اصلًا حدیث نور کے معارض ہے ہی نہیں کیونکہ حدیث نور کی صحت ثابت ہے اور اس کے مقابلہ میں پیش کی جانے والی حدیث اس صفت سے خالی ہے۔

۳- قاضی شاء اللہ پانی پتی جو مخاطب (دہلوی) کے بقول زمانہ کے فقیہ تھے، نے حدیث نور کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کے معارض شافعی کی حدیث ہے جو اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کے سلسلہ روایت میں کوئی کذب سے متعلق نہیں ہے۔ لیکن نصر اللہ کاملی اور مخاطب (دہلوی) نے پانی پتی کے ضعف حدیث کے اعتراف

کو حذف کر دیا اور کابلی نے صرف اتنا کہا کہ اس (شافعی کی) حدیث میں کوئی کذب سے تمہم نہیں ہے اور مخاطب (دہلوی) نے لفظ فی الجملہ پر اکتفا کیا ہے تاکہ ضعف حدیث کی شکاندہی اور اعتراف حق نہ ہو جائے۔

۴۔ مخاطب (دہلوی) نے الہست کے ایک قاعدہ کو اسی کتاب میں بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں:

ہر وہ حدیث جو کسی کتاب میں نقل ہوئی ہو لیکن (بخاری و مسلم اور دیگر ارباب صحاح کی طرح) مصنف نے ان چیزوں کی رعایت نہ کی ہو جو حدیث کی صحیت کے لئے ضروری ہیں اور مصنف یا آنکھ محدثین میں سے کسی نے اس حدیث کو صحیح قرار نہ دیا ہو تو اس سے احتجاج و استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس قاعدہ کی رو سے چونکہ شافعی کی روایت بخاری و مسلم جیسی کتاب میں نقل نہیں ہوئی ہے لہذا اس سے استدلال بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ آخر مؤلف تحفہ انشا عشرہ نے اس قاعدہ کو بیان کرنے کے بعد خود کیوں عمل نہیں کیا؟ کیا یہ فضیلت علی کی رد میں ایک گڑھا ہوا قاعدہ نہیں ہے؟

۵۔ مخاطب (دہلوی) نے اپنی اسی کتاب میں مطاعن ابو بکر کے جواب میں کہا ہے یہ جملہ کہ لعن اللہ من تخلف عنہما (یعنی جس نے لشکر اسامہ سے سرچھی کی اس پر اللہ کی اعانت ہو) الہست کی معتبر کتاب میں نہیں ہے کیونکہ الہست کے نزدیک حدیث کا اعتبار اس

وقت ہوتا ہے جب وہ محدثین کی کسی معتبر کتاب میں موجود ہو اور اس کو صحیح قرار دیا ہو لیکن جس حدیث کی کوئی سند نہ ہواں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث کے معتبر ہونے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ وہ کسی معتبر کتاب میں نقل ہوئی ہو۔ اس کو صحیح قرار دیا گیا ہو اور چونکہ شافعی کی یہ حدیث نہ کسی معتبر کتاب میں ہے اور نہ کسی نے اسے صحیح قرار دیا ہے لہذا اس سے استدلال بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ صرف یہ کہد یا کہ شافعی نے نبیؐ سے روایت کی ہے اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ حدیث کس کتاب میں ہے، کافی نہیں ہے۔

۶۔ مخاطب نے تحدید اثنا عشریہ میں کہا ہے:

میں نے ارادہ کیا ہے کہ صرف شیعہ کی کتابوں سے استفادہ کروں اور ان کی معتبر کتابوں میں موجود صحیح روایتوں سے استناد کروں ۔ کیونکہ ایک فرقہ کی روایت دوسرے کے لئے جھٹ نہیں ہے۔

جب کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا اور صرف اپنی کتابوں سے وہ بھی ضعیف حدیث سے استناد کیا ہے:

۷۔ مخاطب کے والد ماجد نے لکھا ہے:

شیعوں اور زیدیوں سے احادیث صحیحین سے مناظرہ کرنا صحیح نہیں ہے لہذا اگر حدیث ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہو تو بدرجہ اولیٰ ان سے احتیاج نہیں کیا جاسکتا ہے۔

جب ایسا ہے تو مؤلف تحفہ کا شافعی کی حدیث سے احتیاج و استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ حدیث نہ صحیحین میں ہے اور نہ ہی کسی معتبر کتاب میں موجود ہے۔

۸۔ رشید الدین دہلوی نے شوکت عربیہ میں لکھا ہے:

”ہر فرقہ اس حدیث کو صحیح مانتا ہے جو اس کے طریق سے مردی
ہوا اور جو اس کے مخالف فرقہ کے طریق سے مردی ہوا کی قدر کرتا ہے۔“

اس رو سے شاہ صاحب نے جو شافعی کی روایت کو نقل کیا ہے وہ شیعوں کے نزدیک لائق اعتبار نہیں ہونا چاہئے اور حدیث ولایت، حدیث طیر، حدیث مدیۃ العلم حدیث تشبیہ اور حدیث نور جیسی حدیثیں جنہیں خود علمائے الحسنت نے اپنی کتابوں میں اپنے طریق و سند سے نقل کیا ہے انہیں، الحسنت کو تسلیم کرنا چاہئے۔

۹۔ شافعی سے منسوب اس وضعی اور گڑھی ہوئی حدیث کو کامل طور پر ملائم نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے اور ان سے محبت طبری، صاحب الالکفہ اور ابن حجر عسکری نے نقل کیا ہے یہاں محبت طبری کی عبارت کو نقل کرہا ہوں۔

محمد بن ادریس شافعی سے روایت کی گئی ہے اور انہوں نے اپنے سلسلہ سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: آدم کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل میں، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی یمین عرش پر ایک نور تھے جب (آدم کو) خلق کیا تو ہم کو ان کی پیٹھے میں ساکن کیا پھر ہم اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتے گئے، یہاں تک کہ میں صلب عبداللہ میں، ابو بکر صلب ابو تقیہ میں، عمر صلب خطاب میں، عثمان صلب عفان میں اور

علی صلب ابو طالب میں منتقل ہوئے پھر (اللہ نے) ان سب کو میرے صحابی ہونے کے لئے انتخاب کیا پس ابو بکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی کو (میرا) وصی قرار دیا۔ لہذا جو میرے اصحاب کو برائی کہے اس نے مجھے برائی کہا اور جس نے مجھے برائی کہا اس نے خدا کو برائی کہا اور جو خدا کو برائی کہے اسے خدا جہنم میں اونٹھے منہ ڈال دے گا۔ اس حدیث کی عمر بن حضر نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے۔

یہی الفاظ الاکتفا اور صوات عن محرقہ کے میں:

میں نے متن حدیث کو نقل کر دیا ہے لیکن نہیں معلوم کہ وضع کرنے والے نے کس مقصد کے تحت اس حدیث کو وضع کیا تھا۔ اُس کا ہدف جو بھی رہا ہو بہر حال اس نے حضرت علیؑ کا ذکر کیا ہے اور ان کو وصی سے متصف کیا ہے جس طرح اور لوگوں کو دیگر اوصاف سے یاد کیا ہے لیکن نصر اللہ کابلی اور مخاطب (دہلوی) نے کتنا کتر بیونت کیا ہے اس کا اندازہ ذیل کی عبارتوں سے ہو گا۔

۱۔ نصر اللہ کابلی نے اس حدیث سے ”انوار علی یمین العرش“ کو حذف کیا اور ابن حجر عسکری نے اس حدیث میں انواراً کو حذف کر دیا اور قبل ان یخلق کو کان کی خبر قرار دیا ہے اور مخاطب (دہلوی) نے انوار علی یمین العرش کو یہی یہی اللہ تعالیٰ سے بدلتا اور قاضی پانی پتی نے انواراً اور یہی یہی اللہ تعالیٰ کو حذف کر دیا!!

۲۔ شافعی کی حدیث میں علیاً وصیاً ہے لیکن نصر اللہ کابلی نے دیکھا کہ یہ نقرہ امیر المؤمنین کی وصایت و خلافت پر دلالت کر رہا ہے تو اسے سرے ہی سے حذف کر دیا اور اسی روشن کو قاضی پانی پتی اور مخاطب (دہلوی) نے اختیار کیا اور دونوں نے اس جملہ کو

حذف کر دیا۔

نصر اللہ کابلی نے حدیث کو نقل کرتے وقت ملا عمر کا ذکر نہیں کیا (جب کہ اس حدیث کو انہوں نے ملا عمر سے نقل کیا ہے) اس کی ظاہر آدود جمیں معلوم ہوتی ہیں:

الف: اگر نصر اللہ کابلی اس کا ذکر کر دیتے کہ انہوں نے اس حدیث کو ملا عمر سے نقل کیا ہے تو اس سے ظاہر ہوتا کہ وہ ملا عمر کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں لیکن یہ ان کے لئے نقصانہ ثابت ہوتا کیونکہ ملا عمر نے حدیث طیر، حدیث تشیہ کی اپنی سیرت میں روایت کی ہے جب کہ کابلی نے ان دونوں حدیثوں کو باطل کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ انہوں نے آیت مودت سے استدلال کے جواب میں ابو بکر کی فضیلت میں ملا عمر سے عجیب و غریب اور کاذب نقل کیا ہے۔

ب: کابلی اپنے مقلدین کو بتانا چاہتے تھے کہ ان کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع ہے نیز وہ لوگ یہ جان لیں کہ انہیں (کابلی کو) کتاب شافعی کا اصل نسخہ مل گیا ہے اور اس حدیث کو انہوں نے اسی نسخے سے نقل کیا ہے۔

غاطب (دہلوی) نے تقدمة انشاعریہ کے باب مطاعن میں مطاعن صحابہ میں صحیح مسلم سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کی عبد اللہ بن عمر و بن عاص نے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب فارس و روم کا خزانہ تمہارے سامنے کھولا جائے گا تو تم (صحابہ) کس قوم میں ہو گے، عبد الرحمن ابن عوف نے جواب دیا جیسا خدا نے حکم دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ شروع میں تم لوگ مال کی طرف رغبت پیدا کرو گے پھر ایک دوسرے سے خندک رو گے پھر

ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ گے اور پھر ایک دوسرے کی طرف سے کینہ رکھو گے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے تتمہ کو حذف کیا گیا ہے اور صرف مورد طعن کو نقل کیا گیا ہے جب کہ اس حدیث کا تتمہ طبع صحابہ کا جواب ہے اور جنہوں نے اس تتمہ کو حذف کیا ہے انہوں نے وہی کام کیا ہے جسے مخدیں انجام دیتے ہیں یعنی صرف لا تقربوا کو بیان کرتے ہیں اور تتمہ کو حذف کر دیتے ہیں اور ایسے موقع پر سرفت حدیث بہت ہی برافعل ہے۔ اس حدیث کا تتمہ یہ ہے اور پھر تم مہاجرین کے گھر کارخ کرو گے اور پھر قضیہ کو ایک دوسرے کی گردان پر ڈالو گے۔

میں کہتا ہوں کہ جب سرفت حدیث اتنا قبیح فعل ہے تو پھر خود مخاطب (دہلوی) اور قاضی پانی پتی نے کابلی کی اتباع میں دوسری حدیثوں کے سلسلہ میں ایسا فعل کیوں انجام دیا جسے وہ حدیث جس کی سید مرتعی[ؑ] نے امامی میں روایت کی ہے اس میں تصرف کیا گیا اور مخاطب (دہلوی) نے شروع اور آخر کے ذکر کے بغیر حدیث قرطاس کے جواب میں اسے پیش کیا ہے اور یہ کوئی نئی بات ان کے لئے نہیں ہے کیونکہ ان کے لئے تو مشہور ہے کہ انہوں نے نصر اللہ کابلی کی الصواعق چوری کر کے تختہ اثنا عشر یہ لکھی ہے، بغلی کی مقابلہ والا سانید سے بتان الحمد شیر، تارکی اور تفسیر مہماں سے اپنی تفسیر فتح العزیز تحریر کی ہے۔

اس حدیث کے تتمہ کو کسی نے حذف کیا؟ علمائے شیعہ نے تو پوری حدیث کو نقل کیا ہے چنانچہ علامہ علی، فتح الحق و کشف الصدق میں اور اہن طاووس طرائف میں لکھتے ہیں:

صحری نے الجع بین الحسین میں عبد اللہ بن عمر و بن عاصی سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے (اصحاب سے) فرمایا: جب تھارے سامنے فارس و روم کا خزانہ کھولا جائے گا تو تم کس قوم میں ہو گے؟ عبد الرحمن بن عوف نے جواب دیا جیسا رسول اللہ حکم دیں گے تو رسالتاًب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ شروع میں تم لوگ مال کی طرف رغبت پیدا کرو گے پھر تم ایک دوسرے سے حد کرو گے پھر ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ گے پھر ایک دوسرے کی طرف سے کینہ رکھو گے پھر تم مہاجرین کے گھر کا رخ کرو گے اور پھر قضیہ کو ایک دوسرے کی گردون پر ڈالو گے۔ رسالتاًب نے اپنے اصحاب کی مذمت کی ہے۔

اور ابن طاووس اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”نبیؐ نے جن اصحاب کی اس طرح مذمت کی ہو اور وہ ان صفات کے حامل رہے ہوں تو ان سے بعید نہیں ہے کہ انہوں نے نبیؐ کی زندگی میں بھی آپ کی مخالفت کی ہو گئی اور وفات کے بعد بھی۔“ اور شیعہ کیوں اس تتمہ کو حذف کریں گے جب کہ یہ ان کے حق میں جاری ہے اور خود مسلم نے ایک جگہ اس تتمہ کے ساتھ اسے ذکر کیا ہے اور دوسری جگہ اس تتمہ کے بغیر، لہذا اگر علامہ حلبیؓ اور سید ابن طاووس اس تتمہ کو ذکر نہ کرتے تب بھی ان پر اعتراض نہیں ہو۔

سلکتا تھا جیسا کہ نصر اللہ کابلی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس تتمہ کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ (تتمہ) دوسری روایت میں ہے۔

۱۰۔ نصر اللہ کابلی اور ان کی اتباع میں مخاطب (دہلوی) کا یہ کہنا کہ شافعی کے سلسلہ کا روایت میں کذب سے کوئی ممتنع نہیں ہے، یہ دعویٰ بغیر دلیل کے ہے البتہ اگر وہ راویوں کا ذکر کرتے اور علمائے رجال کی کتابوں سے ان کی وثائقت کو ثابت کرتے تو ان کی یہ بات قابل قبول ہوتی۔

۱۱۔ خود شافعی کی عدالت و وثائقت مغلکوں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے استاد مالک کی تعریف کی ہے اور اس کے مطابق جب اہل اثر (حمدشین) کا ذکر ہوگا تو ان میں مالک مثل ستارے کے ہوں گے۔

اور انہوں نے کہا کہ مالک اگر حدیث کے کسی ایک جز میں شک کرتے تھے تو اسے بالکل چھوڑ دیتے تھے نیز انہوں نے کہا کہ اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو جاز سے علم اٹھ گیا ہوتا۔ ان ساری مدرج وثائقے باوجود انہوں نے بہت سی بھگوں پر مالک کی مخالفت کی ہے اور یہی ان (مالک) کے ضعف و جرح کا باعث ہوا ہے اسی وجہ سے فخر رازی نے مالک کا مختلف طرح سے دفع کرنے کے بعد کہا ہے کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر کس طرح شافعی نے مالک کی روایتوں سے تمک کیا؟ اور پھر کیسے انہوں نے کہدیا کہ اگر محمدشین کا ذکر ہوگا تو ان میں مالک مثل ستارے کے ہوں گے؟

علامہ فخر الدین رازی ممناقب شافعی میں لکھتے ہیں:

شافعی کہتے تھے کہ مالک و سفیان اگر نہ ہوتے تو جاز سے علم اٹھ گیا ہوتا اور انہوں

نے کہا ہے کہ جب محدثین کا ذکر ہوگا تو ان میں مالک شل ستارے کے ہوں گے اور انہیں نے کہا کہ مالک اگر حدیث کے کسی جز میں شک کرتے تھے تو اسے بالکل چھوڑ دیتے تھے اور شافعی سے حکایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ مالک اور ابو یوسف، ہارون رشید کے پاس جمع ہوئے اور وہاں اس مال کے بارے میں بحث شروع ہوئی جس کو لوگ جس کر دیتے ہیں۔ یعقوب نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ رسالتِ مصلی اللہ علیہ وسلم نے جس مال سے روکا ہے اس پر مالک نے کہا کہ آنحضرت نے جو جس مال سے روکا ہے وہ ان لوگوں کے لئے جو اپنے خداوں کے لئے جمع کرتے تھے ورنہ خود عمر بن خطاب نے نبی مصلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے جس مال کیا تھا کیونکہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ اصل (سرمایہ) کو محفوظ رکھو اور اس کے منافع کو خرچ کرو اسی وجہ سے زیر نے ایسا کیا تھا۔ یہ سن کر غلیظہ خوش ہو گئے اور یعقوب کی بات کو رد کر دیا۔

شافعی کہتے ہیں کہ کتابِ خدا کے بعد موطا سے اصح کوئی کتاب نہیں ہے اور جب شافعی سے پوچھا گیا کہ مالک بن انس جیسا کسی کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا میں نے ان لوگوں سے سنائے جو علم و فضل میں ہم سے بزرگ ہیں کہ ہم نے مالک جیسا نہیں دیکھا تو پھر کس طرح ہم ان جیسا دیکھ سکتے ہیں! شافعی نے کہا کہ مدینہ، حجاز اور عراق کے اہل علم کی نظر میں فضل و شرف کے لحاظ سے مالک سب پر مقدم اور حدیث میں سب سے متقدم ہیں اور ابن عینیہ جب مالک کا ذکر کرتے تھے تو بلند آواز میں ان کا ذکر کرتے تھے اور مکہ کے مفتی اور اپنے زمانہ کے عالم مسلم بن خالد زنجی کہتے تھے کہ میں نے بعض تابعین کی زندگی میں مالک بن انس کی مجالست اختیار کی۔

اگر کوئی کہے کہ مالک بن انس، جب علم و فضل کے اس مرتبہ پر فائز تھے تو پھر شافعی نے ان کی کیوں مخالفت کی؟ کیا ہر مسلمان پر اپنے استاد کی تعظیم و احباب نہیں ہے اور جب ایسا ہے تو پھر شافعی نے کیسے ان کی مخالفت میں کتاب لکھی؟

اس کا جواب ہمیں نے یہ دیا ہے کہ میں نے ابی بیکرا زکریا بن سعیلی ساجی کی کتاب میں پڑھا ہے کہ شافعی نے مالک کے خلاف کتاب اس لئے لکھی کہ ان کو معلوم ہوا کہ اندرس میں مالک کی ایک اٹوپی ہے جس سے لوگ شفایا مانگتے ہیں اور ان سے کہا تا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ایسا مالک نے کہا ہے اسی وجہ سے شافعی نے کہا کہ مالک ایک انسان تھے اور ان سے خطا ہو سکتی ہے اور مالک کے خلاف شافعی کے کتاب لکھنے کی بھی چیز باعث ہوئی تھی حالانکہ وہ کہتے تھے کہ میں کتاب تو لکھ رہا ہوں مگر مجھ پر بہت سخت گزر رہا ہے لیکن میں نے استغفار کیا اور اس کے بعد اس کام کو انجام دیا شروع کیا ہے۔ رجیق کا بیان ہے کہ میں نے شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں جب مصر پوچھا تو میں نے مالک کو سوائے سولہ حدیشوں کے کسی کی مخالفت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جب میں نے غور کیا تو اس نتیجہ پر پوچھا کہ وہ کہیں اصل کو بیان کرتے ہیں اور فرع کو چھوڑ دیتے ہیں اور کہیں فرع کو بیان کرتے ہیں اور اصل کو چھوڑ دیتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حکیم ارسطو نے افلاطون سے حکمت پڑھی اور پھر ان کی مخالفت کی جب ارسطو سے کہا گیا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ استاد بھی میرے صدیق ہیں اور حق بھی صدیق ہے لیکن جب استاد و حق میں اختلاف ہو جائے تو پھر حق کی

صداقت اولویت رکھتی ہے اور شافعی کے مالک کی مخالفت کی بھی وجہ تھی۔ میری بات کی تائید شافعی کے اس قول سے ہوتی ہے جس کو انہوں نے کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں اگر آپ کہیں کہ ثقہ نے ایک ثقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی تو اس کا رسول اللہ سے صادر ہونا ثابت ہے اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونا ثابت ہو جائے اس کو ترک نہیں کیا جاسکتا مگر یہ کہ اس کے مخالف کوئی دوسری حدیث ہو اب اگر دو حدیثوں میں اختلاف پایا جائے تو اس میں دو ہی صورتیں ہیں یا ایک ناخ ہو گی اور دوسری منسوخ تو اس صورت میں ناخ پر عمل کیا جائے گا اور منسوخ کو ترک کیا جائے گا یا معلوم ہی نہیں ہو پائے کہ کون ناخ اور کون منسوخ تو اس صورت میں جو ثابت تر روایت ہو اس کو اختیار کیا جائے گا اور اگر کسی حدیث کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونا ثابت ہو جائے اور کوئی حدیث اس کے مخالف نہ ہو اور پھر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی سے حدیث نقل کرے جو اس حدیث کے مخالف ہو تو پھر اس مخالف حدیث پر توجہ نہیں دی جائے گی بلکہ آنحضرت سے مردی حدیث اختیار کی جائے گی اور اگر وہ رسول اللہ کے علاوہ کسی حدیث کی روایت کرے جو اس حدیث پیغابر کے مخالف نہ ہو تو پھر اس کی ضرورت ہی نہیں ہے اور رسالت کا کافی ہے۔ شافعی نے اس قاعدہ کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ مالک نے بعض جگہوں پر تو اس قاعدہ کی رعایت کی ہے مگر بعض جگہوں پر رعایت نہیں کی پھر انہوں نے ان مسائل کو بیان کیا ہے جن میں ایک صحابی یا تابعی یا اپنی رائے کی وجہ سے اخبار صحیح کو انہوں نے ترک کر دیا پھر شافعی نے ان موارد کو بیان کیا ہے جہاں مالک نے بعض تابعین کے کہنے کی وجہ سے صحابی کی باتوں کو رد کر دیا اسی طرح انہوں نے بعض جگہوں

پر اجماع کیا ہے جب کہ وہ اختلافی مسئلہ ہے پھر شافعی نے بیان کیا کہ مالک نے ادعی کیا ہے کہ اجماع اہل مدینہ جوت ہے جب کہ یہ قول ضعیف ہے پھر شافعی نے چند مثالوں کو پیش کیا ہے جو یہ ہیں:

مالک نے کہا ہے اس پر کا اجماع ہے کہ قرآن میں گیارہ سجدے ہیں لیکن ان کی تفصیل نہیں بیان کی گئی ہے پھر شافعی لکھتے ہیں کہ ابو ہریرہ سے مردی ہے کہ انہوں نے اذا اسماء انشقت پر سجدہ کیا اور عمر بن خطاب نے الجم اذا صوی پر سجدہ کیا پس ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، عمر اور ابو ہریرہ سے سجدے کی تفصیل بیان ہوئی ہے لہذا ہمیں معلوم ہو کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ نامعلوم افراد سے دین لینے کو خدا نے منع کیا ہے۔

ہم کو مالک نے زیر سے خبر دی انہوں نے عطا بن ابی ریاح سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے منی سے کوچ کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے ہمستری کی تھی تو اس کا جواب دیا گیا کہ وہ شخص ایک اونٹ خر کرے شافعی کہتے ہیں کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن مالک نے کہا ہے کہ اس پر عمرہ، حج اور ایک اونٹ کا خر کرنا واجب ہے اور اس کی انہوں نے ربیعہ سے اور ثور بن زید سے اور انہوں نے عکرمه سے اور (غالباً) انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے بس اگر مالک نے ربیعہ کی وجہ سے ابن عباس کے قول کو ترک کیا تو یہ ان کی غلطی ہے اور اگر عکرمه کی وجہ سے چھوڑا تو وہ عکرمه کے بارے میں اچھے نظر یئے نہیں رکھتے جب کہ خود مالک نے سفیان سے اور انہوں نے عطا سے اور انہوں نے ابن عباس سے اس کے برخلاف

روایت کی ہے اور عطا خود ان کی اور لوگوں کی نظر میں ثقہ ہیں شافعی کہتے ہیں کہ تجب کی بات ہے کہ مالک، عکرمہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور جب عکرمہ کی کوئی بات ان کے موافق ہوتی ہے تو اسے پیش کرتے ہیں البتہ کبھی ان کا نام لیتے ہیں اور کبھی نام نہیں لیتے ہیں چنانچہ انہوں نے رضاع اور عرب کے ذبائح نصاریٰ کے بارے میں ثور بن زید سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے لیکن اس میں عکرمہ کا ذکر نہیں کیا ہے جب کہ ثور نے عکرمہ سے روایت کی ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جنہیں اہل علم کو روایت کرنی چاہئے۔

ہو سکتا ہے کوئی کہے کہ اس سلسلہ میں مالک پر جو اعتراض ہوتا ہے اس کو دو باتوں میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے ایک یہ کہ مالک نے صحیح حدیث کی روایت کی لیکن اس پر عمل نہیں کیا کیونکہ اہل مدینہ نے اس پر عمل نہیں کیا تھا لیکن اس کا لازمہ یہ ہو گا کہ علمائے مدینہ نے قول رسول کی مخالفت کی اور یہ جائز نہیں ہے۔

ہو سکتا ہے کہ مالک کہیں کہ یہ حدیثیں ہم تک علمائے مدینہ کے توسط سے پہنچی ہیں اب وہ یا عادل تھے یا نہیں تھے اگر عادل تھے تو ماننا پڑے گا کہ انہوں نے ضعف کی وجہ سے اس حدیث پر عمل نہیں کیا یا خود روایت میں ضعف تھا یا کوئی دوسری حدیث اس کی ناسخ یا خصوص تھی اور ان ساری صورتوں میں حدیث کو تذکرنا واجب ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ شاید وہ لوگ اس حدیث کے غلط تاویل کے قائل تھے اور اسی وجہ سے ان لوگوں نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا تو اس صورت میں اس حدیث پر عمل نہ کرنے سے وہ ضعیف قرار نہیں پائے گی اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ کے وہ علماء جو مالک سے پہلے تھے وہ زمانہ پیغمبرؐ سے زیادہ قریب تھے، ان کا اصحاب سے ربط زیادہ تھا وہ دین کی طرف

راغب اور باطل کی طرف اہل نہیں تھے لہذا بہت بعید ہے کہ علمائے مدینہ نے کسی فاسد تاویل پر اتفاق کیا ہو۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ علمائے مدینہ عادل نہیں تھے تو ان پر طعن کرنا حدیث پر طعن کرنے کے مترادف ہے ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ظاہر خبر واحد پر علمائے مدینہ کے عمل کو ترجیح دی جائے گی لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کا اجماع جوت ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کا عمل ظاہر حدیث کے خلاف ہو تو یہ ضعف حدیث کا موجب ہے ۔ ہماری بات کی تائید یہی تھی کہ اس روایت سے ہوتی ہے جس کو انہوں نے مناقب شافعی رضی اللہ عنہ میں اپنی سند سے یوس بن عبد الاعلیٰ سے نقل کیا ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے شافعی سے کسی موضوع کے بارے میں مناظرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں جو بھی کہہ رہا ہوں وہ بطور نصیحت ہے اگر تم اہل مدینہ کو کسی شیء پر عمل کرتے دیکھو تو اس کے حق ہونے میں شک نہ کرنا اور جو کچھ تمہارے دل میں خطور کرے اور اس بات کو تقویت بھی مل جائے لیکن اس کو مدینہ میں نہ پاؤ تو پھر اس کو اہمیت نہ دیتا ۔ میں کہتا ہوں کہ شافعی کی یہ بات مالک کے نظریے کی تائید کرتی ہے ۔

اس سلسلہ میں مالک پر دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر انہیں عمر مدد کی بات کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کا ذکر کرتے ہیں ورنہ چھوڑ دیتے ہیں اب اگر مالک کی یہ بات صحیح ہے تو یہ ان کی روایت و دیانت کے ضعف کا موجب ہے لیکن پھر شافعی نے کیسے مالک کی روایت سے تمک کیا اور انہوں نے کیسے کہدیا کہ جب محمد بنین کا ذکر ہوگا تو مالک ان میں مثل ستارے کے ہوں گے؟

شافعی کی عدالت و ثقافت اس لئے بھی مشکوک ہے کہ انہوں نے ہارون رشید کو امیر المؤمنین سے خطاب کیا ہے اور اپنے کو ہارون کا عبد و خادم کہا ہے اور ان کا ہارون کی امامت کو ثابت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہارون رشید کو اپنے سے افضل جانتے تھے اسی وجہ سے امام رازی نے مناقب شافعی کے تیرسے باب کی تیسری فصل میں کہا ہے کہ شافعی، ہارون رشید کی امامت کے قائل تھے اور یہ بات واضح ہے کہ ہارون ائمہ باطل میں سے تھا لہذا خود شافعی کے ایمان و اسلام میں شک ہے کیونکہ امام باطل سے راضی رہنا اور بغیر حق کے کسی کو امام منصوب کرنا بہت ہی فتح فعل ہے بلکہ ابو شکور محمد بن عبد السعید سلسی شافعی نے التهید فی بیان التوحید میں اس باب کی وضاحت کی ہے کہ جو امام باطل سے راضی ہو وہ کافر ہے۔

۱۲۔ حدیث نور کے مقابلہ میں جس حدیث کو پیش کیا گیا ہے اس کے متن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ہی وضی اور گڑھی ہوئی ہے اور اس کے وضی ہونے کو درج ذیل باتیں ثابت کرتی ہیں:

الف: خلفاء ثلاثہ کا خلقہت میں آدم پر مقدم ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ وہ (سوائے رسالت کتاب کے) آدم اور دیگر انبیاء سے افضل ہیں اور یہ بجماع باطل ہے۔

ب: جس طرح رسالت کی بعثت سے پہلے خلفاء ثلاثہ کا کفر اور ان کا بتون کو پوچھنا ثابت ہے اسی طرح آنحضرت سے ان لوگوں کی جگہ اور آپ کے خلاف قیام کرنا بھی ثابت ہے اگر وہ خلیفہ اول کے کفر سے انکار کریں اور ان کو مسلمان سمجھیں تو بقیہ دونوں خلفاء کا کفر تو ہر حال میں ثابت ہے اور جب ایسا ہے تو پھر وہ کس طرح بیین عرش

پر آنحضرت کے ساتھ تھے اور کس طرح آنحضرت کے نور سے ان کی خلقت ہو سکتی ہے؟
 ج: خلفاء ثلاثہ کے آباء کا تو کفر ثابت ہے اور اگر ابو بکر کا ظاہری اسلام ثابت ہو بھی
 جائے تو دوسرے و تیسرا خلیفہ کے والد کے کفر میں تو تباہ ہی نہیں ہے اور یہ کہ ان کی
 موت کفر ہی پر ہوئی تھی اور جب ان کے والد کافر تھے تو پھر حدیث کے جعل کرنے والے
 نے کس طرح ادعی کر دیا کہ (خلفاء ثلاثہ) اصلاح طاہرہ میں تھے؟ اور پھر رسالت کا
 ایسا جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں !!

بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ جعلی حدیث کو تو مانتے ہیں لیکن حدیث طیر،
 ولایت اور حدیث مدینہ جیسی صحیح حدیث سے انکار کرتے ہیں البتہ مطالب (دہلوی) پر تو
 تعجب نہیں ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے فی الجملہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کا اعتراف کیا
 ہے اور ان کے تعصب کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ شیعوں کے استدلال کو رد
 کریں لیکن تعجب شافعی پر ہے کہ انہوں نے کس طرح ایسی خرافات کی روایت کی !!

۳۔ فضائل عمر میں بعض لوگوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ
 اللہ نے نبی کو اپنے نور سے، ابو بکر کو نبی کے نور سے اور عمر کو ابو بکر کے نور سے خلق کیا ہے جب
 کہ محققین احل سنت نے اس کو جعلی حدیث قرار دیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:
 ابو نعیم نے امامی میں لکھا ہے کہ ہم سے محمد بن محمد بن عمرو بن زید نے اماء کے ذریعہ
 بیان کیا اور ان سے احمد بن یوسف نے ان سے ابو شعیب صالح بن زیاد نے ان سے احمد
 بن یوسف مبلغی نے ان سے ابو شعیب سوی نے انہوں نے یہش بن جمیل سے انہوں نے
 مقبری سے انہوں نے ابی معشر سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے مرفوع ا روایت کی ہے کہ

مجھے اللہ نے اپنے نور سے، ابو بکر کو میرے نور سے، عمر کو ابو بکر کے نور سے اور میری امت کو عمر کے نور سے خلق کیا ہے اور عمر اہل جنت کے لئے چراغ ہیں ۔ اس حدیث کو ابو نعیم نے باطل قرار دیا ہے کیونکہ ابو معشر اور ابو شعیب مت روک ہیں اور میران میں کہا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے ۔

تذیریہ الشریعۃ میں ہے کہ اللہ نے مجھے اپنے نور سے، ابو بکر کو میرے نور سے، عمر کو ابو بکر کے نور سے اور میری امت کو عمر کے نور سے خلق کیا ہے اور عمر اہل جنت کے لئے چراغ ہیں ۔ ابو نعیم نے اس کو نقل کرنے کے بعد اس کو باطل قرار دیا ہے اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ جھوٹی حدیث ہے ۔

جب یہ حدیث ابو نعیم، ذہبی، سیوطی اور ابن عراق کے بقول جعلی اور جھوٹی ہے تو خلافتے ثلاثہ کے آدم سے پہلے خلق ہونے اور رسالتاًب کے ساتھ یہیں عرش پر رہنے والی حدیث بدرجہ اولی جعلی ہوگی ۔

مجھے نہیں معلوم کہ مخاطب (دہلوی) نے کیوں اس حدیث سے استدلال نہیں کیا اور اس کو حدیث نور کا معارض قرار نہیں دیا؟ شاید ان کو اس کی خبر نہیں تھی ورنہ اپنی عادت کے مطابق اس جعلی حدیث کو ضرور پیش کرتے جیسا کہ مؤلف فصل الخطاب نے لکھا ہے کہ فردوس الاخبار میں ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھے اللہ نے اپنے نور سے خلق کیا ہے اور ابو بکر کو میرے نور سے خلق کیا اور عمر کو ابو بکر کے نور سے خلق کیا اور سارے مومنین کو عمر کے نور سے خلق کیا ہے ۔

مخاطب (دہلوی) نے کہا ہے کہ میری بات کی تائید اس مشہور حدیث سے ہوتی ہے کہ ارواح لشکر کے مانند ہیں جن کے اخلاق ایک جیسے ہوئے ان میں الفت و محبت اور جن کے اخلاق میں اختلاف ہوا وہ جدا ہو جاتی ہیں۔

میں (میر حامد حسین) کہتا ہوں کہ کابلی نے ذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد صرف اتنا کہا ہے کہ اس کی سند میں کوئی کذب سے متمم نہیں ہے البتہ اگر ان جیسی حدیثیں صحیح ثابت ہو بھی جائیں تو ان سے ایسے امور (امر خلافت) میں احتجاج نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مخاطب (دہلوی) نے اس حدیث کو بطور موئید پیش کیا ہے جب کہ یہ واضح ہے کہ اس حدیث اور شافعی کی وضعی حدیث میں مفہوم و منطق کے لحاظ سے کوئی بھی مناسبت نہیں ہے تو حدیث تجذید کی عبد الحق دہلوی نے یوں تشریح کی ہے۔

آنحضرت نے جو فرمایا کہ ارواح مثل لشکر کے ہیں جس نے ایک دوسرے کو (هم سخ و ہم خلق ہونے کی وجہ سے) پسند کیا وہ manus ہو گیا اور جس نے ناپسند کیا وہ جدا ہو گیا، یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ ارواح عرض نہیں ہیں اسی وجہ سے وہ جسم سے پہلے سے ہیں البتہ اس کا مطلب قدم روح نہیں ہے لیکن وہ قول بھی باطل ہے کہ اس کی خلقت تنگیل بدن کے بعد ہوئی ہے مگر یہ کہ اس سے مراد یہ ہیں کہ ارواح کی خلقت بدن سے پہلے ہوئی اور وہ اس کے ساتھ ساتھ تھیں لیکن یہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ارواح کو اجساد سے ایک ہزار سال قبل خلق کیا گیا اور یہ ابتدائے خلقت سے ہی دو طرح کی ہیں بعض میں انس و محبت اور بعض میں اختلاف و دوری ہے اگر صفات ایک جیسے ہوں تو ان میں الفت پیدا ہوتی ہے پس دنیا میں اجساد جب ایک دوسرے سے

ملتے ہیں تو بعض، بعض سے ہم خلق ہونے کی وجہ سے مانوس ہوتے ہیں اچھے اچھوں کو پسند کرتے ہیں اور برے بروں کو اب اگر کوئی چیز اس پر عارض ہو جائے جو اس کے برخلاف ہوتا وہ اسی کی طرف میلان پیدا کرتا ہے پس جسم میں داخل ہونے سے پہلے رو جیں جس چیز سے مانوس تھیں جسم میں داخل ہونے کے بعد بھی اسی سے مانوس ہوں گی جیسے پچھرا دوست مل جائے اور جس سے پہلے سے تنفر تھیں جسم میں داخل ہونے کے بعد بھی اس سے تنفر رہیں گی اور یہ خدا دادی ہے۔

مخاطب (دہلوی) نے اپنے دعویٰ کی تائید میں حدیث تحدید کو پیش تو کیا لیکن وجہ تائید کو اشارۃ ہی سہی بیان نہیں کیا۔ ظاہر املاط (دہلوی) اس حدیث کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ عالم اجساد میں انس و محبت عالم ارواح میں انس و محبت پر دلالت کرتا ہے اور چونکہ اس دنیا میں خلفاء آنحضرت کے ساتھ تھے لہذا عالم ارواح میں بھی آپ کے ساتھ تھے لیکن اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی رو جیں آنحضرت کی روح کی طرح ہیں جو آدم کی خلقت سے پہلے خلق ہوئی تھیں جب کہ اسکا بطلان واضح ہے کیونکہ اس صورت میں سارے صحابہ حنفی عمر و عاصی، معاویہ بن ابوسفیان، مغیرہ بن شعبہ اور دوسرے مجرمین جن کے بارے میں مخاطب (دہلوی) اور ان کے بزرگ آنحضرت کے ساتھ رہنے کا دعویٰ کر رہے ہیں بلکہ سارے مسلمانوں کا آنحضرت کے ساتھ آدم کی خلقت سے پہلے خلق ہونا لازم آئے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ کہ سب کی رو جیں آنحضرت کے پاس بیکمیں عرش پر تھیں اور یہ اجتماعاً باطل ہے۔

آپ ہی بتائیے کہ عمر بن خطاب کی روح رسالت کے ساتھ کس طرح جمع ہو سکتی ہے جب کہ وہ اظہار اسلام تک آنحضرت ﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ ازالۃ الخفا میں ہے:

ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عمر تواریخ کا نئے نئے راستے میں بنی زہرہ کے کسی فرد سے ملاقات ہوئی اس نے کہا عمر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ عمر نے کہا کہ میں محمدؐ کو قتل کرنا چاہتا ہوں اس سے کہا پھر تم بنی زہرہ اور بنی ہاشم سے کس طرح بچو گے؟ عمر نے کہا کیا تم نے اپنادین ترک کر دیا ہے؟ اس نے کہا میں تم سے ایک ایسی بات کہنا چاہتا ہوں جس سے تم تجوب میں پڑ جاؤ گے دیکھو تمہاری بہن اور بہنوئی نے تمہارا دین چھوڑ دیا ہے یہ سن کر عمر غصے میں چلے اور بہن اور بہنوئی کے پاس آئے ان کے پاس حباب تھے جب عمر کو آتے دیکھا تو وہ گھر میں چھپ گئے اس وقت عمر ان دونوں کے پاس آئے اور کہا یہ کیسی آواز میں نے سنی ہے؟ اروہ لوگ سورۃ طکی تلاوت کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے، عمر نے کہا شاید تم لوگوں نے اپنادین چھوڑ دیا ہے؟ بہنوئی نے کہا اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین کے پاس ہو تو یہ سنکر عمر اپنے بہنوئی پر چھٹ پڑے اور ان کو بہت مارا۔ اتنے میں عمر کی بہن آئی تاکہ اپنے شوہر کا دفاع کرے مگر اسے اس طرح عمر نے دھکا دیا کہ وہ گرگنیں اور ان کا چہرہ خون آلود ہو گیا۔

ازالۃ الخفا ہی میں زہرہ سے مردی ہے کہ عمر بن خطاب، رسول اللہ کے سخت ترین مخالفین میں تھے۔

محمد بن حبیب بغدادی نے اپنے استاد سے زید بن خطاب سے روایت کی ہے کہ ابو چہم بن حذیفہ بن عالم کہ جو زمانہ جاہلیت میں بزرگان قریش میں تھا وہ عمر بن خطاب کو (اسلام لانے سے پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل اور ان سے دشمنی پر اکسایا تھا۔

ابن ہشام اپنی سیرت میں ابن الحنفی سے اسلام عمر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

عمر کی بہن فاطمہ بن خطاب اور ان کے شوہر سعید بن زید جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے اپنے اسلام کو عمر سے مخفی رکھا قبیلہ بنی عدی بن کعب سے نعیم بن عبد اللہ مسلمان ہوئے اور وہ بھی اپنی قوم کے خوف سے اپنے مذہب کو چھپائے ہوئے تھے اور حباب بن ارش، فاطمہ بنت خطاب کے گھر آتے تھے اور انہیں درس قرآن دیتے تھے ایک دن عمر غصے میں توار لئے لٹکے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کہ جن کے بارے میں انہیں بتالیا گیا تھا کہ وہ خانہ صفا میں جمع ہیں اور ان زن و مرد کی تعداد چالیس کے لگ بھگ ہے، تلاش کر رہے تھے رسول اللہ کے ساتھ آپ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب، ابو بکر بن ابو قافل اور علی بن ابی طالب تھے جو آپ کے ساتھ مکہ ہی میں تھے جسہ بھرت نہیں کی تھی۔ عمر سے نعیم بن عبد اللہ کی ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا عمر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ عمر نے جواب دیا۔ میں محمد کو قتل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ گر ہے اور اس نے قریش میں بھوٹ ڈال دی ہے، ان کے جوانوں کو دیوانہ بنا دیا ہے، ان کے دین کو معیوب اور ان کے خدا کو برا بھلا کہہ رہا ہے یہ سن کر نعیم نے کہا کہ بخاتم کوتہمارے نفس نے دھوکہ دیا ہے کیا تم نے بنی عبد مناف کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے تمہارے دین کو چھوڑ دیا ہے اور پھر بھی وہ زندہ ہیں اور تم چلے ہو محمد کو قتل کرنے؟ کیا تم اپنے الہمیت کے پاس نہیں جاؤ گے تاکہ اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھو عمر نے کہا وہ کون میرے الہمیت ہیں؟ نعیم نے کہا تمہارے بہنوئی اور تمہارے چچازاد بھائی سعید بن زید بن عمر اور تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب کہ جنہوں نے اسلام کو قبول کر لیا ہے اور وہ دین محمد کے پیرو ہو گئے ہیں تو پہلے

ان دونوں سے جا کر نبی پھر محمدؐ کو قتل کرنے والے

اب آپؐ ہی بتائیے کہ کس طرح یہ حدیث، شافعی کی وضعی حدیث کی موئید ہو سکتی ہے کیونکہ جو عالم ارواح میں رسالہ تماں کے ساتھ رہا ہو وہ کبھی بھی آنحضرتؐ کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتا یہاں تک کہ آپؐ کے قتل پر آمادہ ہو جائے !!!
مخاطب دہلوی نے کہا ہے کہ ان ساری باتوں کے باوجود یہ حدیث مدعا (خلافت علیؑ) پر دلالت نہیں کرتی ۔

میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ نصر اللہ کاملی نے صرف حدیث نور پر قدح و جرج اور اس کے مقابلہ میں شافعی کی وضعی حدیث پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے اور اس حدیث سے ادعائے شیعہ سے صریحاً انکار نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے کہا ہے کہ ”اس جیسی احادیث کی صحت اگر ثابت ہو بھی جائے تو ان سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا“، لیکن مخاطب (دہلوی) نے اپنی دریزندہ عادت کے مطابق اس سے حتمی طور پر انکار کر دیا اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث مدعاۓ شیعہ کو ثابت نہیں کرتی لہذا ہم یہاں ان وجہات کو بیان کر رہے ہیں جن سے مدعاۓ شیعہ ثابت ہوتا ہے :

۱۔ حدیث میں خلافت علیؑ کا ذکر ہے

جن بزرگ علمائے اہلسنت کی کتابوں سے میں نے حدیث نور کو پیش کیا ہے ان میں سے ایک جماعت کی روایت میں خلافت علیؑ کا ذکر ہے ”فِي النَّبُوَةِ وَ فِي عَلِيٍّ الْخِلَافَةَ“، یعنی مجھ میں نبوت آئی اور علیؑ میں خلافت اور اس کی حسب ذیل علماء،

نے روایت کی ہے:

۱۔ ابن مغازلی نے مناقب امیر المؤمنین میں

۲۔ شیرویدیلیمی نے فروعں الاخبار میں

۳۔ سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی اور روضۃ الفردوس میں

۴۔ سید محمد گیسوردراز نے کتاب الاسماء میں

۵۔ احمد بن ابراہیم نے جواہر العفاس میں

۶۔ واعظ ہرودی نے ریاض الفضائل میں

جموینی نے فرائد اسٹھین میں جو روایت کی ہے اس کی عبارت یہ ہے ”میرا نام رسالت و نبوت سے اور اس (علی) کا نام خلافت و شجاعت سے مختص کیا“ ان احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح انبیاء سابقین کے خلفاء بلا واسطہ ان کے خلیفہ ہوتے تھے اسی طرح علی بلا واسطہ آنحضرت کے خلیفہ تھے۔

۲۔ حدیث میں وصایت علیؑ کا ذکر ہے

اعاظہ المسنی کی ایک جماعت نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے جس میں وصایت علیؑ کی تصریح کی گئی ہے حافظ ابن مغازلی نے مناقب امیر المؤمنین میں جس حدیث کی روایت کی ہے اس کا آخری فقرہ یہ ہے مجھے نبیؑ اور علیؑ کو وصی بنایا احمد بن محمد بن احمد حافی حسین شافعی نے تبرذاب فی بیان ترتیب الصحابة میں جس حدیث کی روایت کی ہے اس میں یہ فقرہ موجود ہے۔

”میرے لئے نبوت اور علیؑ کے لئے وصایت ہے۔“

ظاہری بات ہے کہ وصایت سے وصایت عامہ ذہن میں آتا ہے لہذا جس طرح نبیؐ کی نبوت عام تھی اسی طرح علیؐ کی وصایت بھی عام تھی ورنہ رسالتاًبؐ اپنی نبوت کے ساتھ علیؐ کی وصایت کا ذکر نہ کرتے آپؐ کا اپنی نبوت کے ساتھ علیؐ کی وصایت کا ذکر کرنا بتاتا ہے کہ اس سے وصایت عام مراد ہے۔

۳۔ ملائکہ نے اسی نور سے تسبیح سیکھی

جس نے بھی حدیث نور کو نقل کیا ہے اس میں اس کا ذکر ہے کہ وہ نور اللہ کی اطاعت میں اس کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔ بطور نمونہ یہاں چند علماء کی عبارت کو نقل کر رہا ہوں:

۱۔ ابن عبد البر، ہبھج الجاس میں لکھتے ہیں کہ (رسالتاًبؐ نے فرمایا) میں اور علیؐ ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں جو یہیں عرش پر اللہ کی تسبیح کر رہا تھا۔

۲۔ ابن مغازی اپنی مناقب میں سلمان سے روایت کرتے ہیں (کہ رسول اللہ نے فرمایا) میں اور علیؐ یہیں عرش پر ایک نور تھے وہ نور اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔

۳۔ ابن سعیج انڈی کتاب الشفاء میں تحریر کرتے ہیں (کہ رسول اللہ نے فرمایا) میں اور علیؐ ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں جو متن عرش پر اللہ کی تسبیح کر رہا تھا۔

اسی حدیث کو برائیم و صابی نے الاكتفاء میں، محمد واعظ ہروی نے ریاض الفھائل میں، محمد صدر عالم نے معارج العلی میں، غلام علیؐ آزاد بلگرامی نے شجرۃ طیبہ میں نقل کیا ہے۔

۴۔ دیلمی، فردوس الاخبار میں لکھتے ہیں کہ (رسول اللہؐ نے فرمایا) پیش خدا میں اور علیؐ درحال اطاعت ایک نور تھے جو اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا۔

۵۔ حموینی نے فرائد المسطین میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ (رسالتاًبؐ نے

فرمایا) جب اللہ نے ابوالبشر (حضرت آدم) کو خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو وہ بیین عرش کی طرف متوجہ ہوئے، وہاں انہوں نے دیکھا کہ پانچ صورتیں ہیں جو درحال رکوع و وجود ہیں۔

پس یہ تقدیس و تمجید جو آدم کی خلقت سے ہزاروں سال قبل کی گئی یہ ساری کائنات (کہ جو بعد میں حیز وجود میں آئی) کی تسبیح و تقدیس کی موجب بنی لہذا رسول اسلام کی اس حدیث کی رو سے من سن سنۃ حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الی یوم القيامة ان ساری تسبیحات کے ثواب کی بازوں کش رسول اللہ اور حضرت علیؑ کی طرف ہو گی کیونکہ سبھی نے ان ہی دونوں سے تسبیحات کا درس لیا ہے اور ان ہی دونوں نے اس سنت کی بنیاد رکھی ہے اور یہ ایک ایسی عظیم فضیلت ہے جس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

علامہ عبد الوہاب بن علی بکل، شفاء القام فی زیارة خیر الانام میں حیات نبی پر احادیث سے استدلال کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قرآن مجید بھی اسی بات کی تائید کر رہا ہے ارشادِ الہی ہے۔ ”لا تحسبن الذين قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء، عند ربهم یورذقون“ اور جب شہید کے لئے زندہ رہنا ثابت ہے تو پھر حسب ذیل وجوہات کی بناء بر نبی کا بھی زندہ رہنا ثابت ہے:

۱۔ شہید کو یہ بلند مرتبہ اس کی کرامت کی وجہ سے عطا کیا گیا ہے اور چونکہ انبیاء سے بلند مرتبہ کسی کا مرتبہ نہیں ہے لہذا ان کا مرتبہ شہید کے مرتبہ سے بھی بلند ہو گا اور یہ محال

ہے کہ جو کمال شہید کو حاصل ہو وہ انبیاء کو حاصل نہ ہو بالآخر وہ کمال جو علی اعلیٰ سے قرب و انس میں زیادتی کا موجب ہے۔

۲۔ شہداء کو یہ مرتبہ جہاد اور راہ خدا میں اپنی جان دینے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (جہاد) کی بنیاد رکھی ہے اور انہیں نے لوگوں کو اس طرف دعوت دی ہے اور اذن الہی سے اس کی طرف راہنمائی کی ہے اور حضور نے فرمایا ہے جس نے راہ ہدایت کی طرف دعوت دی اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والے کو ملے گا اور عمل کرنے والے کے اجر سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی وہ اتنا ہی گنہگار ہوگا جتنا اس پر عمل کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والے کے گناہ سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں صحیح احادیث بہت زیادہ ہیں اور مشہور ہیں لہذا جو اجر شہید کو حاصل ہوا وہی نبی کو بھی حاصل ہوگا اور چونکہ حیات، اجر ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اجر خاص کے علاوہ جو انہیں ہدایت یا فتوں کی ہدایت کرنے اور اعمال صالحہ انجام دیتے کے عوض حاصل ہوگا، ملے گا۔

مذکورہ عبارت کی روشنی میں ہمارے سارے حنات اور ہمارے اعمال صالحہ اور سارے مسلمانوں کی عبادتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں کہ جنکے درک سے عقل قاصر ہے اور سوائے خدا کے کوئی شمار نہیں کر سکتا ہے۔

علامہ سکلی کی عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سارے شہداء اور صحابہ کرام کا اجر حضور پاک کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور چونکہ حضرت علیؓ اور آنحضرت کا نور ایک تھا

اور حضرت آدم اور دیگر امتوں کے انبیاء کی خلقت سے پہلے سے وہ نور تسبیح الہی کر رہا تھا لہذا قیامت تک تسبیح و تقدیس کرنے والوں کا ثواب ان (محمد و علی) کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور یہ ایسی عظیم منقبت ہے جس کے درک کرنے سے عقل قاصر ہے۔

سعید الدین محمد بن مسعود کا زروني مشقی من سیرۃ المصطفیٰ میں لکھتے ہیں۔ ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: آدم کی خلقت سے دو ہزار سال قبل پیش خدا میں ایک نور تھا جب وہ نور تسبیح کرتا تھا تو اس تسبیح کو دیکھ کر ملائکہ بھی تسبیح کرتے تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو ان کے صلب میں منتقل کیا پھر آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے صلب آدم کے ذریعہ زمین پر نازل کیا اور صلب نوح میں قرار دیا اور پھر صلب ابراہیم میں منتقل کیا اور میں ہمیشہ اصلاح طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ مجھے ایسے ماں باپ سے پیدا کیا جن کے دامن پر بے عفتی کا ہلاکا سا بھی دھبہ نہیں رہا۔

دیار بکری نے تھوڑے سے اختلاف سے اس روایت کو یوں نقل کیا ہے:

ابن عباس نے رسالتِ مُبَارَكَہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا آدم کی خلقت سے دو ہزار سال قبل پیش خدا میں ایک نور تھا وہ نور اللہ کی تسبیح کرتا تھا تو ملائکہ اس تسبیح کو دیکھ کر تسبیح کرتے تھے جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو اس نور کو ان کے صلب میں منتقل کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلب آدم کے ذریعہ مجھے اللہ نے زمین پر اتنا را اور کشتی میں صلب نوح میں قرار دیا اور جب ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو میں ان کی صلب

میں تھا پھر میں اصلاح کریم سے ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا رہا بہاں تک کہ مجھے ایسے
مال باپ سے پیدا کیا جن کا دامن کبھی بے عفتی کے وصبہ سے داغدار نہیں ہوا۔
مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت کا نور آدمؑ کی خلقت سے دو ہزار سال قبل
خلق ہوا تھا اور اس نور کے تسبیح کرنے کی وجہ سے ملائکہ تسبیح کرتے تھے اور چونکہ نور علوی، نور
نبوی سے متصل تھا اور دونوں ایک نور تھے لہذا نور علوی کی خلقت آدم سے دو ہزار سال قبل
خلق ہوا تھا اور تسبیح ملائکہ کا باعث بنا تھا پس جس ذات (علیٰ) کو یہ فضیلت حاصل ہوا س
پر کس طرح وہ شخص مقدم ہو سکتا ہے جو اس فضیلت سے عاری بلکہ سابقہ کفر رکھتا ہو؟

۳۔ خلقت آدم، پیغمبر پاک کی وجہ سے

حدیث اشباح کو پہلے بیان کر چکا ہوں اس میں خداوند عالم نے آدمؑ سے کہا تھا کہ اگر
یہ پیغمبر پاک نہ ہوتے تو تم کو خلق نہیں کرتا۔ حموی فرائد الحمد لاسطین میں لکھتے ہیں : ابو ہریرہ نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا : جب اللہ نے آدم کو خلق کیا اور اپنی
روح پھوکی تو آدم نے میمین عرش کی طرف نظر کی اور پانچ نورانی چہرے دیکھے جو رکوع و تہود
میں تھے، آدم نے کہا خدا یا کیا کیا تو نے مجھ سے پہلے بھی کسی کو منی سے خلق کیا ہے، جواب ملا
آدم نہیں، آدمؑ نے کہا یہ پانچ کون ہیں جو میری ہی ہیئت و صورت میں ہیں ارشاد ہوا یہ
پانچوں تمہاری اولاد میں سے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو تم کو خلق نہیں کرتا یہ وہ پانچ (ہستیاں)
ہیں جن کے ناموں کو اپنے احماء سے مشتق کیا اگر یہ نہ ہوتے تو نہ جنت نہ جہنم نہ عرش نہ کرسی
نہ آسمان نہ زمین نہ ملائکہ نہ انسان اور نہ جنات کو خلق کرتا میں محمود ہوں یہ محمد ہے میں اعلیٰ

ہوں یہ علیٰ ہے میں فاطر ہوں یہ فاطمہ ہے میں احسان ہوں یہ حسن ہے میں محسن ہوں یہ حسین ہے میری عزت و جلال کی قسم جو بھی اپنے دل میں رائی کے قلیل ترین حصہ کے برابر ان میں سے کسی کا بغض لے کر میرے پاس آئے گا تو میں اسکو جنم میں ڈال دوں گا اور اس میں کوئی مرد نہیں کروں گا۔ اے آدم یہی میرے برگزیدہ ہیں ان ہی کی وجہ سے لوگ نجات پائیں گے اور ان ہی کی وجہ سے ہلاک ہوں گے (اے آدم) اگر تم کو مجھ سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو ان ہی کو وسیلہ قرار دینا پھر رسالتِ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ہی سفینہ نجات ہیں جو اس (سفینہ) پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی وہ ہلاک ہوا جس کسی کو اللہ سے کوئی حاجت طلب کرنی ہو تو ہم اہلیت کے وسیلہ سے طلب حاجت کرے گے

ابن مغازلی نے سعید بن جبیر سے، سیوطی نے ابن نجار سے، بدخشانی نے ابن نجار اور دوارقطنی سے اور ان دونوں نے ابن عباس سے **فتلقی آدم من ربہ کلمات**
 فتنہ علیہ کی تفسیر میں پختن پاک سے توسل کی روایت کی ہے ۔
 اور صفوری نے اسی طرح کی روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے ۔
 اور مسلم کی طرح نظری نے اس کی مرسل روایت کی ہے ۔
 مذکورہ احادیث کی روشنی میں حضرت علیٰ کی جب یہ شان و منزلت ہے تو کس طرح

لے فرمائی اصلین ح ۳۶

بدر المخراج اصل اور مفتاح الجاہنخلوط

سازہ نہاد اصلیں ح ۲۲ ص ۲۳۰

ام الخصائص الطهوری مخطوط

کوئی ان پر مقدم ہو سکتا ہے؟

۵۔ علیؑ آدمؑ سے افضل ہیں

حدیث نور سے یہ بات واضح ہے کہ نور نبیؐ و نور علیؑ خلقت آدمؑ سے کئی ہزار سال پہلے سے تھا بعض روایتوں میں چودہ ہزار سال کا ذکر ہے جس کی حسب ذیل علماء نے روایت کی ہے:

۱۔ عبد اللہ بن احمد بن حنبل۔ ابن مددیہ۔ ابن مغازی۔ دیلمی ۵۔ عاصی ۶۔ نظری
۷۔ شہزاد دیلمی ۸۔ خوارزی ۹۔ ابن عساکر ۱۰۔ محبت طبری اور بعض روایتوں میں چالس ہزار سال
کا ذکر ہے جس کی محمد بن یوسف گنجی نے خطیب بغدادی اور ابن عساکر سے روایت کی ہے۔
اس لحاظ سے حضرت علیؑ، آدمؑ اور دیگر انبیاء سے سوائے محمد مصطفیؑ کے سب سے
افضل ہوئے لہذا نبیؐ کے بعد وہی امام بھی ہوں گے کیونکہ نور کبھی بھی ظلمت کفر کے تابع
نہیں رہ سکتا ہے۔

اسی وجہ سے ابن بطریق نے کہا ہے کہ وہ اخبار جو ابن حنبل، اشباحی، ابن مغازی اور
دیلمی سے مروی ہیں ان میں لفظ خلافت آیا ہے اور جو شخص بھی نظر انصاف سے دیکھے گا
اس کے سامنے مسئلہ خلافت بالکل واضح ہو جائے گا پھر آدمؑ کی خلقت سے چودہ ہزار
سال قبل پیش خدا آپ کا رسالتنا ب کے ساتھ رہنا اور اللہ کی تسبیح و تہلیل کرنا، ایک ایک
فضیلت ہے جس میں نہ کوئی شامل ہے اور نہ کوئی اس کی مثال پیش کر سکتا ہے۔

اگر یہ حدیث انبیاءؑ پر افضلیت علیؑ کو نہ بتاتی تو پھر ابن جوزیؑ، ابن روز بہان اور

کابلی اس کو جعلی قرار نہ دیتے۔ آخر خدا نے کیوں ان کے نور کو سب سے پہلے خلق کیا؟ کیا یہ ساری مخلوق سے افضل ہونے کی وجہ سے نہیں تھا؟ اب اگر نبی کا خلق ت میں مقدم ہونا آپ کی افضیلت کی دلیل ہے تو یہی افضیلت علیؑ کے لئے بھی ہے کیونکہ دونوں ایک ہی نور تھے۔ لہذا جو کمالات رسالت مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تحقق ہیں وہی علیؑ کے لئے بھی تتحقق ہیں۔

۶۔ مباهات زمانہ

الامام الشیخ ابو عبد اللہ محمد بن سعید بو صیری نے رسالت مکی مرح وثنا میں ایک قصیدہ کہا ہے جو قصیدہ ہمزیہ سے مشہور ہے اس کی ابن قطیع ماکی، شمس دلجی، شیخ ابوالفضل ماکی، شیخ احمد بن عبد الحق سناباطی، عارف باللہ سید مصطفیٰ بکری صدیقی اور فرید عصر امام ابن حجر یعنی وغیرہ نے شرح کی ہے اور امام جو جرجی نے اسکی دو شرحیں کی ہیں۔ اس قصیدہ میں بو صیری نے آپ کی جن فضیلوں کو اپنے اشعار میں پیش کیا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ زمانہ آنحضرت پر فخر و مباهات کرتا ہے اور چونکہ حضرت علیؑ آنحضرت کے ہر مرحلہ میں آپ کے ساتھ رہے لہذا زمانہ آپ پر بھی فخر و مباهات کرتا ہے اور این جگہ نے اپنی شرح میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ فخر و مباهات کسی خاص وقت سے مخصوص نہیں ہے بلکہ آدم سے قیامت تک اس کا سلسلہ ہے۔

۷۔ خلق ت میں تقدم باعث فضیلت ہے

حضور پاک سے ایسی بہت ساری حدیثیں مروی ہیں جو بتاتی ہیں کہ آپ کو آدم و عالم پر افضیلت، ان سے خلق ت میں مقدم ہونے کی وجہ سے ہے اور چونکہ حضرت علیؑ

حضور پاک کے ساتھ ساتھ تھے اور دونوں ایک ہی نور تھے لہذا بھی کی طرح آپ بھی سب سے افضل ہوں گے اور ساری مخلوقات آپ ہی کی وجہ سے خلق ہوئی ہوگی اسی طرح وہ ساری فضیلیتیں جو پیغمبر اسلام کے لئے ثابت ہیں وہ آپ کے لئے بھی ثابت ہیں لہذا کسی کو خلافتِ رسول کے لئے آپ پر مقدم کرنا غلط اور فعل قبیح ہے، اس سلسلہ میں چند حدیثیں علمائے الہامت کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔

حدیث اول:

اس حدیث کی دیوار بکری، کا زرونی، ملا معین اور محدث جمال نے جابر بن عبد اللہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ دیوار بکری لکھتے ہیں:

حضرت پاک کے نور کی کیفیت خلقت کے بارے میں متعدد روایتیں وارد ہوئی ہیں اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو آسمان، زمین، عرش، کرسی، لوح، قلم، جنت، جہنم، ملائکہ جن و انس اور ساری مخلوقات سے ایک ہزار سال قبل خلق کیا تھا اور وہ نور عالم قدس سے دیکھتا تھا کبھی اس کو سجدے کا حکم دیا جاتا تھا اور کبھی تبعیج و تقدیس کا اس (نور) کے لئے کئی حجاب خلق کئے اور ہر حجاب میں ایک مدت تک اس نور کو رکھا جہاں وہ خدا کی خاص تسبیح کرتا تھا حجب وہ نور حجاب سے باہر آیا اور اس نے انسانی تو ان سانسوں سے انبیاء، اولیا صدیقین، شہداء اور سارے موتیں و ملائکہ کی ارواح خلق ہوئیں جیسا کہ جابر بن عبد اللہ النصاری فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے اول مخلوق کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اے جابر وہ تمہارے نبی کا نور ہے پہلے

اللہ نے اس (نور) کو خلق کیا اور پھر اس نور سے ہر چیز کو خلق کیا اور اس کے بعد دوسری چیزوں کو خلق کیا اور جب اس نور (محمد) کو خلق کیا اور پھر اس نور سے ہر خیر کو خلق کیا تو اسے مقام قرب میں بارہ ہزار سال تک رکھا پھر اسے چار حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ سے عرش کو خلق کیا اور دوسرے حصہ سے کرسی کو تیسرا حصہ سے حملہ عرش اور خزانۃ کرسی کو خلق کیا اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال تک مقام محبت میں رکھا پھر اس حصہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا اس کے ایک حصہ سے مخلوقات کو خلق کیا دوسرے حصے سے لوح کو تیسرا حصہ سے جنت کو خلق کیا اور چوتھے حصے کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال تک رکھا اور اسے چار حصوں میں تقسیم کیا اس کے ایک حصہ سے ملائکہ کو خلق کیا دوسرے حصے سے سورج کو خلق کیا اور تیسرا حصہ سے چاند اور ستاروں کو خلق کیا اور چوتھے حصے کو مقام رجاء میں بارہ ہزار سال تک رکھا اور اسے چار حصوں میں تقسیم کیا اس کے ایک حصہ سے عقل کو خلق کیا دوسرے حصے سے حلم و علم کو خلق کیا، تیسرا حصہ سے عصمت و توفیق کو خلق کیا اور چوتھے حصے کو مقام حیاء میں بارہ ہزار سال تک رکھا اور پھر اللہ نے اسکی طرف نگاہ کی تو اس نور کو (حیا کی وجہ سے) پسینہ آیا اور اس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے گرے اور اللہ نے ہر قطرہ سے ایک نبی یا رسول کی روح کو خلق کیا پھر ارواح انبیاء نے سانس لی تو اللہ نے ان سانسوں سے اولیاء، سعداء، شہداء اور قیامت تک کے مطیع مونین کے نور کو خلق کیا۔ (پھر آنحضرت نے فرمایا) عرش و کرسی میرے نور سے ہیں، کرو بین میرے نور سے ہیں، ملائکہ میرے نور سے ہیں، جنت اور اس کی نعمتوں میرے نور سے ہیں، کرو بین میرے نور سے ستارے میرے نور سے ہیں، عقل و علم و توفیق میرے نور سے ہیں انبیاء و رسول کی ارواح

میرے نور سے ہیں، شہداء و صالحین میرے شرہ نور سے ہیں (پھر آپ نے فرمایا) اس کے بعد اللہ نے بارہ حجابت خلق کئے اور اس نور کو (کہ جو حیز چہارم ہے) ہر حجابت میں ایک آنکھ بڑا سال رکھا اور یہ مقام عبودیت ہے اور وہ حجابت کرامت و سعادت و ہیبت و حرمت درافت علم و حیاء و وقار و سکینہ و صبر و صدق و یقین ہیں پس اس نور نے ہر حجابت میں ایک ایک ہزار سال تک اللہ کی عبادت کی۔ جب وہ نور جا بول سے باہر آیا تو اسے زمین پر نازل کیا اور وہ مشرق و مغرب کے درمیان اس طرح منور تھا جیسے تاریک رات میں چراغ، پھر اللہ نے آدم کو زمین پر بھیجا اور اس نور کو ان کی پیشانی میں قرار دیا پھر وہ شیٹ میں منتقل ہوا اور ان سے بالش میں اسی طرح وہ اصلاح طاہرہ میں منتقل ہوتا گیا یہاں تک کہ صلب عبد اللہ بن عبد المطلب میں ہونچا اور ان سے رحم آمنہ میں منتقل ہوا اور پھر مجھے (اس) دنیا میں پیدا کیا اور مجھے سید المرسلین، خاتم النبین، رحمۃ للعالمین اور قائد الغرائیلین قرار دیا۔ اے جابر اس طرح تمہارے نبی کی خلقت ہوئی اس روایت کو یقین نے ذکر کیا ہے۔

مواہب اللہ نبی میں اسی طرح کی روایت کی عبدالرزاق سے اور انہوں نے جابر سے روایت کی ہے۔

حدیث دوم:

قطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور محمد بن یوسف شامی نے سبل الحمدی میں ابن

قطان سے اور حلبی نے انسان العيون میں علی بن الحسین سے اور انہوں نے اپنے آباو اجداد سے روایت کی ہے کہ رسالتِ قرآن نے فرمایا آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل میں اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا جو

حدیث سوم:

اس حدیث کی دیوارِ بکری نے کعب الاحرار سے، قسطلانی اور ابن سعیج نے عبد اللہ بن ابی حمزة سے روایت کی ہے لیکن عبارت تاریخ انجمیں کی ہے۔

جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق کرنا چاہا تو جبریل کو حکم دیا کہ وہ اس جگہ سے ایک مشیٰ سفید خاک اٹھا کر لائیں جو آنحضرتؐ کے قبر کی جگہ ہے پھر (جبریل نے) اس کو آبِ تنیم میں خیر کیا اور جنت کے نہروں میں غوطہ دیا اور اسے آسمان و زمین کا طوف کرایا پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آدمؐ سے پہلے ملائکہ نے پہچانا پھر اسے طینت آدم سے خیر کیا۔

حدیث چہارم:

قسطلانی مواہبِ لدنیہ میں تحریر کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ جب اللہ نے آدمؐ کو خلق کیا اور ان کی پشت میں نورِ محمدی کو قرار دیا تو ان کی پیشانی سے وہ نور چمکتا تھا اور سارے نور پر غالب ہو جاتا تھا۔ پھر اللہ نے اسے اپنے تختِ حکومت کی طرف بلند کیا اور اسے ملائکہ کے شانوں پر حمل کیا اور انہیں طوف کرنے کا حکم دیا پس انہوں نے آسمانوں کا

طوف کیا تاک وہ (نور) ملکوت کے عجائب کو دیکھے۔

سعید کا زروني مشقی میں لکھتے ہیں: بعض کتابوں میں آنحضرت کے اس قول کی روشنی کہ میں اس وقت نبی تھا جب آدم روح و جسم کے درمیان تھے، ہے کہ اللہ نے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم کی پیشانی میں رکھا اور وہ نوران کی پیشانی میں شع کی طرح چلتا تھا لوگ دیکھ کر تعجب کرتے تھے اس کثرت تعجب کی وجہ سے آدم نے اس کے دیکھنے کی تمنا کی، اللہ نے انہیں انگشت شہادت کو سر تک لانے کا حکم دیا، آدم نے کہا اے پالنے والے یہ کیا ہے جواب ملایہ تمہاری ہونے والی اولاد میں سے ایک فرزند کا نور ہے، جس کا نام محمد ہے، آدم نے انگشت شہادت سے اشارہ کر کے کہا احمد ان لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ اسی وقت سے وہ انگلی انگشت شہادت ہوئی پھر اس نور کو اپنی جگہ پلٹایا اور جب آدم نے حواسے شادوی کی تو وہ نوران کی پیشانی سے نطفہ کی شکل میں رحم حواس م منتقل ہوا اور وہ سینہ حوار پر شع کی طرح چلتا تھا جب شیش شکم مادر میں تھے تو وہ نوران کی پیشانی میں تھا اس وقت اللہ نے آدم پر وحی نازل کی کہ اس امانت کو منتقل نہ کریں مگر حلال طریقہ سے اور اپنی اولاد کو بھی اسی کی صحیحت کریں چنانچہ جب شیش پیدا ہوئے تو آدم اپنی ساری اولاد میں ان سے اسی نور کی وجہ سے محبت کرتے تھے اور نقلہک فی الساجدین کے یہی معنی ہیں یعنی اصلاح طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل کیا۔

حدیث پنجم:

سعید کا زروني المشقی من سیرۃ المصطفیٰ میں تحریر کرتے ہیں کہ زمین پر تمیم کی حکمت

سکے بارے میں کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے آسمان، زمین پر فخر کرتا تھا اور وہ کہتا تھا کہ عرشِ میرے پاس ہے، حکمتِ میرے پاس ہے، تسبیح کرنے والے ملائکہ میرے پاس ہیں، رکوع و تجدود کرنے والے میرے پاس ہیں، چاند و سورج میرے پاس ہیں، ستارے میرے پاس ہیں جب کہ تمہارے (زمین کے) پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے گویا ان چیزوں کی وجہ سے زمین پر آسمان فخر کر رہا تھا۔ لیکن جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو زمین نے فخر سے آسمان سے کہا اگر چاند و سورج تمہارے پاس ہیں، اگر ستارے اور ملائکہ تمہارے پاس ہیں تو میرے سینے پر اس مولود نے قدم رکھا ہے کہ جس کے نور سے سورج منور ہے جس کے نور سے آسمان و زمین میں روشنائی ہے میرے سینے پر اس کی ولادت ہوتی ہے، میرے ہی سینے پر اس کی تربیت ہوئی ہے میرے ہی سینے پر وہ مبجوض ہوا ہے میرے ہی سینے پر اس کی شریعت رائج ہوئی ہے میرے ہی سینے پر اس کی موت ہے اور میرے ہی سینے پر اس کی قبر ہے۔

جب اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین کے اس افتخار کو سنایا تو آواز آئی اے زمین چونکہ تو نے میرے نبی پر فخر کیا ہے لہذا میں نے تیرے شرق و غرب کی ہٹی کو وہاں کے رہنے والوں کے لئے طہور (یعنی خود بھی پاک ہے اور دوسروں کو بھی پاک کرنے والی ہے) قرار دیا ہے اور محمد پر افتخار کی وجہ سے مشرق و مغرب میں رہنے والوں کے لئے جاء نماز اور سجدہ گاہ قرار دیا ہے اسی لئے آنحضرت نے فرمایا ”میرے لئے زمین کو جائے سجدہ اور پاک کرنے والی قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے نور کو اس جو ہر میں رکھا گیا تھا جس سے اللہ نے زمین کو خلق کیا ہے اور وہ اس طرح نور افشا نی کرتا تھا جس

طرح سورج، زمین پر نور افشا نی کرتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت نے فرمایا کہ آسمان و زمین نے ایک دوسرے پر فخر کیا، آسمان نے کہا کہ میں افضل ہوں اس لئے کہ میرے ہی پاس صافین ہیں، میرے ہی پاس تبع کرنے والے ہیں، میرے ہی پاس عرش و کرسی ہیں اور زمین نے کہا کہ میں افضل ہوں اس لئے کہ نیرے پاس انہیا اور صالحین ہیں اور تمہارے ستاروں کا نور محمد مصطفیٰ کے نور کی وجہ سے ہے اور وہ میرے پاس ہیں۔ اے ان روایتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آنحضرت کا نور آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل خدا کے حضور میں تھا اور وہ پیشانی آدم سے چمکتا تھا اور وہ سارے نور پر غالب رہتا تھا اور آسمان و زمین، چاند و سورج اور ستاروں کا نور آپ ہی کے نور کی وجہ سے ہے اور چونکہ نور علوی، نور نبوی کے ساتھ تھا لہذا جو خصوصیات نور نبوی کو حاصل ہیں وہ نور علوی کو بھی حاصل ہیں۔ لہذا اس کے ہوتے ہوئے کس طرح کسی کو مقدم کیا جاسکتا ہے۔

۸۔ عرش پر نام کا ہونا افضیلت کی ولیل

بعض احادیث میں اس بات کی وضاحت ہوئی ہے کہ رسالت مکتب گواں لئے افضیلت حاصل ہے کہ آپ کا نام عرش پر لکھا ہوا ہے۔

غلابی اپنی کتاب عراس میں لکھتے ہیں کہ ہم کو ابو عمر محمد فربالی نے اپنے اسناد سے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے موت کو الوارج عطا کی گئیں اور ان کی طرف انہوں نے دیکھا تو کہا پروردگار اُنے سمجھے ایک ایسی چیز سے فضیلت دی ہے کہ جس سے کائنات میں کسی کو بھی مجھ سے پہلے ایسی فضیلت نہیں دی ہوگی

! آواز آئی اے موسیٰ اپنی رسالت اور اپنے سے ہم کلام ہونے کی وجہ سے میں نے تم کو منتخب کیا ہے پس جو میں دوں اسے لے لو اور شاکرین میں سے ہو جاؤ اور اس کی اچھی طرح حفاظت کرو تاکہ تمہاری صوت محبت محمد وآل محمد پر ہو۔ موسیٰ نے کہا محمد کون ہیں؟ جواب ملا احمد کہ جس کے نام کو آسمان وزمین کی خلقت سے دو ہزار سال قبل عرش پر ثبت کیا ہے وہ میرا بُنیٰ و صَفِیٰ اور میری مخلوقات میں سب سے بہتر ہے وہ ساری مخلوقات اور سارے ملائکہ سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ موسیٰ نے کہا پروردگار اگر محمد ساری مخلوقات سے زیادہ تجھے محبوب ہے تو کیا میری امت سے زیادہ کوئی امت تجھے عزیز ہے۔ ارشاد الہی ہوا امت محمد کو ساری امتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح مجھ کو ساری مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے۔

یہ حدیث عرش پر آنحضرت کے نام ثبت ہونے کی وجہ سے ساری مخلوقات پر آپ کی افضیلت کو بتا رہی ہے اور آپ کا سب سے پہلے خلق ہونا بھی آپ کی افضیلت کی دلیل ہے لہذا یہی افضیلت حضرت علیؓ کا نور بھی سب سے کیونکہ جس طرح آنحضرت کا نور سب سے پہلے خلق ہوا اسی طرح حضرت علیؓ کا نور بھی سب سے پہلے خلق ہوا ہے اس لئے کہ دونوں ایک ہی نور سے ہیں لہذا آنحضرتؐ کے علاوہ سارے انبیاء، ملائکہ اور مخلوقات سے آپ افضل ہیں۔

۹۔ اسم خدا و رسول کی مقارنت

بعض صحیح السندر احادیث میں ہے کہ آدم نے عرش پر اللہ کے نام کے ساتھ آنحضرتؐ

کے نام کو باعث فضیلت قرار دیا ہے اور اس سے آپ کی افضیلت پر استدلال کیا ہے اس حدیث کو اعظم حفاظ الحست نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جیسے طبرانی نے مجم صغير میں، قاضی عیاض نے الشفاء میں سیوطی نے حاکم، تہجیق ابویعیم، ابن عساکر اور طبرانی کے حوالے سے اپنی کتاب الخصالص میں۔ سہودی نے حاکم کے حوالے سے خلاصۃ الوفا میں، قسطلانی نے مواصب لدنیہ میں، دیار بکری نے عیاض کے حوالے سے تاریخ الخمیس میں، مناوی نے الاتحاف السنیہ میں اور حلی نے انسان العيون میں اس حدیث کی روایت کی ہے۔

طبرانی لکھتے ہیں: ہم سے محمد بن داؤد بن اسلم صرفی مصری نے بیان کیا، ان سے احمد بن سعید مدینی فہری نے، ان سے عبد اللہ بن اعمیل مدینی نے، ان سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جد سے اور انہوں نے ابن خطاب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم سے ترک اولیٰ ہوا تو انہوں نے عرش کی طرف سراٹھا کر کھا پر و ر دگارا تجھے محمدؐ کا واسطہ میرے گناہ کو معاف کر دے، اللہ نے وحی نازل کی (اور پوچھا) محمد کون ہیں؟ آدم نے کہا تیرا نام با برکت ہے جب تو نے مجھے خلائق کیا اور میں نے عرش کی طرف سراٹھا یا تھا تو یہ عبارت دیکھی لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس وقت میں سمجھ گیا تھا کہ جس نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے اس سے بڑھ کر کسی کی بھی تیری نظر میں قدر و منزلت نہیں ہے اس وقت اللہ نے وحی نازل کی اور فرمایا اے آدم یہ تیری ذریت سے ہونے والا آخری نبی ہے اور اس کی امت تیری ذریت سے آخری امت ہو گی یا

شیخ عبد الوہاب بیکی اپنی کتاب شفای الاستقام میں رسالتِ مبارکہ سے آپ کی خلقت سے پہلے، آپ کی خلقت کے بعد اور آپ کی وفات کے بعد تو سل کرنے کے معنی کو یوں بیان کرتے ہیں:

نبیؐ سے تو سل کرنا خواہ آپ کی خلقت سے پہلے ہو یا خلقت کے بعد، آپ کی زندگی میں ہو یا آپ کی وفات کے بعد، بزرگ میں ہو یا بعثت کے بعد، قیامت میں ہو یا جنت میں ہر حال میں جائز ہے اور یہ تین طرح سے متصور ہے۔

۱۔ آپ سے تو سل کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا سے آپ کے وسیلہ سے یا آپ کے شرف و مرتبہ کے وسیلہ سے یا آپ کی برکت سے طلب حاجت کرے اور یہ تینوں حالتوں (قبل از ولادت، بعد از ولادت اور بعد از موت) میں جائز ہے اور ان کی تائید میں حدیث صحیح وارد ہوئی ہے جہاں تک ولادت سے پہلے کی بات ہے تو اس کی تائید انبیاء کے حالات سے ہوتی ہے۔

حاکم ابو عبد اللہ بن البیع متدرک علی الحججیین میں تحریر کرتے ہیں کہ: ہم سے ابو سعید عمر و بن محمد بن منصور عدل نے بیان کیا ان سے ابو الحسن محمد بن الحنفیہ حظی نے ان سے ابوالحارث عبد اللہ بن مسلم فہری نے ان سے اسماعیل بن مسلم نے ان کو عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے بتایا اور انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جد سے اور انہوں نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمؐ سے ترک اولی ہوا اور انہوں نے کہا کہ پروردگار تھے محمدؐ کا واسطہ مجھے معاف کر دے تو ارشادِ الہی ہوا اے آدمؐ تو نے محمدؐ کو کس طرح پہچانا درانِ حائلہ ابھی میں نے اسے

خلق نہیں کیا ہے؟ آدم نے کہا پروردگار اجب تو نے مجھے خلق کیا اور اپنی روح پھوکی تو میں نے سراٹھیا اور عرش کے ستونوں پر یہ عبارت دیکھی لا اللہ الا اللہ رسول اللہ لہذا میں سمجھ گیا کہ تو نے جس نام کو اپنے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ یقیناً مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے یہ سن کر ارشاد ہوا آدم تم نے حق کہا ہے یقیناً وہی سب سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور چونکہ تم نے اسکے توسط سے طلب مغفرت کی ہے لہذا میں نے تمہیں معاف کیا اگر محمد نہ ہوتے تو مجھے خلق نہیں کرتا۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح السند ہے اور یہ پہلی حدیث ہے جس کو عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اس باب میں نقل کیا ہے۔

یہی نے بھی دلائل النبوة میں اس کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صرف عبد الرحمن سے مروی ہے۔ طبرانی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن اس میں اور وہ تمہاری ذریت سے آخری بڑی دگا کا اضافہ کیا ہے۔

حاکم نے اس حدیت سے سلطان بن جشا دعل کی بھی روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ تم سے ہارون بن عباس ہاشمی نے بیان کیا ہے اور ان سے جندل بن والق نے، ان سے عمرو بن اوس النصاری نے، ان سے سعید بن ابی عروبة نے اور انہوں نے قادة سے، انہوں نے سعید بن میتب سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اللہ نے سلسلی علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ اے عیسیٰ تم محمد پر ایمان لا اور اپنی امت میں جس کو دیکھو اسے محمد پر ایمان لانے کا حکم دو کیونکہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو خلق نہیں کرتا، اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت و جہنم کو خلق نہیں کرتا، میں نے عرش کو پانی پر خلق کیا تو اس

میں تھبڑاً پیدا نہیں ہوا لہذا میں نے اس پر لا الہ الا اللہ لکھا تو پھر اس میں تھبڑاً پیدا ہوا۔ حاکم کا کہنا ہے کہ یہ حدیث صحیح الائٹاڈ میں سے ہے لیکن اس (بخاری نے) نقل نہیں کیا ہے لگتا ہے کہ ابن تیمیہ کو یہ حدیث مذکورہ سند کے ساتھ نظر نہیں آئی اور انہیں خبر نہیں ہوئی کہ اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اسی لئے انہوں (ابن تیمیہ) نے کہا ہے کہ توسل کے سلسلہ میں جو واقعہ آدم کو پیش کیا جاتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نہ کسی نے ایسی سند سے رسالتاپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے اور اسے جھلانے کے بعد ایسی طویل بحث شروع کر دی جس کا کوئی حاصل نہیں ہے اگر ابن تیمیہ کو معلوم ہوتا کہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے تو وہ ایسا نہیں کہتے۔

۱۰۔ اسم خدا اور رسول سے اسم علی کی مقارنت

علیؑ کے نام کا خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ ہونا آپ کی عظمت کی بہترین دلیل ہے اس سلسلہ میں بہت سی حدیثیں ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ عرش پر آپ کا نام نبیؑ کے نام کے ساتھ مکتوب ہے یہاں چند حدیثوں سے عمل پر اکتفا کرتا ہوں۔

۱۔ علیؑ کا نام عرش پر

بلسانیت کی کتابوں میں ایسی بہت سی حدیثیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ عرش پر کلمہ توحید اور رسالتاپ کے نام کے بعد علیؑ کا نام لکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک کسی کی قدر و منزلت نہیں ہے ورنہ اس کے نام کو اپنے اور اپنے نبیؑ کے نام کے ساتھ لکھ کر کرتا، ملا حلکہ ہو:

۱۔ قاضی عیاش کتاب الشفاء میں لکھتے ہیں کہ ابو الحمراء نے رسول اللہ سے روایت کی

ہے کہ آپ نے فرمایا: جب میں (شبِ معراج) آسمان پر گیا تو عرش پر یہ عبارت دیکھی
لَا اللہ الا اللہ رسول اللہ ایتہ بعلیٰ سے

۲۔ ابن مغازلی نے اپنی سند سے ابو الحمراء سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں (شبِ معراج) آسمان پر پہنچا تو
میں نے عرشِ ایمن پر یہ عبارت دیکھی، میں واحد ہوں اور میرے علاوہ کوئی خدا نہیں
ہے میں نے جنتِ عدن کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور محمد کو اپنے لئے منتخب کیا اور اس کی علیٰ
کے ذریعہ نصرت و مدد کی۔

۳۔ خوارزمی نے ابو الحمراء ہی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: میں نے ساقِ عرش پر یہ عبارت دیکھی: میں (خدا) نے جنتِ عدن کو اپنے ہاتھوں
سے بنایا اور مخلوق میں محمد کو اپنے لئے منتخب کیا اور اس کی علیٰ کے ذریعہ نصرت و مدد کی۔
۴۔ محبت طبری ابی الحمراء سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا: شبِ معراج
جب میں آسمان کی طرف گیا تو میں نے ساقِ عرش کے دامنی طرف دیکھا کہ اس پر مکتب
تھا محمد رسول اللہ ہے اور میں نے اس کی علیٰ کے ذریعہ تائید و نصرت کی ملانے اپنی سیرت
میں اس کی روایت کی ہے۔

اور ابن عباس سے مردی ہے کہ انہوں نے کہا ہم لوگ رسالتِ مکتب صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس تھے اتنے میں ایک پرندہ آیا جس کی منقار میں سبز بادام تھا اس نے اسے نبی کی آنکھ میں گرایا، آنحضرت نے اسے چوما اور پھر تو اس میں سبز کاغذ لکھا جس پر مکتب تھا *اللہ علیہ السلام* - ابو الحیرہ قزوینی حاکمی نے اسکی روایت کی ہے۔
 ۵۔ محمد بن یوسف زرندی لکھتے ہیں کہ رسالتِ مکتب صلی اللہ علیہ وسلم سے مردی ہے کہ میں نے شبِ معراج ساقِ عرش پر اس عبارت کو دیکھا *اللہ علیہ السلام* - محمد رسول اللہ کہ جس کو مخلوق میں میں نے منتخب کیا اور اس کی علیٰ کے ذریعہ تائید و نصرت کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ ساقِ عرش کے ذاہنی طرف اس مکتب کو دیکھا میں خدا نے واحد ہوں، میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے میں نے جنتِ عدن کو اپنے ہاتھوں سے بنایا، محمد کو اپنے لئے منتخب کیا اور علیٰ کے ذریعہ اس کی تائید کی۔^{۱۱}

۶۔ سید شہاب الدین احمد نے طبری اور زرندی سے اسی طرح کی روایت کی ہے اور ابی الحمراء سے روایت نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کی حافظ ابو بکر خطیب نے روایت کی ہے۔^{۱۲}

۷۔ سیوطی نے ابن عدری اور ابن عساکر سے انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج ہوئی تو ساقِ عرش پر یہ مکتب دیکھا *اللہ علیہ السلام* - *محمد رسول اللہ ایڈتہ بعلیٰ*۔^{۱۳}

^{۱۱} الحسان الصبری راجح اصل ۷، در منثور ج ۲ ص ۱۵۳

اب ریاض الصفرہ ج ۲ ص ۲۲۷

^{۱۲} نظم در الرسمین ص ۱۲۰

ساقی توضیح الدلائل مخطوط

۸۔ مخاطب کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے انس سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جب میں معراج پر گیا تو ساقِ عرش پر یہ عبارت دیکھی لا اللہ لا اللہ محمد رسول اللہ ایمۃ بعلیؑ سعید کا زرنوںی نے منتظر میں اور قدزوںی نے یہاںج المودۃ میں مختلف سلسلوں سے اسی طرح کی روایت کی ہے۔

۲۔ چار جگہوں پر اسم نبی وعلیؑ کی مقارنہ

کلمہ توحید کے بعد رسالتاً کے نام کے ساتھ چار جگہوں پر علیؑ کا نام مکتوب ہے جیسا کہ سید علی ہمدانی نے مودۃ القریبی میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا میں نے تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ چار جگہوں پر دیکھا ہے جب بیت المقدس سے میری معراج ہوئی تو ایک پتھر پر لکھا دیکھا لا اللہ لا اللہ محمد رسول اللہ میں نے اس کی اس کے وزیر کے ذریعہ تائید کی اور اس کے وزیر کے ذریعہ نصرت کی تو میں نے جبریل سے پوچھا میرا وزیر کون ہے؟ جبریل نے جواب دیا علی بن ابی طالبؓ ہیں۔

جب میں سدرۃ المنتین پہنچا تو وہاں لکھا دیکھا میں اللہ ہوں کوئی دوسرا خدا نہیں ہے میں واحد ہوں مخلوق میں سے محمد میرا برگزیدہ ہے اس کی تائید اس کے وزیر سے اور اس کی نصرت اس کے وزیر سے کی۔ میں نے جبریل سے سوال کیا میرا کون وزیر ہے؟ جبریل نے جواب دیا علی بن ابی طالبؓ ہیں۔

جب میں سدرۃ المنیٰ سے عرش پر ہوں چا تو اس کی ساقوں پر لکھا دیکھا میں خدا ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے مخلوق میں محمد میرا حبیب ہے اس کی تائید اس کے وزیر سے اور اس کی نصرت اس کے وزیر سے کی۔ جب میں جنت میں داخل ہوا تو در جنت پر یہی لکھا دیکھا سوانع میرے کوئی خدا نہیں ہے مخلوق میں محمد میرا حبیب ہے اس کے وزیر سے اس کی تائید اور اس کے وزیر سے اس کی نصرت کی۔

۳۔ علی کا نام در جنت پر

روایت میں ہے کہ در جنت پر حضرت علیؑ کا نام رسول اللہ کے نام کے ساتھ ”اخور رسول اللہ“ کے عنوان سے لکھا ہوا ہے جس کی حسب ذیل علماء نے روایت کی ہے۔ اخوار زمی لکھتے ہیں مجھے شہزادار نے اجازۃ خبر دی اور انہوں نے محمود بن اعمیل اشقر سے، انہوں نے احمد بن حسین بن فاد شاہ سے، انہوں نے طبرانی سے، انہوں نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ سے، انہوں نے زکریا بن تیجی بن سالم سے، انہوں نے اشعث بن عمر سے انہوں نے حسن بن صالح سے، انہوں نے مسد سے، انہوں نے عطیہ سے اور انہوں نے جابر بن عبد اللہ анصاری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان و زمین کی خلقت سے ایک ہزار سال قبل در جنت پر مکتوب ہے محمد رسول اللہ علیؑ بن ابی طالب اخور رسول اللہ اسی روایت کو ابن مغازی نے بھی نقل کیا ہے۔

۲۔ شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل کے چودھویں باب میں اسی روایت کی صالحانی

سے اور انہوں نے مردی سے اور انہوں نے جابر سے روایت کی ہے اسی طرح انہوں نے جابر کی روایت کو خطیب سے نقل کیا ہے البتہ اس میں بالف الف السنہ (ہزار ہزار سال) ہے۔
 ۳۔ صفوری نے جابر ہی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمانوں کی خلقت سے دو ہزار سال قبل سے در جنت پر مکتوب ہے محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ۔

۴۔ محمد صدر عالم نے طبرانی کی کتاب الاوسط سے اور ابن عساکر سے اور خطیب کی کتاب المتفق والمتفرق سے جابر سے اسی طرح کی روایت کی ہے۔

۵۔ بدخشانی نے طبرانی اور خطیب سے مذکورہ روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ احمد نے ایک مرفوع حدیث کی روایت کی ہے کہ (آنحضرت نے فرمایا) میں نے در جنت پر کھادیکھالا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخوہ۔

۶۔ علی ولی اللہ در جنت پر

ابن مسعود نے آنحضرت سے روایت کی ہے کہ در جنت پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھا ہوا ہے اور اس کے بعد حکمت آمیز باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ اس حدیث کو زرندی نے نظم در اسمطین میں جموینی سے اور سید شہاب الدین احمد نے زرندی سے نقل کیا ہے۔ یہ عبارت جموینی کی ہے:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا شبِ معراج جب میں آسمان پر گیا تو میرے سامنے جنت و جہنم کو پیش کیا گیا میں نے جنت اور اس کی نعمتوں اور جہنم اور اس کے عذاب کا مشاہدہ کیا جب میں وہاں سے پلنا تو جبرئیل نے مجھ سے کہا یا رسول اللہ در جنت اور در جہنم پر کیا لکھا تھا؟ جواب دیا میں نے نہیں دیکھا تو جبرئیل نے کہا جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ہر دروازہ پر چار ایسی باتیں لکھی ہوئی ہیں کہ جوانہیں جان جائے اور اس پر عمل کرے تو اس کی ہر بات دنیا و ما فیحہ سے بہتر ہے اسی طرح جہنم کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ پر تین ایسی باتیں لکھی ہوئی ہیں کہ جوانہیں جان جائے اور ان کی معرفت ہو جائے تو ان میں کی ہر بات دنیا و ما فیحہ سے بہتر ہے میں نے کہا جبرئیل میرے ساتھ واپس چلوتا کہ ان باتوں کو پڑھوں پس آپ جبرئیل کے ہمراہ جنت کے پہلے دروازے پر آئے اور دیکھا کہ:

پہلے در پر لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ ہر چیز کا ایک ذریعہ ہے اور زندگی گزارنے کا ذریعہ چار چیزیں ہیں قناعت، کینہ سے پرہیز، حسد کو ترک کرنا اور اچھوں کی ہم نشینی۔

دوسرے در پر لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ ہر چیز کا ایک ذریعہ ہے اور آخرت کی خوشی کے چار ذریعے ہیں تمیوں کے سروں پر دست شفقت پھیرنا، ناتوانوں پر مہربانی کرنا، مسلمانوں کے رفع حوانج کی سعی کرنا اور فقر اور مساکین کی خبر گیری کرنا۔

تیسرا در پر لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ، جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوی کا احترام کرنا چاہے، جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے والدین کے ساتھ بیکی کرنی چاہئے، جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے

کم بولنایا خاموش رہنا چاہئے۔

پانچویں در پر کھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی وی اللہ جو چاہتا ہے کہ وہ ذلیل نہ ہو تو وہ دوسروں کو ذلیل نہ کرے جو چاہتا ہے کہ اسے کوئی برا بھلانے کہے تو دوسروں کو برا بھلانے کہے جو چاہتا ہے کہ اس پر ظلم نہ ہو تو وہ دوسروں پر ظلم نہ کرے اور جو عروۃ الوثقی سے متینک ہونا چاہتا ہے وہ اس قول سے متینک ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی وی اللہ۔

چھٹے در پر کھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی وی اللہ جو چاہتا ہے کہ اس کی قبر کشادہ ہو تو اسے مسجد کو پاک و صاف رکھنا چاہئے جو چاہتا ہے کہ اس کے بدن کو قبر میں کیڑے نکوڑے نہ کھائیں تو اسے مسجد میں جھاڑ و دینا چاہئے جو چاہتا ہے کہ اس کی قبر تاریک نہ ہو تو اسے مسجد میں روشنی کا انتظام کرنا چاہئے اور جو چاہتا ہے کہ اس کا جسم قبر میں تروتازہ رہے اسے مسجد کے لئے فرش خریدنا چاہئے۔

ساتویں در پر کھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی وی اللہ، سفیدی قلب چار چیزوں میں ہے مریض کی عیادت، تشیع جنازہ میں شرکت، مردوں کے لئے کفن خریدنا اور ادائے قرض۔

آٹھویں در پر کھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی وی اللہ جوان آٹھوں دروازوں میں داخل ہونا چاہتا ہے اس میں چار خصلتوں کا ہونا ضروری ہے صدقہ دینا، سخاوت، حسن خلق اور بندہ خدا کو اذیت دینے سے اپنے کرو کنا۔

پھر ہم (رسالہ نبی) در جہنم پر آئے تو اس کے پہلے در پر تمیں باقیں لکھی تھیں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے، بخل کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے، ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

دوسرے دروازے پر کھا تھا جس نے اللہ سے لوگائی وہ سعادتمند ہوا، جس پر خوف

الہی طاری ہوا اس نے امان پائی اور جس نے خدا کے علاوہ دوسروں سے لوگائی یا دوسروں سے خوف کھایا وہ ہلاک ہوا۔

تیرے دروازے پر لکھا تھا جو قیامت میں عیاں نہیں رہنا چاہتا وہ برہنوں کو لباس پہنانے جو قیامت میں بھوکا رہنا نہیں چاہتا وہ و بھوکوں کو کھانا کھلانے جو قیامت میں پیاسا رہنا نہیں چاہتا وہ دنیا میں پیاسوں کو پانی پلائے۔

چوتھے دروازے پر لکھا تھا جو اسلام کی اہانت کرے اس کو خدا ذمیل کریگا جو الہیت بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے خدا اس کو ذمیل کریگا جو ظلم کرنے میں ظالموں کی مدد کرے خدا اس کو ذمیل کرے گا۔

پانچویں دروازے پر لکھا تھا خواہشات کی پیروی نہ کرو کیونکہ خواہشات ایمان کو دور کر دیتی ہیں۔ بلا وجہ زیادہ نہ بولو کیونکہ اس سے انسان، خدا کی نظر سے گر جاتا ہے، ظالموں کی مدد نہ کرو کیونکہ جنت ظالموں کے لئے خلق نہیں ہوتی ہے۔

چھٹے دروازے پر لکھا تھا میں جدوجہد کرنے والوں پر حرام ہوں، میں صدقہ دینے والوں پر حرام ہوں، میں روزہ داروں پر حرام ہوں۔

ساتویں دروازے پر لکھا تھا قبل اس کے کہ محاسبہ کیا جائے تم خود اپنا محاسبہ کرو، قبل اس کے کہ توہین کی جائے تم خود اپنی توہین کرو، تم خدا کو پکارو قبل اس کے کہ وہ تم کو رد کر دے۔ اسی حدیث کی زندگی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ الشیخ العالم صدر الدین ابراہیم بن محمد بن موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب فضل اہل الہیت میں اس کو نقش کیا ہے۔

۵۔ در جنت پر علی ولی اللہ سنبھرے حروف میں

آنحضرتؐ کی ایک دوسری حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ میں نے در جنت پر سنبھرے حروف میں مکتوب تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ جیسا کہ سید شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل میں امیر المؤمنینؑ کے اسماء کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان اسماء میں ایک ولی اللہ ہے۔

موی بن اسماعیل نے موی بن جعفر بن محمد (امام موی کاظمؑ) سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و عنہم جمعیں سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی آبائہ و بارک و سلم نے فرمایا جب میں شب معراج آسمان پر گیا تو در جنت پر سنبھرے حروف میں مکتوب تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔ حافظ ابو موسیٰ نے اپنی اسناد سے اسی کی روایت کی ہے۔

۶۔ علی حبیب اللہ در جنت پر

آنحضرتؐ سے مردی ہے کہ آپ نے در جنت پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی حبیب اللہ اور اسکی حسب ذیل علماء نے روایت کی ہے:

۱۔ خوارزمی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں (شب معراج) آسمان پر گیا تو در جنت پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی حبیب اللہ الحسن و الحسین صفوۃ اللہ فاطمۃ امۃ اللہ علی مبغضہم لعنة اللہ علی

۲۔ بدخشانی نے خطیب اور حافظ اسقی سے اور انہوں نے ابن عباس سے اسی طرح

کی آنحضرت سے روایت کی ہے جس

۳۔ سید شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں امیر المؤمنین کے اسماء میں ایک حبیب اللہ کو بیان کیا ہے اور مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ صالحانی نے اپنی اسناد سے اسی کی روایت کی ہے۔

۷۔ علی مقیم الحجۃ عرش پر

روایت میں ہے کہ عرش پر لا الہ الا اللہ محمد بنی الرحمۃ علی مقیم الحجۃ لکھا ہوا ہے اور اس کی حسب ذیل علماء نے روایت کی ہے۔

۱۔ خوارزمی نے امام محمد بن احمد بن شاذان سے انہوں نے ابو محمد ہارون بن موسی تعلکبری سے، انہوں نے عبد العزیز بن عبد اللہ سے، انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے عبد الکریم سے، انہوں نے عثمان عطار سے، انہوں نے ابو نصر احمد بن محمد بن ولید سے، انہوں نے وکیع بن جراح سے، انہوں نے امش سے، انہوں نے ابی اوائل سے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ نے آدم کو خلق کیا اور ان میں روح پھوکی تو ان کو چھینک آئی اور انہوں نے الحمد للہ کہا اس وقت خداوند عالم نے وحی نازل کی کہ میرے بندے نے میری حمد کی ہے میری عزت و جلال کی قسم اگر وہ دو بندے نہ ہوتے جنہیں میں اس دنیا میں خلق کرنے والا ہوں تو تمہیں خلق نہ کرتا آدم نے کہا بار الیا وہ دونوں مجھ سے ہوں گے جواب ملا ہاں! وہ تمہارے ہی نسل سے ہوں گے۔ اے آدم ذرا تم اپنا سر تو اٹھاؤ جب آدم نے سر اٹھایا تو

۱۔ مفتاح الخافی مفاتیح مناقب العبراء مخطوط

۲۔ توضیح الدلائل مخطوط

عرش پر یہ عبارت دیکھی لا اللہ الا اللہ محمد بنی الرحمۃ علی مقیم الحجۃ جس نے حق علی کو پہچانا وہ پاک و پاکیزہ ہوا اور جس نے اس کے حق سے انکار کیا وہ مستحق لعنت اور گنہ گار ہوا میں اپنی عزت کی قسم کھاتا ہوں جو اس کی اطاعت کرے وہ اگر چہ میری معصیت کرے تو میں اسے جنت میں داخل کروں گا اور میں اپنی عزت کی قسم کھاتا ہوں جو اس کی نافرمانی کرے وہ اگر چہ میری اطاعت کرے لیکن میں اس روحِ جہنم میں ڈالوں گا۔

۲۔ شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں امیر المؤمنین کے اسماء میں ایک مقیم الحجۃ کو بتایا ہے اور انہوں نے صالحانی سے اور صالحانی نے خوارزمی کی کتاب الاربعین فی مناقب امیر المؤمنین سے اس کی روایت کی ہے۔

۳۔ قدوزی بُخنی نے خوارزمی سے اسی کی روایت کی ہے۔

۸۔ علی مقیم الحجۃ کف صرصائیل پر

روایت میں ہے کہ دنیا کی خلقت سے بارہ ہزار سال قبل صرصائیل کی دونوں ہتھیلیوں پر لکھا تھا لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی مقیم الحجۃ۔

خوارزمی رقطراز ہیں کہ مجھ کو ابوالعلاء الحافظ ہمدانی اور الامام الاحل نجم الدین ابو منصور محمد بن حسین بن محمد بغدادی نے بتایا اور ان دونوں کو الشریف الامام الاحل نور الحدی ابوبطالب احسین بن محمد بن علی زینبی نے اور انہوں نے امام محمد بن احمد بن علی بن حسن بن شاذان سے انہوں نے معافا بن زکریا سے انہوں نے حسن بن علی عاصمی سے، انہوں نے صحیب سے،

انہوں نے جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن الحسین سے اور انہوں نے اپنے والد علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ ہم سے رسول اللہ نے بیت ام سلمی میں بیان کیا کہ ایک ملک نازل ہوا جس کے بیش سر تھے اور ہر سر میں ایک ہزار زبانیں تھیں جو اللہ کی اسی زبان میں تسبیح و تقدیس کر رہی تھیں جو ایک دوسرے سے مشابہ نہیں تھیں اس کے ہاتھ کا انگوٹھا ساتوں آسان اور ساتوں زمین سے وسیع تھا۔ رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے کہ وہ جبریل ہیں تو آخر پر نے فرمایا جبریل تم کبھی اس صورت میں نہیں آئے کہا میں جبریل نہیں ہوں صرصائیل ہوں اللہ نے مجھے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ ایک تو دوسرے نور سے ازدواج کرے رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون؟ اور کس سے؟ صرصائیل نے کہا آپ کی بیٹی فاطمہ کا علی بن ابی طالب سے پس رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل و میکائیل و صرصائیل کی گواہی پر فاطمہ کا علی سے عقد پڑھا پھر آخر پر نے صرصائیل کی دونوں ہتھیلیوں پر یہ مکتوب دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب مقیم الحجۃ آخر پر نے صرصائیل سے پوچھا یہ تمہاری ہتھیلیوں پر کب سے لکھا ہوا ہے؟ تو صرصائیل نے جواب دیا کہ دنیا کی خلقت سے باہر ہزار سال قبل سے لکھا ہے۔

۹۔ علی ولی اللہ پر جبریل پر

روایت میں ہے کہ جبریل کے ایک پر، پر لا الہ الا اللہ علی الوصی اور دوسرے پر پر لا الہ الا اللہ رسول اللہ لکھا ہوا ہے، اس کی حسب ذیل علماء نے روایت کی ہے۔
 ا۔ خوروزی قطر از ہیں کہ مجھ کو شہزادار نے بطور اجازہ بتایا اور ان کو ابو الفتح عبدالوس بن عبد اللہ ہمدانی نے تحریری طور پر خبر دی اور انہوں نے ابو طاہر حسین بن علی بن سلمہ سے،

انہوں نے ابو الفرج صامت بن حصیب بن عباد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے علی بن احسین سے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل آئے اور ان کے پر کھلے ہوئے تھے ایک پرلا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دوسرے پرلا اللہ الا اللہ علی الوصی لکھا تھا۔

اس حدیث میں اسم خدا کے بعد اسم علیٰ ہے جو صی متصف ہے۔

۲۔ سید شہاب الدین احمد نے امیر المؤمنین کے اسماء میں وصی اللہ و خلیفۃ اللہ کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں انہوں نے امام جعفر صادق سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے جد سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ میرے پاس جبریل آئے اور ان کے دونوں پر کھلے ہوئے تھے ایک پرلا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دوسرے پرلا اللہ الا اللہ علی وصی اللہ لکھا تھا۔

۱۰۔ اید اللہ محمد بعلی پیشانی ملک پر

مردی ہے کہ رسول اللہ نے ایک ملک کو دیکھا جس کی پیشانی پر لکھا تھا اید اللہ محمد بعلی، خوارزمی نے اپنی سند سے محمد بن حفیہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جب میں (شبِ معراج) آسمان پر گیا تو چوتھے یا چھٹے آسمان پر دیکھا کہ ایک ملک ہے جس کا نصف حصہ آگ کا ہے اور نصف برف کا اور اس کی پیشانی پر لکھا ہے اید اللہ محمد بعلی یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اور میں وہیں ٹھہر گیا ملک نے مجھ سے کہا آپ کو کیوں تعجب ہوا اللہ نے

میری پیشانی پر اس جملہ کو دنیا کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سے لکھا ہے۔ ۱۱۔ علی ولی اللہ لوائے محمد پر

سید علی ہمدانی عبد اللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں (عبد اللہ) نے رسول اللہؐ سے لوائے محمد کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس کی لمبائی ایک ہزار سال مسافت کے برابر ہے: اس کی نوک یا قوت سرخ کی ہے، اس کا قبضہ سفید لون کا ہے اس کا وسط زمرہ دکا ہے اس کے تین گوشے ہیں ایک مشرق کی طرف، ایک مغرب کی طرف اور تیسرا ان کے وسط میں ہے ان پر تین سطر میں لکھی ہیں پہلی سطر بسم اللہ الرحمن الرحيم دوسرا سطر الحمد لله رب العالمین اور تیسرا لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ ہے اور ہر سطر کی لمبائی ایک ہزار سال مسافت کے برابر ہے۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا آپ نے چ کہا یا رسول اللہ، لیکن اسے اٹھائے گا کون؟ آنحضرتؐ نے فرمایا وہی جس نے دنیا میں میرے علم کو اٹھایا تھا اور وہ علی بن ابی طالبؐ ہے کہ جس کے نام کو اللہ نے آسمان وزمین کی خلقت سے پہلے لکھا تھا عبد اللہ نے کہا آپ نے چ فرمایا اور اس لواء (علم) کے سایہ میں کون رہے گا آنحضرتؐ نے فرمایا خدا پر ایمان لانے والے، دوست خدا میری پیروی کرنے والے اور شیعان علی و دوستان علی رہیں گے خوشحال وہ جس کی عاقبت بخیر ہے اور وائے ہو اس پر جو شان و منزلت علی میں میری تکذیب کرے یا جو مقام و مرتبہ علی کی، کہ جسے اللہ نے عطا کیا ہے تکذیب کرے۔

۱۲۔ آل محمد خیر البریتے لوائے نور پر

روایت میں ہے کہ آسمان وزمین کی خلقت سے دو ہزار سال قبل سے لوائے نور پر یہ

کلمات لکھے تھے آل محمد خیر البریہ جیسا کہ حافظ ابو فیض احمد بن عبد اللہ اصفہانی نے مقتبة المطہرین میں جابر بن عبد اللہ النصاری سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ایک دن مدینہ کی مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض اصحاب نے جنت کا تذکرہ کیا اس وقت وجہ نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب تک میں جنت میں داخل نہ کروں اس وقت تک وہ نبیوں اور دوسری امتوں پر حرام ہے آنحضرت نے جواب دیا کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ اللہ نے آسمان کی خلقت سے دو ہزار سال قبیل زبر جد کا علم خلق کیا جس کا پرچم نور کا ہے اور اس پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آل محمد خیر البریہ صاحب لواء قوم کا امام ہے۔ اس وقت علیؑ نے فرمایا ساری حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے آپ کے ذریعہ ہماری راہنمائی کی اور ہم کو معزز و مکرم بنایا یہ سن کر رسالت کا علم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ سے فرمایا تم نہیں جانتے ہو کہ جس نے ہم لوگوں سے محبت کی اور وہ اس پر پورا اترا تو خدا سے ہمارے ساتھ فرار دے گا پھر آنحضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت کی ہی مقدود صدق عند مليک مقتدر!

۱۳۔ محمد رسول اللہ نصرۃ بعلیؑ سبز کاغذ پر

روایت میں ہے کہ ایک طائر نے ایک بارام آپ کے پاس گرایا جس میں ایک کاغذ تھا اور اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نصرۃ بعلیؑ لکھا ہوا تھا اور اس کی حسب ذیل علماء نے روایت کی ہے۔

۱۔ ابن مغازی اپنی سند سے سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ

رسالہ تاب صلی اللہ علیہ وسلم بہت بھوکے تھے آپ کعبہ کے پاس آئے اور اس کا پردہ پکڑ کر کہا خدا یا محمد کو اس سے زیادہ بھوکا نہ رکھ اس وقت جب ریل آئے اور ان کے پاس بادام تھا اور انہوں نے کہا کہ خدا وند عالم آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس بادام کو توڑ دیئے جب آپ نے اس کو توڑا تو اس میں ایک سبز کاغذ لکلا جس پر لکھا تھا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد رسول اللہ ایدتہ بعلیٰ و نصرتہ بحل

۲۔ صفوری نے نزہۃ الجالس میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک پرندہ آیا جس کی منقار میں سبز بادام تھا اور اس نے نبیؐ کی پاس گرایا آنحضرت نے اٹھایا تو اس میں سبز موٹی پایا جس پر زرد رنگ سے لکھا تھا
اللہ اکہ محمد رسول اللہ نصرتہ بعلیٰ۔

۱۳۔ تقدم نبوت دلیل افضلیت

رسالہ تاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلے نبی ہونا آپ کے سارے انبیاء و مرسلین اور جمیع مخلوقات پر افضلیت کی دلیل ہے اور یہ بات واضح ہے کہ پہلے آپ کا نور خلق ہوا اور پھر آپ نبیؐ ہوئے تو جب تقدم نبوت افضلیت کی دلیل ہو سکتی ہے تو پھر آپ کے نور کا سب سے پہلے خلق ہونا بدرجہ اولیٰ افضلیت کی دلیل ہوگی اور چونکہ حضرت علیؓ کی خلقت اسی نور سے ہوئی جس سے نبیؐ کی ہوئی تھی تو آپ بھی سوائے رسالتاً کے ساری مخلوق سے افضل ہوں گے لہذا کہ کوآپ پر مقدم کرنا خواہ وہ نبیؐ ہو یا صحابی کوئی

معقول بات نہیں ہے۔

آنحضرت کے سب سے پہلے نبی ہونے کے شواہد علماء کی کتابوں میں بہت زیادہ ہیں اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے چند احادیث اور بعض محققین کی عبارت پر اکتفا کر رہا ہوں۔

۱۔ امام بخاری نے اپنی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ریاض بن ساریہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں عبد اللہ ہوں اور میں اس وقت خاتم النبین تھا جب آدم (آب و) گل کے درمیان تھے میں ہی جس کی طرف میرے باپ ابراہیم نے دعوت دی اور جس کی عیسیٰ بن مریم نے بشارت دی تھی اور میری ماں نے خواب میں اسی طرح دیکھا تھا جس طرح دیگر انحصار کی ماڈل نے خواب میں دیکھا تھا اور وضع حمل کے وقت ماور رسول اللہ نے ایک نور کو دیکھا جس سے شام کے قصور روشن ہو گئے تھے۔

۲۔ ترمذی نے اپنی سند سے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ آپ کو کب نبوت ملی؟ تو جواب دیا جب آدم روح و جسد کے درمیان تھے یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور اس کی صرف ابو ہریرہ نے روایت کی ہے۔

۳۔ کازرونی نے اپنی سند سے عبد اللہ بن شفیق سے روایت کی ہے۔

۴۔ ابو نعیم نے آدم سے پہلے آپ کے نبی ہونے پر ابو ہریرہ، میسرہ اور ابن ساریہ

سے مختلف الفاظ و اسناد سے روایت کی ہے جا

۵۔ سیوطی نے آنحضرت کے سب سے پہلے خلق ہونے، آپ کے سب سے پہلے
نبی ہونے اور اس کی بیان لینے کے بارے میں مندرجہ ذیل مختلف اسناد و طرق سے
روایت کی ہے۔

انہوں نے ابن الی حاتم اور ابوالنعیم سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے
انہوں نے ابو سہلقطان سے اور انہوں نے سہل بن صالح ہمدانی سے اور انہوں نے ابو
جعفر محمد بن علی سے روایت کی ہے

انہوں نے احمد، بخاری، حاکم، طبرانی اور ابوالنعیم سے اور انہوں نے میسرہ سے روایت کی ہے۔

انہوں نے احمد، حاکم، تیہقی اور ابوالنعیم سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔

انہوں نے بزار، طبرانی اور، ابوالنعیم سے طریق شعبی سے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

انہوں نے ابوالنعیم سے اور انہوں نے عمر سے روایت کی ہے۔

انہوں نے ابن سعد سے اور انہوں نے ابن ابوالجند عاصے روایت کی ہے۔

پھر جلال الدین سیوطی نے ان احادیث کی تفسیر و تشریح میں تقي الدین سکی کی عبارت
نقل کی ہے جس میں سکی نے ”لتومن به و لتنصرنه“ کے ذیل میں تحریر کیا ہے
کہ آپ کی رسالت کا سلسلہ صرف آپ کے زمانے سے شروع نہیں ہوا بلکہ اس کا سلسلہ
آدم سے قیامت تک ہے اور ”بعثت الی الناس کافٹه“ کا ربط صرف آپ کے زمانہ سے
قیامت تک کے افراد سے نہیں ہے بلکہ اس کا ربط اس سے پہلے سے ہے۔

۶۔ قسطلاني نے احمد، یتھقی اور حاکم سے عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح السند ہے جو کے دیار بگرنے احمد، مسلم، ترمذی، حاکم، یتھقی، ابو نعیم اور بخاری کی تاریخ سے روایت کی ہے۔

اسی طرح حلبی نے وفاء الوفا سے (۳) انسان العيون ج ۱ ص ۳۵۵۔ قندوزی نے ترمذی سے (۲) بیانیق المودة ص ۱۰ جمال محدث نے (۵) روضۃ الاحباب ابن حجر نے (۶) الحجۃ المکنیۃ فی شرح الحصریۃ اسکندری نے (۷) لطائف المعن ص ۳۸۔ ۲۷ محر یوسف بن یوسف شامی نے (۸) السیرۃ الشامیۃ اور عید روس نے اس کی روایت کی ہے۔ (۹) التور السافر فی اعيان القرن العاشر مقدمہ کتاب۔

۱۵۔ اخذ یثاق دلیل افضلیت

انبیاء سے آنحضرت کی نبوت کا یثاق لینا آپ کی نبوت کے تقدیم کی وجہ سے ہے اور یہ آپ کی افضلیت کی دلیل ہے اور اس سے پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ تقدیم نبوت، تقدیم خلقت کی وجہ سے ہے تو جب فرع الفرع افضلیت پر دلالت کرے تو پھر اصل، بدرجہ اولی افضلیت پر دلالت کرے گا اور چونکہ نور علی اور نور نبی ایک ہے اور علیؑ کی خلقت آدم سے پہلے ہوئی ہے لہذا وہ ساری فضلیتیں آپ کو حاصل تھیں جس کا فرع فرع، انبیاء کا یثاق لینا ہے پس آپ (سوائے رسالتِ کتب) سارے انبیاء و مرسیین سے افضل ہوئے لہذا خلیفہ رسول ہمچی آپ ہی ہوں گے نہ کوئی دوسرا۔

اب یہ کہ آنحضرت کی نبوت کا میاثق لینا آپ کے سب سے پہلے خلق ہونے کی وجہ سے ہے تو اس کی درج ذیل حدیثیں تائید کرتی ہیں۔

۱- ابو قحیم لکھتے ہیں کہ خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو ان لوگوں پر مقدم کیا جو آپ کے بعث (اس دنیا میں آنے) میں آپ پر مقدم تھے ارشاد ہوتا ہے انا او حینا الیک کما او حینا الی نوح و النبیین من بعده و او حینا
الی ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و آقینا دائمہ زبورا اور فرمایا و اخذ ذنامن النبیین میثاقهم و منک و من نوح
چنانچہ ہم سے ابو محمد عبد اللہ بن ابراہیم بن ایوب نے بیان کیا اور ان سے جعفر بن عاصم نے ان سے ہاشم بن عمار نے، ان سے بقیہ نے، ان سے سعید بن بشیر نے، ان سے قتادہ نے، انہوں نے حسن سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخذ ذنامن النبیین میثاقهم کے ذیل میں فرمایا کہ نبیوں میں سب سے پہلے میں خلق ہوا اور سب کے آخر میں مبعوث ہوا۔ اسی حدیث کی تین سلسلوں سے ابو ہریرہ سے انہوں نے روایت کی ہے۔

۲- سبکی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب خصائص الکبری میں ان کی عبارت کو نقل کیا ہے جس کا ایک جملہ یہ ہے فعرفا بالخبر الصحيح ۲

۳۔ عبد الحق دہلوی نے اسی بات کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کی تائید میں حدیثیں پیش کی ہیں۔

اور یہ کہ انبیاء کا آپ کی نبوت کا میثاق لینا آپ کی افضلیت کی دلیل ہے تو یہ بدھیات میں سے ہے اور اس کی وضاحت احادیث اور علماء کے اقوال نے کی ہے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ابو نعیم رقطراز ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ نے سارے نبیوں سے میثاق لیا کہ اگر ان کے پاس رسول آئے تو اس پر ایمان لا میں اور اس کی مدد کریں اور ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو رسول کو پاتا اور اس پر ایمان و نصرت واجب نہیں ہوتی کیونکہ اس سلسلہ میں ان سے میثاق لیا گیا تھا لہذا اگر آنحضرت ان کے زمانہ میں ہوتے تو ان سب پر آپ کی اطاعت و پیروی واجب ہوتی جیسا کہ ہم سے محمد بن احمد بن حسن نے بیان کیا اور ان سے یوسف بن حکم نے، ان سے محمد بن بشیر دعا نے، ان سے یاثم نے، ان سے مجالد نے، انہوں نے شعی سے، انہوں نے جابر سے اور انہوں سے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ تقدیرت میں میری جان ہے اگر آج موسیٰ ازمنہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے۔^۱

۲۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں : ساتویں فصل آپ کے ان شرف و منزلت کے بارے میں ہے جنہیں آپ کو انبیاء پر حاصل ہے اور قرآن میں خدا نے ان کا ذکر کیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے وَاذْاَخِذُ اللَّهَ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لِمَا أَتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَ

^۱ مارچ المدورة ج ۲ ص ۳

جولائی المدورة ج اص ۵۰

حکمة مثا الشاهدین۔ ابو الحسن قابسی کا بیان ہے کہ ہمارے نبی کو اللہ نے کچھ ایسی فضیلتیں عطا کیں جو سوائے آپ کے کسی کو عطا نہیں کیں جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہو رہا ہے اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اللہ نے وحی کے ذریعہ بیشاق لیا اور کسی نبی کو نہیں مبووث کیا مگر ان سے محمد کا ذکر کیا اور ان کی صفات بیان کیں اور ان (انبیاء) سے بیشاق لیا کہ اسے اگر وہ پائیں تو اس پر ایمان لا سکیں اور ایک قول ہے کہ وہ اپنی قوم سے بیان کریں اور ان سے بیشاق لیں کہ وہ اس کو اپنے بعد میں آنے والوں سے بیان کریں گے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آدم اور ان کے بعد کسی بھی نبی کو اللہ نے مبووث نہیں کیا مگر ان سے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں عہد لیا کہ اگر انہیں (محمد کو) بھیجا اور وہ (نبی وقت) زندہ ہو تو وہ ان (محمد) پر ایمان لائے اور ان کی نصرت کرے اور وہ (انبیاء) اپنی اقوام سے بھی اسی بات کا عہد لیں۔ سدی اور قادہ سے آپ کی فضیلت سے متعلق آیات میں اسی طرح کی روایتیں وارد ہوئی ہیں اور **واخذنا من النبیین میثاقهم و منک و من فوح اور انا او حیانا الیک کما او حیانا الی فوح آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور عمر بن خطاب سے مردی ہے کہ انہوں نے آنحضرت سے سوال کیا (اور رسالت میں اس پر رونے) کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں آپ کی یہ قدر و منزلت ہے کہ بھیجا تو سارے نبیوں کے بعد لیکن آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا ارشاد ہوا ادا اخذنا من النبیین میثاقهم و منک و من فوح اور آپ پر میرے ماں**

باپ ندا ہو جائیں اللہ کی نظر میں آپ کی یہ عظمت ہے کہ اہل جہنم آپ کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں ورانحالیکہ وہ جہنم کے طبقوں میں ہیں اور وہ کہتے ہیں یا **یا یتَنَا اللَّهُ وَ اطْعَنَا الرَّسُولُ لَا**۔ قیادہ کہتے ہیں کہ رسالتِ اکابر نے فرمایا میں خلقت کے لحاظ سے سب سے پہلا نبی ہوں لیکن سارے انبیاء کے بعد معموث ہوا ہوں اسی لئے اس آیت میں نوح سے پہلے آنحضرت کا ذکر ہے۔ سرفتدی کا بیان ہے کہ اس میں ہمارے نبی کی فضیلت ہے کہ وہ باوجود یہ سب کے آخر میں آئے لیکن ذکرِ ان کا سب سے پہلے ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ رسالتِ اکابر کی فضیلتوں میں ایک یہ ہے کہ اللہ نے سارے انبیاء کو ان کے نام سے خطاب کیا لیکن آنحضرت گو نبی رسول سے خطاب کیا **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ** اور سرفتدی نے **إِنَّمَا شِعْرَةُ أَبْرَاهِيمَ** کے بارے میں کلبی سے حکایت کی ہے کہ اس میں لاکی ضمیر محمد کی طرف پلٹ رہی ہے (**إِنَّمَا شِعْرَةُ مُحَمَّدٍ لَأَبْرَاهِيمَ**) یعنی ابراہیم محدث کے دین اور ان کے راستے پر تھے اور اسی کو فراء نے اختیار کیا ہے اور اس کی کلبی سے حکایت کی ہے اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

۳۔ قسطلانی نے اپنی کتاب کے چھٹے مقصد میں اسی موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں:

دوسری فصل: اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کے فضل و انتہان میں سارے انبیاء سے یہ بیان لیا کہ اگر وہ انہیں درک کریں تو ان پر ایمان لا سکیں اور ان کی نصرت کریں۔ اس

سلطہ میں انہوں نے آیتیں اور حدیثیں پیش کی ہیں جسے
قطلانی دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں:

علی بن ابی طالب سے مردی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

اللہ نے آدم سے خاتم تک کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ ان سے محمدؐ کے بارے میں یہ
عہد لیا کہ اگر انہیں بھیجا اور وہ (نبیؐ وقت) زندہ رہیں تو وہ ان (محمدؐ) پر ایمان لا کیں اور
ان کی مدد کریں اور وہ (انبیاء) اسی کا عہد اپنی قوم سے لیں اور اسی کی ابن عباس نے
روایت کی ہے اور ان دونوں روایتوں کو عmad ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے اور شیخ
تفق الدین سعکی کا بیان ہے کہ..... ان باقتوں کی روشنی میں ہمارا نبیؐ، نبیوں کا نبی ہے اور یہ
آخرت میں اس طرح ظاہر ہوگا کہ سارے انبیاء آپ کے پرچم کے سامنے میں ہوں گے
اور دنیا میں اس طرح ظاہر ہوا کہ شب معراج سب نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اگر
آنحضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیؐ و عیسیٰ صلوات اللہ و سلام علیہم کے زمانے میں آتے تو
ان سارے نبیوں اور ان کی امتوں پر واجب ہوتا کہ وہ آپ پر ایمان لا کیں اور آپ کی
نصرت کریں یونکہ اسی کا ان سے بیٹاً لیا گیا تھا۔

۳۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب حوارج النبوة میں اس سلسلے میں بڑی تفصیل
سے بحث کی ہے اور آپ کو نبی الانبیاء قرار دیا ہے اور اپنے مدعا کے ثبوت میں آیتیں و
حدیثیں پیش کی ہیں۔

۵۔ قدوزی نے بیانیع المودة میں اس سلسلے میں حضرت علیؑ، قاتاہ اور سرفقدی سے روایت کی ہے۔

علماء و محققین الہلسنت کی عبارتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ انبیاء سے رسالتاًب کی نبوت کا بیثاق لینا آپ کی افضلیت کی دلیل ہے اور یہ بیثاق آپ کے سب سے پہلے خلق ہونے کی وجہ سے ہے تو یہی بات باب مذکونہ العلم میں بھی پائی جا رہی ہے لہذا آپؐ انحضرت کے بعد سب سے افضل قرار پائے اور اس صورت میں کسی کو آپ پر مقدم کرنا یا کسی کی ریاست کا آپ پر ہونا بھی صحیح نہیں ہے۔۔۔ خود بزرگ علمائے الہلسنت نے ان احادیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جن میں اس بات کی وضاحت ہے کہ انبیاء سے ولایت علیؑ کے بارے میں بھی اسی طرح بیثاق لیا گیا تھا جس طرح ان سے محمدؐ کی نبوت کا بیثاق لیا گیا تھا لہذا حدیث بیثاق کے حوالہ سے علماء نے جو بھی فضیلیتیں انحضرت کے بارے میں لکھی ہیں وہ سب کی سب تھوڑے سے روبدل حضرت علیؑ کے لئے بھی ثابت ہیں۔

بیثاق ولایت علیؑ

بہت سی حدیثیں ہیں جو اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ انبیاء کو ولایت علی پر مسیعوں کیا گیا تھا اور ان کی بزرگ علمائے الہلسنت نے روایت کی ہے کہ جن میں چند یہ ہیں:

- ۱۔ حاکم نیشاپوری ۲۔ ابوالحق شعبی ۳۔ ابوالنعیم اصفہانی ۴۔ خطیب خوارزی ۵۔ عبد الرزاق رسمی ۶۔ سید علی ہمدانی ۷۔ سید شہاب الدین احمد ۸۔ شمس الدین جیلانی ۹۔ عبد

الوَحَابُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَفِيعُ الدِّينِ اَحْمَدٌ۔ مِيرَزَا مُحَمَّدٌ بَدْ خَشْنَى۔

روایت حاکم

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم اپنی کتاب معرفۃ الحدیث میں لکھتے ہیں مجھ سے محمد بن مظفر حافظ نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن محمد بن غزووی نے، ان سے علی بن جعفر نے، ان سے محمد بن خالد بن عبد اللہ نے، ان سے محمد بن فضیل نے، ان سے محمد بن سوق نے اور انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے اسود سے اور انہوں نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن ایک ملک میرے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد آپ رسولان سلف کے بارے میں سوال کیجئے کہ وہ کن امور پر مبعوث کئے گئے تھے راوی کہتا ہے کہ جب آنحضرت نے سوال کیا تو ملک نے جواب دیا کہ آپ کی ولایت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر انہیں مبعوث کیا گیا تھا۔

حاکم کہتے ہیں کہ اس حدیث کی علی بن جابر نے اور انہوں نے محمد بن خالد سے اور انہوں نے محمد بن فضیل سے روایت کی ہے لیکن میں نے صرف ابن مظفر کے توسط سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کیونکہ وہ میری نظر میں حافظ، ثقہ اور امین ہیں ہم۔

روایت لغبی

لغبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہم کو ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن حسین دیوری نے خبر دی، ان سے ابو لفظ محمد بن حسین

ازدی موصی نے، ان سے محمد بن خالد اور محمد بن فضیل نے بیان کیا اور انہوں نے محمد بن سوقد سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقہ سے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک ملک آیا اور اس نے کہا کہ اے محمد مجھ سے رسولان سلف کے بارے میں سوال کیجھے کروہ کن امور پر مبعوث کئے گئے تھے، میں (محمد) نے کہا تاؤ تو ملک نے کہا آپ کی ولایت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر مبعوث کئے گئے تھے۔

روایت خوارزمی

اخطب خوارزمی نے اپنی کتاب المناقب میں اسی حدیث کی شہزادیلی سے اور انہوں نے حاکم سے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔

روایت شہاب الدین

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے فرمایا جب میں شبِ معراج آسمان پر گیا تو سارے انبیاء میرے گرد جمع ہوئے خدا کی جانب سے مجھ پر وحی ہوئی کہ اے محمد ان (نبیوں) سے پوچھو کہ تم کن امور پر مبعوث ہوئے تھے تو انہوں نے جواب دیا ہم کہ لا الہ الا اللہ کی شہادت، آپ کی نبوت اور علی بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر۔

لَا کُفَّرٌ وَالْبَيْانُ، سو، زخرف کی آیت و اصلٍ من ارسلننا من ﴿مَلِكٌ مِنْ وَسْلَنَا كی تغیر میں۔﴾

اس حدیث کی اشیخ المرتضی العارف الربانی سید شرف الدین علی ہمدانی نے اپنی متعدد تصانیف میں روایت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس کو حافظ ابو نعیم نے نقل کیا ہے۔

روایت عبد الوہاب

عبد الوہاب بن محمد نے ابو نعیم اصفہانی سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے بعینہ اسی حدیث کی روایت کی ہے۔

روایت جبیلانی

شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی جبیلانی لاہجی نے مناجات الاعجاز شرح گلشن راز میں درج ذیل احادیث کو فضیلت امیر المؤمنین میں نقل کیا ہے۔

۱۔ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ سارے المؤمنین کا ولی ہے۔ ۲۔ ہرنبی کا وہی وارث ہے اور علیؑ میرا وہی وارث ہے۔ ۳۔ جس طرح میں تنزیل قرآن پر ققال کر رہا ہوں اسی طرح علیؑ تاویل قرآن پر ققال کریگا۔ ۴۔ اے ابوکبر عدل و انصاف میں میری اور علیؑ کی بمقابلہ ایک ہے۔ ۵۔ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے سے آئے۔ ۶۔ میں اور علیؑ ایک درخت سے اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔ ۷۔ حکمت کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ان میں نو علیؑ کے حصے میں اور ایک سارے انسانوں کے حصے میں آیا۔ جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کرے اس کے لئے میری وصیت ہے کہ

وہ ولایت علی بن ابی طالب پر بھی ایمان لائے کیونکہ جس نے اس کو ولی مانا اس نے مجھے ولی مانا اور جس نے مجھے ولی مانا اس نے خدا کو ولی مانا۔ ۹۔ جب میں شب مراج آسمان پر گیا تو سارے انبیاء میرے گرد جمع ہوئے، اللہ نے مجھ پر وحی کی کہ اے محمد ان سے پوچھو کہ تم کن امور پر مبعوث ہوئے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہم لا الہ الا اللہ کی شہادت، آپ کی نبوت اور علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کے اقرار پر مبعوث ہوئے۔

روایت بد خشانی

میرزا محمد بن معتمد خان بد خشانی نے اپنی کتاب مفتاح الجواہ میں عبد الرزاق رحمتی سے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے ملک کے سوال کرنے والی حدیث کی روایت کی ہے۔
 واضح رہے کہ ابو نعیم کی روایت جس کو سید علی ہمدانی، سید شہاب الدین احمد اور حاجی عبد الوہاب نے نقل کیا ہے اس سے شمس الدین جیلانی نے اس بات پر بطور قطع و جزم استدلال کیا ہے کہ انبیاء، رسالت کی نبوت اور امیر المؤمنین کی ولایت کے اقرار پر مبعوث کئے گئے تھے اور ولایت سے پہلے نبوت کا ذکر اس بات کا قریبہ ہے کہ اس ولایت سے مراد امامت و ریاست ہے لہذا جہاں بھی لفظ ولایت آیا ہے اس سے مراد یہی امامت دامت ہے گویا جس طرح انبیاء سے آنحضرت کی نبوت کا بیشاق لیا گیا اسی طرح ان سے حضرت علیؓ کی امامت کا بھی بیشاق لیا گیا تھا لہذا آپؑ کی امامت آنحضرت کے بعد بلا نسل ہے اور اگر کوئی تعصیب کی وجہ سے حدیث میں ولایت کو، ولایت امیر المؤمنین

پڑھل نہ کرے بلکہ اس سے مراد محبت لے تب بھی حضرت علیؑ کی افضلیت ثابت ہے یعنی انبیاء آپ کی محبت کے میثاق کی وجہ سے مبouth کئے گئے تھے۔

ابراہیم اور ولایت علیؑ

روایت میں ہے کہ ولایت علیؑ کو جناب ابراہیم کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ نے اپنی ذریت میں حضرت علیؑ کے ہونے کی آرزو کی اور خدا نے اسے مستحباب کیا۔

بدخشنی لکھتے ہیں: انہی مردودیہ نے واجعل لس لسان صدق فی الآخرين کے ذیل میں ابی عبد اللہ جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا وہ علی بن ابی طالب ہیں جن کی ولایت کو ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا اور انہوں نے دعا کی خدا یا اسے میری ذریت میں قرار دے اور اللہ نے ان کی دعا مستحباب کی۔

اس دعا میں بھی حضرت علیؑ کی عظمت و جلالت واضح ہے کیونکہ جناب ابراہیمؑ نے آپ کی افضلیت کی بناء پر دعا کی تھی جب کہ آپ کے مقابلہ میں آنے والے افراد میں یہ خصوصیات مفہود تھیں، یعنی نہ ان کی ولایت کو جناب ابراہیم کے سامنے پیش کیا گیا اور نہ انہوں نے ان لوگوں کے اپنی ذریت میں ہونے کی آرزو کی۔

امارت علیؑ اور میثاق علیؑ

حدیث میں ہے کہ ملائکہ سے حضرت علیؑ کی امارت کا میثاق لیا گیا تھا اور اس کی

حسب ذیل علماء نے روایت کی ہے۔

ا۔ شہزاد دیلمی نے حدیفہ سے روایت کی ہے کہ:

اگر لوگ جان جاتے کہ علیؑ کب امیر المؤمنین سے موسم ہوئے تو ان کے فضل و شرف سے انکار نہیں کرتے۔ آپ امیر المؤمنین سے اس وقت موسم ہوئے جب آدم روح و جسد کے درمیان تھے چنانچہ ارشاد ہوا **و اذا خذ ربك من بني آدم من ظهورهم فريتهم و اشهد لهم على أنفسهم الست بر بكم** : ملائکہ نے جواب دیا ہاں تو ارشاد الحنفی ہوا میں تھا راب ہوں، محمد تھا رے نبیؑ اور علیؑ تھا رے امیر ہیں۔

یہ حدیث واضح طور پر بتا رہی ہے کہ اللہ نے ملائکہ سے جس طرح اپنی ربویت کا بیان لیا اسی طرح رسالت کی نبوت اور حضرت علیؑ کی امارت کا بیان لیا تھا۔ لہذا بیان کی وجہ سے فضیلیتیں رسالت کے لئے ہیں وہی حضرت علیؑ کے لئے بھی ہیں۔ اور وہ آخرت کی طرح ملائکہ سے افضل ہیں۔ اور جب علیؑ سوائے رسالت کے سارے انبیاء اور ملائکہ سے افضل ہوئے تو وہ ساری مخلوق خواہ صحابہ ہوں یا غیر صحابہ سب سے افضل ہوئے لہذا رسالت کے بعد وہی خلیفہ ہوں گے نہ کوئی دوسرا اسی طرح علیؑ ہی امیر ہوں گے کوئی دوسرا امیر نہیں ہو سکتا۔

دیلمی اور فردوس الاخبار

فردوس الاخبار کے مؤلف شیر و یہ دیلمی اکابر محدثین اور اجلہ حفاظ اہلسنت میں سے

ہیں جس نے بھی ان کا تذکرہ کیا انہیں اچھے الفاظ والقاب سے یاد کیا ہے۔ تفصیل حسب ذیل کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہے۔

۱۔ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۳۔

۲۔ ذہبی کی العبر ج ۲ ص ۱۸

۳۔ سبکی طبقات الشافعیہ ج ۷ ص ۱۱۱

۴۔ اسدی کی طبقات الشافعیہ

۵۔ اسنوفی کی طبقات الشافعیہ

۶۔ سیوطی کی طبقات الحفاظ نمبر ۷ ص ۲۵

۷۔ مناوی کی فیض القدیر ج ۱ ص ۲۸

ان کے علاوہ مخاطب (دہلوی) نے تحفہ اشاعریہ میں متعدد مقامات پر اس کتاب سے نقل کیا ہے:

دیلمی نے خود اور ان کے بیٹے شہزادار نے مند الفردوس میں اور ہمدانی نے روضۃ الفردوس میں اس کتاب کی بڑی تجلیل کی ہے۔

۸۔ سید علی ہمدانی نے وہنۃ الفردوس میں حدیفہ ہی سے دیلمی کی روایت نقل کی ہے۔ سید علی ہمدانی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کو کب نبوت ملی؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبل اس کے کہ اللہ آدم کو خلق کرے اور ان میں روح پھونکے اور فرمایا جب خدا نے ملائکہ سے کہا اذ اخذ

ربک من بنی آدم من ظهور هم ذریتهم و شهد هم علی افسهم است بربکم تو ملائکه نے جواب دیا ہاں !! اس وقت ارشاد ہوا میں تمہارا رب ہوں، محمد تمہارے نبی اور علیٰ تمہارے امیر ہیں۔

سید علی ہدایی یہ مشہور عالم الحسنست ہیں جن کے تعارف کی کوشش آفتاب کو چراغ دیکھانے کے مترادف ہے ان کو ظاہری و باطنی علوم کا جامع سمجھا جاتا ہے ان کے تفصیلی حالات درج ذیل کتابوں میں موجود ہیں۔

۱۔ بدخشانی کی خلاصۃ المناقب

۲۔ جامی کی تمحیات الانس

۳۔ کفوی کی کتابہ الاعلام

۴۔ دہلوی کی الانتباہ فی سلسل اولیاء اللہ

۵۔ شیخ عبدالوهاب بن محمد بن رفع الدین احمد نے اپنی تفسیر میں **فَلَّا أَسْتَكِمْ** علیہ أجرًا إِلَّا مُودَّةٌ فِي الْقُرْبَى

کے ذیل میں فردوس الاخبار سے حدیفہ ہی کی روایت لُقلُ کی ہے۔

شیخ عبدالوهاب کے حالات ان کتابوں میں موجود ہیں۔

۶۔ عبد الحق دہلوی کی اخبار الاخیار ۲۔ سید محمد ماہ عالم کی تذكرة الابرار

وصایت علیؐ اور میثاق صحابہ

جس طرح انبیاء کو ولایت علی پر مبعوث کیا گیا اور ملائکہ سے ان کی ولایت و امامت کا میثاق لیا گیا اسی طرح صحابہ سے بھی آپ کی ولایت کا میثاق لیا گیا۔ جیسا کہ سید علی ہمانی نے عتبہ بن عامر چنی سے روایت کی ہے۔ عتبہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے رسالت متاب سے اس بات پر بیعت کی کہ ان اللہ وحدہ لا شریک له و ان محمد نبی و علیا و صیہ اگر ہم ان کو ترک کریں تو کافر ہو جائیں اس وقت رسول اللہ نے فرمایا اس (علیؐ) کو دوست رکھو کیونکہ خدا اس کو دوست رکھتا ہے اور اس (علیؐ) سے حیا کرو کیونکہ خدا اس سے حیا کرتا ہے جس اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت علیؐ کی وصایت کا اقرار خدا کی وحدانیت اور محمد کی نبوت کے اقرار جیسا ہے کہ جو اسلام و ایمان میں داخل ہونے کا موجب اور اس کا ترک کفر و خسان کا سبب ہے اب اگر وصایت سے مراد امامت اور آپ کی غلافت عامہ نہ ہوتی بلکہ ایک جزئی چیز ہوتی تو یہ موجب کفر نہیں ہوتی لہذا جن لوگوں نے آپ کی بیعت سے انکار کیا وہ اسلام و ایمان کی دولت سے محروم ہوئے اور خود کو کفار کے زمرہ میں شامل کیا۔

امامت علیؐ افضليت کی وجہ سے ہے

گنجی نے حضرت علیؐ کی افضليت میں چند حدیثوں کی روایت کی ہے جن کو یہاں نقل کر رہے ہیں:

۱۔ انہوں نے اپنی سند سے ابو زیر سے اور انہوں نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے

روایت کی ہے کہ میں (چابر) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علیؑ کی ولایت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا تم نے خیر مولود کے بارے میں سوال کیا ہے اور اس کی ولادت عیسیٰ سے مشابہ ہے (دیکھو) اللہ نے علیؑ کو نور سے اور مجھ کو اپنے نور سے خلق کیا ہے ہم دونوں ایک ہی نور تھے پھر اللہ نے ہم کو صلب آدم سے اصلاح طاہرہ کی طرف اور وہاں سے ارجام زکیہ میں منتقل کیا میں کسی بھی صلب میں منتقل نہیں ہوا مگر یہ کہ علیؑ ساتھ ساتھ تھے یہاں تک کہ اللہ نے مجھے رحم آمنہ میں اور علیؑ کو رحم فاطمہ بنت

مسجد میں قرار دیا۔

ہمارے زمانے میں ایک عابد و زادہ تھا جس کا نام مبرم بن دعیب بن شقبان تھا اس نے دو سو ستر سال تک عبادت کی اور اس دوران ایک بھی حاجت خدا سے طلب نہیں کی اللہ نے ابوطالب کو اس کے پاس بھیجا جب مبرم نے ابوطالب کو دیکھا تو ان کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا ان کی پیشانی چوی اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا پھر پوچھا تم کون ہو؟ ابوطالب نے جواب دیا تینی ہاشم سے ہوں یہ سن کر وہ عابد کھڑا ہو گیا اور دوبارہ ابوطالب کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا مجھے علیؑ کی طرف سے الہام ہوا ہے، ابوطالب نے پوچھا کیا الہام ہوا ہے تو مبرم نے جواب دیا کہ خدا تم کو ایسا فرزند عطا کرے گا جو ولی اللہ ہو گا چنانچہ جب وہ رات آئی جس میں علیؑ پیدا ہوئے تو مکہ روشن ہو گیا پھر ابوطالب یہ کہتے ہوئے گھر سے نکلے لوگوں کعبہ میں ولی اللہ پیدا ہوا ہے — جب صبح ہوئی ابوطالب داخل کعبہ ہوئے اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یا رب هذل الفسق الدجى + والقمر المنبلغ المضى

بین لئامن امرک الخپى + مذا تری فی اسم ذالصبس
 یعنی اے رات کی تاریکی اور چاند کی روشنی کو خلق کرنے والے تو ہی بتا کہ اس کا کیا
 نام رکھوں، پس منادی کی آواز آئی:

یا اهل بیت المصطفی النبی + خصصتم بالولد الزکی
 ان اسمه من شامخ العلی + علی اشتق من العلی^۱
 یعنی اے اہلیت نبی اس ولد ذکی کا نام علی رکھو۔

اس حدیث کو اختصار سے میں نے پیش کیا ہے اور اس کی مسلم بن خالد زنجی نے روایت
 کی ہے جو کہ شافعی کے استاد تھے اور زنجی ہی سے عبد العزیز بن عبد الصمد نے روایت کی ہے
 جن کی شخصیت معروف ہے۔ مسلم اپنے حسن و جمال کی وجہ سے زنجی سے ملقب ہوئے تھے۔
 اس حدیث سے حضرت علیؑ کی افضلیت بالکل واضح ہے کیونکہ آخر پرست نے
 حضرت علیؑ کو خیر مولود کہنے کے بعد فرمایا ہے کہ علیؑ میرے نور سے خلق ہوئے اور میں خدا
 کے نور ہوئے اور دونوں ایک ہی نور ہیں اور یہ حضرت علیؑ کی افضلیت اور اکرمیت و
 اشرفیت پر دلالت کر رہی ہے۔

دوسری حدیث

گنجی نے اپنی سند سے مالک بن انس سے اور انہوں نے ابوسلہ سے اور انہوں نے

ابوسعید سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابو عقال نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ مسلمانوں کا سردار کون ہے آدم ہیں؟ کیونکہ خدا نے انہیں اپنے ہاتھوں سے خلق کیا اور ان میں اپنی روح پھوٹکی اور اپنی کنیز حوا سے ان کی شادی کی اور ان کو جنت میں بجھد دی تو اخضرت نے فرمایا اللہ نے کس کو فضیلت وی عقال نے کہا شیش؟ بنی نے فرمایا شیش سے افضل کون ہے ابو عقال نے کہا اور لیں؟ رسالتنا ب نے فرمایا اور لیں سے افضل کون ہے عقال نے کہا ہود؟ اسی طرح صالح، لوط، موسیٰ، ہارون، ابراہیم، اسماعیل، اخْلَق، یعقوب، یوسف، داؤد، ایوب، یُوسُف، رَكْرِیَا، میع، ذاکفل اور عیسیٰ کا ذکر آیا تو نبی نے پوچھا عیسیٰ سے افضل کون؟ ابو عقال نے کہا یا رسول اللہ میں نہیں جانتا وہ ملک مقرب کون ہے؟ تو رسالتنا ب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جو تم سے بات کر رہا ہے یعنی میں ہوں، یہ سن کر ابو عقال نے کہا یا رسول اللہ بخدا آپ نے مجھے خوش کر دیا تو آنحضرت نے فرمایا اے ابو عقال کیا تم اس سے زیادہ خوش ہونا چاہتے ہو؟ ابو عقال نے کہا ہاں یا رسول اللہ تو آنحضرت نے فرمایا ابو عقال تین سوتیرہ رسول ہیں اگر وہ سب کے سب ترازو کے ایک پلہ میں ہوں اور دوسرے پلہ میں صرف تمہارا نبی ہو تو تمہارے نبی کا پلہ بھاری ہو گا۔ اے ابو عقال ایک لاکھ چونیں ہزار انبیاء ہیں اگر وہ ترازو کے ایک پلہ میں ہوں اور تمہارا نبی دوسرے پلہ میں ہو تو تمہارے نبی کا پلہ بھاری ہو گا ابو عقال نے کہا یا رسول اللہ آپ نے مجھے بہت زیادہ خوشحال کر دیا اچھا یہ بتائے کہ آپ کے بعد لوگوں میں کون افضل ہے تو آنحضرت نے قریش کے کچھ لوگوں کا نام لیا اور پھر کہا علی بن ابی طالب تو میں نے کہا یا رسول اللہ سب سے زیادہ آپ کے چاہتے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا علی بن ابی طالب کو

میں (ابوعقال) نے کہا اس چاہنے کی کیا وجہ ہے؟ آنحضرت نے فرمایا اس لئے کہ میں اور علی ایک نور سے خلق ہیں۔ میں نے کہا پھر آپ سب کے آخر میں کیوں آئے؟ آپ نے فرمایا وائے ہوتم پر اے ابو عقال کیا تم سے میں نے نہیں کہا کہ میں خیر انہیں ہوں اور میری رسالت سب کے پہلے سے ہے اور انہیاء نے میرے آنے سے پہلے اس کی بشارت دی تھی اب اگر میں سب کے آخر میں آیا تو اس میں حرج کیا ہے؟ میں محمد، رسول اللہ ہوں اور اسی طرح علیؐ کے آخر میں آنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اے ابو عقال علیؐ کو لوگوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح جبریلؐ کو سارے ملائکہ پر ۔

یہ حدیث بتارہی ہے کہ بنی کی نظر میں سب سے محبوب علیؐ کی ذات تھی، کیونکہ دونوں ایک ہی نور سے خلق ہوئے تھے لہذا آنحضرتؐ کے بعد وہی لوگوں میں افضل ہوں گے اور اس کی خود رسالت میں وضاحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ لوگوں پر علیؐ کو اسی طرح افضیلت حاصل ہے جس طرح جبریلؐ کو سارے ملائکہ پر اور اس حدیث میں جو چند ترقیات کا ذکر ہے تو یہ صرف اسی حدیث میں ہے کسی اور میں اس کا ذکر نہیں ہے اور یہ شیعوں کے لئے جنت نہیں ہے کیونکہ اس کا جواب خود یہی حدیث ہے اس لئے کہ جب رسولؐ کی نظر میں حضرت علیؐ سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپؐ کی اور رسالت کی خلقت ایک ہی نور سے ہوئی ہے اور آپؐ کو لوگوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح جبریلؐ کو سارے ملائکہ پر تو پھر دوسروں کی افضیلت کا اصلاً تصور ہی نہیں ہے۔

تیسراً حدیث

گنجی نے ہی اپنی سند سے ابی امامۃ بالعلیٰ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:
 خدا نے انبیاء کو مختلف درختوں سے اور مجھے اور علی کو ایک درخت سے خلق کیا ہے میں اس
 درخت کی ہڑ ہوں، علی اس کا ننا، فاطمہ اس کے چھوٹ اور حسن و حسین اس کے پھل ہیں جو
 ان شاخوں سے وابستہ ہوا اس نے نجات پائی اور جو مخفف ہوا وہ گمراہ ہوا اگر کوئی شخص
 ایک ہزار سال تک صفا و مروہ کے درمیان عبادت کرے اور پھر ایک ہزار سال تک کرے
 لیکن اس کے دل میں (ہم الہیت) کی محبت نہ ہو تو خدا اسے اونہ ہے منہ جہنم میں ڈال
 دے گا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی قتل لا استلکم علیه اجراء۔

المودة هي القربى۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے راوی اجلہ میں سے ہیں اس
 کی طبرانی نے بحث میں اور محدث شام (ابن عساکر) نے اپنی کتاب میں مختلف طرق سے
 روایت کی ہے۔

یہ حدیث واضح لفظوں میں بیان کر رہی ہے کہ سارے انبیاء مختلف درختوں سے اور
 رسالت کا اور حضرت علیؑ ایک درخت سے خلق ہوئے ہیں اور یہ آپ کی رسالت کا
 طرح سارے انبیاء سے افضل ہونے پر دلالت کر رہی ہے اور یہی حدیث حضرت علیؑ کے
 اتباع کو واجب قرار دے رہی ہے لہذا خود خلفائے ثلاثہ کو آپ کی اتباع کرنی چاہئے تھی نہ

یہ کہ آپ ان کی اتباع کرتے !!

چوتھی حدیث

گنجی نے ابن عساکر کی سند سے ابو زہیر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ عرفات میں تھے اور علی ان کے سامنے تھے پس آنحضرت نے میری اور علی کی طرف اشارہ کیا اور ہم نبیؐ کے پاس آئے اور وہ کہہ رہے تھے تھوڑا اور نزدیک آؤ ہم آپ کے نزدیک گئے تو آپ نے علی سے فرمایا اپنی ہتھیلی، میری ہتھیلی پر رکھ دو اے علیؑ میں اور تم ایک درخت سے خلق کئے گے گئے ہیں میں اس درخت کی جڑ ہوں، تم اس کا تنا اور حسن و حسین اس کی شاخیں ہیں جس نے کسی ایک شاخ سے تمک اختریار کیا وہ جنت میں داخل ہوا اے علیؑ اگر میری امت کے لوگ اتنے روزے رکھیں کہ وہ مثل لکڑی کے لاغر ہو جائیں اور وہ اتنی نمازیں پڑھیں کہ کمان کے مثل خمیدہ ہو جائیں اور پھر وہ تم سے بعض رکھیں تو ان سب کو (ان ساری عبادتوں کے باوجود) خدا جنم میں ڈال دے گا۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ ابن عساکر نے اپنی کتاب میں اسی طرح روایت کی ہے۔ یہ حدیث، حدیث نور کی تائید اور اس کو صحیح ثابت کر رہی ہے اور بتارہی ہے کہ حضرت علیؑ کی اتباع اور بیروتی واجب ہے۔

پانچویں حدیث

گنجی نے اپنی سند سے خطیب سے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں درخت کی جڑ ہوں، علیؓ اس کا تنا، حسن و حسینؑ اس کے پھل اور شیعہ اس کے پتے ہیں کیونکہ پاکیزہ سے پاکیزہ ہی پیدا ہوتے ہیں اور میں شہر علم ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے جو شہر میں آنا چاہتا ہے اسے دروازے سے آنا چاہئے۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ اسی کی خطیب نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے۔ آنحضرت نے حدیث شجرہ کے بعد حدیث مدینہ ارشاد فرمائی جو حضرت علیؓ کی اعلیٰیت و افضلیت اور آپؐ کے حاکم و رئیس ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔

چھٹی حدیث

گنجی نے اپنی کتاب کے چھپنویں باب کو اس سے مخصوص کیا ہے کہ علیؓ الاؤلیاء ہیں اس سلسلہ میں انہوں نے اعظم سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میری زندگی اور اس کی موت میری موت ہو اور وہ اس جنت عدن میں رہے جس کو میرے رب نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے تو اسے چاہئے کہ میرے بعد علیؓ سے محبت کرے اور اس کو اپنا ولی مانے اور میرے بعد آنے والے اماموں کی اقتدا کرے کیونکہ وہی میری عترت ہیں جنہیں

میری طینت سے خلق کیا گیا ہے اور انہیں علم و فہم کا رزق دیا گیا ہے اور جو میری امت میں ان کے فضل و شرف کی تکذیب کرے اور ان سے قطع رحم کرے اس پر دلیل ہو اور وہ میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔

یہ حدیث رسالتِ مکرم کے بعد ائمہ کی اقتداء پر دلالت کر رہی ہے اور یہ کہ آئمہ آنحضرتؐ کی عترت ہیں کہ جن میں پہلے علیٰ ہیں اور اسی حدیث میں رسول اسلام نے اپنی امت کو تهدید کی ہے کہ اگر اس نے الہیت کے فضائل سے انکار کیا یا ان سے قطع رحم کیا تو پھر وہ میری شفاعت سے محروم رہے گی۔

پس جن لوگوں نے حدیث نور یا دوسری حدیثوں سے انکار کیا یقیناً وہ آنحضرتؐ کے ارشاد میں شامل ہوں گے اور وہ آپؐ کی شفات سے محروم رہیں گے۔

ساتویں حدیث

گنجی نے اسی باب میں اپنی سند سے انس سے روایت کی ہے۔ انس کا کہنا ہے کہ مجھے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بزرہ اسلمی کے پاس بھیجا (جب وہ آئے تو) ان سے آپؐ نے فرمایا (اور میں سن رہا تھا) کہ رب العالمین نے مجھ سے علی بن ابی طالب کے بارے میں عہد لیا ہے اور کہا ہے کہ علی پر چم ہدایت، منار ایمان، میرے اولیاء کا امام اور جتنے بھی میری اطاعت کرنے والے ہیں ان کا نور ہے اے ابو بزرہ روز قیامت علی بن ابی طالب میرا امین میرا حامل علم اور میرے رب کے خزانوں کا امین ہے۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کی مؤلف حلیۃ الاولیاء ابو نعیم
نے روایت کی ہے۔

یہ حدیث بھی ہمارے مطلوب پر واضح لفظوں میں دلالت کر رہی ہے اور آنحضرت
کا حضرت علی کو امام الاولیاء سے متصف کرنا ہی اثبات حق کے لئے کافی ہے۔

آٹھویں حدیث

گنجی نے اپنی سند سے زید بن علی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے
جد سے اور انہوں نے علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فتح خیر کے دن فرمایا اگر تمہارے بارے میں امت سے خوف نہ ہوتا کہ وہ وہی کہے گی جو
نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کہا تھا تو آج میں تمہارے بارے میں ایسی بات کہتا
جس کو سن کر لوگ تمہارے قدموں کی خاک اٹھاتے اور اس سے طلب شفا کرتے۔

تمہارا افضل و شرف تو یہ ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، تم میرے وارث ہو
اور میں تمہارا وارث ہوں، تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے ہے
سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، تم ہی میرا قرض ادا کرو گے اور تم ہی میری
سنن پر جنگ کرو گے، قیامت میں تم ہی سب سے زیادہ مجھ سے قریب ہو گے، تم ہی
حوض (کوثر) پر میرے ساتھ ہو گے، میری امت میں سب سے پہلے تم ہی جنت میں
داخل ہو گے، تمہارے شیعہ نور کے ممبروں پر ہوں گے اور وہ مسرور ہوں گے اور ان کے

چہرے چمکتے ہوں گے میں ان کی شفاعت کروں گا اور وہ جنت میں میرے ہمسایہ ہوں گے اور تمہارے دشمن رو سیاہ وارد ہوں گے، تمہاری جنگ میری جنگ اور تمہاری صلح میری صلح ہے، تمہارا باطن میرا باطن اور تمہارا ظاہر میرا ظاہر ہے اور جو تمہارے دل میں ہے وہ میرے دل میں ہے تم ہی میرے علم کا دروازہ ہو، تمہاری اولاد میری اولاد، تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے، حق تمہارے ساتھ ہے، حق تمہاری زبان، تمہارے قلب اور تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے، ایمان تمہارے گوشت و پوست میں اس طرح رچ بس گیا ہے جس طرح میرے گوشت و پوست میں اور خدا وند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں بشارت دوں کہ تم اور تمہاری زریعت جنت میں رہیں گے اور تمہارے دشمن جہنم میں۔ تم سے بعض رکھنے والا حوض کوثر پر آنہیں سکتا اور تمہارا محبت اس سے دور نہیں ہو سکتا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ سن کر میں نے سجدہ شکر کیا اور اسلام و قرآن اور خاتم الانبیاء و سید المرسلین کی محبت جیسی نعمت پر اس کی حمد کی۔

اس حدیث کی خرگوشی، ابن مغازی، اخطب خوارزم، عمر ملا، ابن سبع اندرسی، ابراہیم وصافی، شہاب الدین احمد اور محمد بن الحسینی میانی نے بھی روایت کی ہے۔ جیسا کہ عبقات الانوار کی حدیث منزلت میں ذکر کر چکا ہوں اور یہ حدیث واضح لفظوں میں بتا رہی ہے کہ خلق علیؓ خلق رسالت ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے سرک سری و علانیتک علانیتی ارشاد فرمایا ہے اور یہ حدیث نور کے موئیات میں سے ہے اسی حدیث سے حضرت علیؓ کی عصمت اور آپ کا ساری مخلوق حتیٰ ملائکہ، انبیاء اور

اوایاء و اوصیاء سے افضل ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ کا ظاہر و باطن رسالت کے ظاہر و باطن کی طرح ہے اور یہ کبھی جانتے ہیں کہ اخضرت ہر طرح کی خط و لغزش سے محفوظ اور ساری مخلوق سے افضل تھے لہذا حضرت علیؑ بھی معصوم اور ساری مخلوق سے افضل ہوں گے اور جب ایسا ہے تو بعد پیغمبر، امامت و خلافت کے لئے بھی وہی مقدم ہیں اور آپ کے علاوہ جن لوگوں کو اس اہم امر کے لئے آگے بڑھایا گیا ان کی امامت و خلافت باطل ہے۔

نویں حدیث

گنجی نے چھبیسویں باب میں انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج جب میں آسمان پر گیا تو ایک ملک کو دیکھا کہ وہ نور کے ممبر پر بیٹھا ہے اور ملائکہ اس کا حلقة کئے ہوئے ہیں میں نے جبریل سے کہا یہ کون سا ملک ہے؟ جبریل نے کہا آپ اس کے پاس جائیے اور اس کو سلام کیجئے میں اس ملک کے پاس گیا اور اس کو سلام کیا تو دیکھا کہ وہ میرا بھائی اور ابن عم علی بن ابی طالب ہے میں نے جبریل سے کہا کہ علیؑ فلک چارم پر مجھ سے پہلے آئے ہیں تو جبریل نے جواب دیا کہ اے محمد نہیں بلکہ ملائکہ نے جب علیؑ کے شوق دیدار کا اظہار کیا تو اللہ نے اس ملک کو نور علیؑ سے صورت علیؑ میں خلق کیا اور ہر شب جمعہ و جمعہ ستر ہزار مرتبہ ملائکہ اس کی زیارت کرتے ہیں اور وہ اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اس کا ثواب محبان علیؑ کو ہدیہ کرتے ہیں۔

میں (گنجی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے راوی اجلہ میں سے ہیں میں

نے صرف اسی طریق سے نقل کیا ہے اس کی زید بن ہارون نے حمیر سے اور انہوں نے انس سے روایت کی ہے اور یہ ثقہ ہیں جسے حدیث دلالت کر رہی ہے کہ جس ملک کو خدا نے صورت علیؑ میں نور سے خلق کیا تھا وہ سارے ملائکہ سے افضل تھا تو پھر علیؑ کے نور سے خلق ہونے اور بعد پیغمبر اسلامؐ ساری مخلوق سے افضل ہونے میں کیوں شک و شبہ ہوتا ہے؟

دسویں حدیث

موفق بن احمد کی اخطب خوارزم اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

مجھے مہذب الائمه نے خبر دی ان کو ابو القاسم نصر بن علی بن زیریک مقری نے، ان کو ان کے والد ابو بکر محمد نے، ان کو ابو علی عبد الرحمن بن احمد نیشاپوری نے ان کو احمد بن محمد بن عبد اللہ ناجی بغدادی نے دینور میں بتایا اور انہوں نے محمد بن جریر طبری سے انہوں نے محمد بن حمید رازی سے انہوں نے علاء بن حسین ہمدانی سے انہوں نے ابو مخفف لوط بن یحیی ازدی سے اور انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ میں (عبد اللہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا (جب آپ سے پوچھا گیا کہ شب معراج آپ کے رب نے کس زبان میں گفتگو کی تو آپ نے فرمایا) اللہ نے مجھ سے زبان علیؑ میں گفتگو کی تھی میرے دل میں آیا کہ پوچھوں خدا یا تو مجھ سے گفتگو کر رہا ہے یا علیؑ کہ اتنے میں الہام ہوا اے احمد میں شئی ہوں لیکن دوسرا اشیاء کی طرح نہیں نہ کسی انسان پر

قياس کیا جاسکتا ہے اور نہ میری توصیف تشبیہات و امثال سے ہو سکتی ہے میں نے تم کو اپنے نور سے اور علیؑ کو تمہارے نور سے خلق کیا ہے۔ میں نے تمہارے دل کی اندر ورنی حالت کو معلوم کیا تو تمہارے دل میں علیؑ سے زیادہ کسی کی محبت نہیں دیکھی اس لئے میں نے علیؑ کے لجھے میں تم سے گفتگو کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسالتِ آبؑ، حضرت علیؑ سے اس وجہ سے محبت کرتے تھے کہ آپ کی خلقت نورِ محمدی سے ہوئی تھی اسی وجہ سے خدا نے بجائے کسی بھی یا وحی کے علیؑ کی زبان میں گفتگو کی۔ پس حدیث نور سے حضرت علیؑ کی افضلیت و اکرمیت ثابت ہے لہذا کسی کو آپ پر مقدم کرنا حدیث کی رو سے فعل قبح ہے بالآخر اس (ساتویں) حدیث کی رو سے جس میں آپ کو پرچم ہدایت، منارِ ایمان، امام الاولیاء اور سارے مطیعین کا نور کہا گیا ہے۔

اسی حدیث کی سید علی ہمدانی نے بھی روایت کی ہے۔

حدیث نور اور عرفاءِ اہلسنت

علماء و عرفاءِ اہلسنت نے بھی حدیث نور کی تشریع کی ہے جو حضرت علیؑ کی افضلیت پر دلالت کر رہی ہے۔ چند علماء و عرفاء کی عبارتوں کو یہاں نقل کر رہا ہوں۔

ا۔ ابن عربی

شیخ مجی الدین ابن عربی اہلسنت کے اکابر علماء اور ان کے اعظم عرفاء میں ہیں خود

شاہ صاحب (محدث دہلوی) آپ سے خاص عقیدت رکھتے تھے ان کو انہوں نے شیخ اکبر سے ملقب کیا ہے۔ اور ان کی عبارتوں کو اپنے رسالہ روایا میں نقل کیا ہے۔ ابن عربی قائل ہیں کہ عالم نور میں خدا سے سب سے زیادہ قریب رسالت کتاب تھے اور آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ حضرت علیؓ قریب تھے، وہ لکھتے ہیں۔

خدا اس وقت تھا جب کچھ بھی نہیں تھا اور وہ ہمیشہ ایک جیسا تھا کائنات کو خلق کرنے کے بعد کسی ایسی صفت کا اس میں اضافہ نہیں ہوا جو پہلے سے اس میں نہ رہی ہو جب اس کے کائنات کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے علم کے مطابق اس کی ابتداء اس طرح کی جس طرح معمار مکان بنانے سے پہلے نقشہ بناتا ہے اور پھر اس کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ اس نے صادرختین کو خلق کیا جس میں ان ساری چیزوں کی شکل و صورت تھی جن کو اسے خلق کرنا تھا جیسا کہ علی بن ابی طالبؑ اور کہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ وغیرہ نے بیان کیا ہے پھر خدا نے ہپا کو اپنے نور سے مغلی کیا کہ جسے حکماء ہیولی مغلی کہتے ہیں، اور عالم بالقوۃ اس میں ہے پس عالم انوار میں ہر شئی نے اپنی استعداد و صلاحیت کے لحاظ سے اس کو قبول کیا جس طرح گھر کے گوشہ و کنار چڑاغ کے نور کو قبول کرتے ہیں کہ جو جتنا اس سے قریب ہوتا ہے وہ اتنا ہی منور ہوتا ہے ارشادِ الٰہی ہوتا ہے **مثل نورہ کمشکاة فیها مصباح** پس اپنے نور کو مصباح سے تشبیہ دی ہے اور عالم ہبا و نور میں حقیقتِ محمدی ہی سب سے زیادہ قریب تھی کہ جسے عقل اول کہتے ہیں لہذا وہی ساری کائنات کے سردار اور انہیں کا وجود سب سے پہلے تھا اور ان کا ظہور اسی نورِ الٰہی سے ہوا تھا اور عالم ہبا و نور میں ان کا عین اور عالم کا عین اس کی تجلی سے تھا اور ساری کائنات کے امام اور سارے انبیاء

کے اسرار کے جامع علی بن ابی طالب ہی سب سے زیادہ ان سے قریب تھے۔
ابن عربی کی مذکورہ عبارت ہمارے مدعی کو چند طرح سے ثابت کر رہی ہے۔

۱۔ عبارت سے ظاہر ہے کہ عالم نور میں سب سے زیادہ خدا سے رسالتِ اب قریب تھے اسی وجہ سے وہ ساری کائنات کے سردار ہوئے اور آپ ہی سب سے پہلے وجود میں آئے اور ساری کائنات آپ کے تجلی نور کے طفیل میں خلق ہوئی اور حدیث نور کی روشنی میں چونکہ حضرت علیؑ کی خلقت رسالتِ اب کی خلقت کے مقارن ہے اور آپ کا اور آنحضرتؐ کا نور ایک ہی تھا لہذا حضرت علیؑ بھی بعد پیغمبر ساری کائنات کے سردار تھے کیونکہ آپ کے اور آنحضرتؐ کے ہی طفیل میں کائنات خلق ہوئی تھی لہذا جب سوائے رسالتِ اب کے انبیاء و مسلمین اور اولیاء و صالحین کو آپ پر مقدم نہیں کر سکتے تو پھر کس طرح خلافے ٹلاشہ آپ پر مقدم ہو جائیں گے۔

۲۔ ابن عربی نے تصریح کی ہے کہ عالم نور میں رسالتِ اب سے سب سے زیادہ قریب حضرت علیؑ تھے پس ان کے نزدیک حدیث نور کی صحت قطعی ہے اور چونکہ عالم نور میں رسالتِ اب سے آپ سب سے زیادہ قریب تھے لہذا آپ کی سیادت بھی بعد پیغمبر قطعی ہے کیونکہ ابن عربی کے بقول عالم نور میں رسالتِ اب کی سیادت آپ کی اقربیت کی وجہ سے تھی لہذا بعد پیغمبر حضرت علیؑ کی سیادت بھی اسی اقربیت کی وجہ سے ہو گی کیونکہ عالم نور میں آپ ہی آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ قریب تھے۔

۳۔ ابن عربی کا حضرت علیؑ کو ساری کائنات کا امام کہدینا ہی ہمارے مدعی کے

ثبوت کے لئے کافی ہے اور جب کائنات کے امام ہونے کی وجہ سے امام جمیع انبیاء و مرسیین اور رسمیں کل اولیاء و صالحین ہوئے تو کائنات میں اگر خلفائے ثلاثہ داخل ہیں تو ابن عربی کے قول کی روشنی میں ان پر بھی آپ کی امامت ثابت ہے۔

۲۔ ابن عربی نے حضرت علیؑ کی صرف امامت کی تصریح نہیں کی ہے بلکہ کہا ہے کہ آپ جامع اسرار جمیع انبیاء ہیں یعنی جن اسرار و علوم و کمالات کے انبیاء حاصل تھے وہ سب کے سب آپ میں پائی جاتی تھیں اور یہی آپ کی افضلیت کو ثابت اور جنہیں کالا مکے معنی معلوم نہیں تھے ان کے مقدم ہونے کو باطل کرتی ہے اور جب آپ سارے انبیاء کے کمالات کے حاصل تھے تو پھر وہ حدیث جس میں رسالت مابُؓ نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ جو آدم کا علم، نوح کا فہم، موسیٰ کی مناجات، عیسیٰ کا زہد اور محمد کا کمال دیکھنا چاہتا ہے اسے اس (علیؑ) کی طرف نظر کرنا چاہئے، کا صحیح ہونا بھی ثابت ہے اور وہ بھی آپ کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے اور مخاطب (دہلوی) کا یہ کہنا کہ یہ حدیث مرعی پر دلالت نہیں کرتی ہے، باطل ہے۔

پس ابن عربی کی نظر میں حدیث نور، حدیث تشبیہ اور وہ ساری حدیثیں جو حضرت علیؑ کی افضلیت پر دلالت کرتی ہیں، صحیح ہیں۔

ابن عربی نے فتوحات مکیہ کے دسویں باب (فی معرفۃ دورۃ الملک) اور باب ۳۲۷ میں آنحضرتؐ کے فضائل و مناقب کو بیان کیا ہے اور حدیث نور کی رو سے چونکہ دونوں ایک ہی نور سے ہیں لہذا وہ سارے کمالات جو آنحضرتؐ کو حاصل تھے، حضرت علیؑ کو بھی حاصل ہوں گے لہذا کوئی بھی آپ پر مقدم نہیں ہو سکتا اور آپ ہی رسالت مابُؓ کے بعد بلا

فصل خلیفہ ہوں گے۔

احوال و آثار

ابن عربی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے ان کے حالات درج ذیل کتابوں میں موجود ہیں ان کو شیخ الاکبر، امام محققین، شیخ الطریقۃ اور بحر الحقیقتہ سے متصف کیا گیا ہے۔

۱۔ لواقع الانوار فی طبقات الاخبار ج ۱ ص ۱۶۳

۲۔ ذیل تاریخ بغداد

۳۔ لطائف المعن

۴۔ کتابہ اعلام الاخیار

۵۔ از مقیٰ کی مدینۃ العلوم

۶۔ صحیح صادق فی شرح المنار

۷۔ الاشاعتہ لاشراط الساعۃ ص ۱۰۷

۸۔ نفحات الانس ص ۵۶۲

۹۔ دہلوی کا رسالہ روایا

ابن عربی ہی کی عبارت کو شیخ عبد الوہاب شعرانی نے المیاقیت والجوہر میں اے اور شمس الدین فقاری نے مصباح الانس میں تلقیل کیا ہے لہذا ان کی بھی نظر میں

حضرت علیؐ کی افضلیت ثابت ہے اسی طرح سید محمد گیسوردراز نے الاسمار میں، قسطلانی نے مواعظ اللدنیہ میں، شہاب الدین دولت آبادی نے ہدایۃ السعداء میں، سہروودی نے العوارف میں، ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوة کے مقدمہ میں اور محمد صدر عالم نے معارج اعلیٰ میں رسالتِ مکہ کے بارے میں جو لکھا ہے وہی حضرت علیؐ پر بھی صادق آتا ہے کیونکہ دونوں ایک ہی نور تھے۔

۲۔ سید علی ہمدانی

سید علی ہمدانی اپنی کتاب مشارب الاذواق میں ابن فارض کے قصیدہ میمیہ کے اس شعر لہا البد ر کاس وہی شمس تدیرہ ها هلال و کم یبدو اذا مزجت نجم کی شرح میں فرماتے ہیں:

شاعر کی اس سے مراد یا اعیان خارجی ہے یا حقائق نفسانی پہلی صورت میں بدر سے مراد حقیقتِ محمدیہ ہے جو مظہر آفتاً ب احدیت ہیں اور ہلال سے مراد علیؐ ہیں جو ساقی شراب محبت ذوالجلال ہیں اور جن کے بارے میں حضور پاک نے فرمایا ہے میں شہر علم ہوں اور علیؐ اس کا دروازہ ہے اور جس طرح ہلال (چاند) بدر کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے بلکہ اسی کا جزو ہے اسی طرح سید الاولیاء، سید الانبیاء کا ایک جز ہیں اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور علیؐ ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں اور آنحضرتؐ ہی نے فرمایا علیؐ مجھ سے ہے اور میں علیؐ سے ہوں اور پھر احکام شرائع مصطفوی اور اعلام حقائقِ مرتضوی کے امترانج سے اولیاً معرض ظہور میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ صاحب ازالۃ الخفا کا یہ کہنا کہ امت میں ایسے افرادِ خلق کے گئے ہیں جن کے نفوس انبیاء سے قریب ہیں یہ خود بعد پیغمبر حضرت علیؑ کی خلافت کو ثابت کرتا ہے کیونکہ حدیث نور اسی معنی پر دلالت کر رہی ہے اور آپ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اس مرتبہ تک پہنچا ہو۔

۳۔ مخاطب کے والد نے سورج سے تشبیہ دی ہے کہ وہ آئینہ ہی میں منعکس ہوتا ہے نہ کہ خاک و چوب و سنگ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ رسول کو آئینے کے مثل ہونا چاہئے اور اس میں شک نہیں کہ علیؑ ہی نبیؑ کے صفات کا آئینہ تھے بلکہ حدیث نور کی رو سے دونوں ایک ہی تھے اور آپ کے علاوہ کوئی بھی حتی انبیاء و مرسیین بھی آنحضرتؐ کے برابر نہیں تھے تو پھر کیسے وہ افراد آپ کے برابر ہو سکتے ہیں جن میں صفات پیغمبر اور آپ کے اخلاق حمیدہ کی بوجھی نہیں آتی تھی۔

۴۔ مخاطب کے والد کا کہنا کہ وہی خلاصہ امت ہیں..... اس بات کی تصریح ہے کہ خلفائے انبیاء خلاصہ امت ہیں اور ان کے علاوہ کسی نے آنحضرتؐ کے نفس قدیمہ سے اخذ نہیں کیا اور جس چیز کو انہوں نے رسالتمنابؐ سے حاصل کیا اس کی ان کے دل نے گواہی دی اور ظاہری بات ہے کہ حدیث نور کی روشنی میں یہ بلند و عظیم مرتبہ سوائے حضرت علیؑ کے کسی کو نصیب نہیں ہوا اب اگر کوئی عقلمند صرف اسی لکھتے پر غور کرے تو اسے حضرت کے بلا فضل خلیفہ ہونے اور دوسروں کی خلافت کے باطل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوگا۔

۵۔ مؤلف ازالۃ الخفا کا یہ کہنا کہ صاحب خلافت خاصہ جس طرح ظاہری طور پر

مسلمانوں کا رئیس ہوتا ہے اسی طرح صفا و علو نظرت میں باطنی طور پر بھی امت کا رئیس ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ حدیث نور کی روشنی میں یہ بھی حضرت علیؓ سے مخصوص ہے لہذا بعد پیغمبرؐ ظاہر و باطن میں آپؓ ہی امت کے رئیس ہوں گے تاکہ ولی اللہ دہلوی کے بقول ریاست ظاہری، ریاست باطنی کے ہمدوش رہے۔

مخاطب (دہلوی) نے کہا ہے کہ حضرت امیرؐ کا نور نبوی میں شریک ہونا آپ کے بلا فضل امام و خلیفہ ہونے کا لازمہ نہیں ہے۔

میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ یہ مخاطب کی بہت دھرمی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ خود علماء و محققین الہلسنت کے بقول نورعلوی نور نبوی کا جز تھا اور خلق و ایجاد میں آدم اور دیگر انبیاء پر مقدم تھا لہذا آپؓ کی افضیلت ثابت ہے اور خلقانے ثلاثہ پر آپؓ کی افضیلت تو بدیہات میں سے ہے اور یہی بعد پیغمبرؐ آپؓ کے بلا فضل امام و خلیفہ ہونے کے لئے کافی ہے جیسا کہ مخاطب کے والد، ابن تیمیہ اور دیگر اکابر علمائے الہلسنت نے اسی بات کی تصریح کی ہے۔

نیز مخاطب (دہلوی) کے اشتراک (یعنی حضرت علیؓ کا نور نبوی میں شریک ہونے) سے کیا مراد ہے، واضح نہیں ہے غالباً موصوف دونوں نور میں تسلیک کرنا چاہ رہے تھے اور یہ کہ آپؓ کا نور نبوی سے کم تھا لیکن بہت سی احادیث نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ہر شی کی خلقت سے پہلے یہ دونوں نور ایک تھے اور اصلاح و ارحام میں ایک ہی رہے یہاں تک کہ وہ صلب عبدالمطلب میں دو حصوں میں منقسم ہوئے (حتی انقسام الی نصفین فی صلب عبدالمطلب) نصف نور نبوی ہے اور نصف نور

علوی اور یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ نور علوی نور نبوی کے مساوی ہے اور جن احادیث میں لفظ نصف نہیں آیا ہے اس کو اسی معنی پر حمل کریں گے اور جن احادیث میں لفظ جز آیا ہے اس کو نصف پر تو حمل نہیں کر سکتے لیکن ایک شئی کے دو جز میں تقسیم ہونے سے ذہن میں تساوی ہی آتا ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کہے کہ ایک گز کپڑے کو دو حصوں میں تقسیم کرو تو اس سے ذہن میں آتا ہے کہ کپڑے کو دو حصوں میں مساوی تقسیم کرنا چاہتا ہے اور اگر مان بھی لیں کہ آپ کا نور پیغمبر اسلام کے نور سے کم تھا تو اس سے بھی بعد پیغمبر آپ کا ساری خلائق سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے پس کس طرح وہ افراد آپ کے مقابلہ پر آسکتے ہیں جو نور سے محروم اور سابقہ کفر رکھتے ہیں؟

مخاطب (دہلوی) نے کہا ہے کہ نبی لحاظ سے حضرت امیرؑ کے آنحضرتؐ سے قریب ہونے میں کوئی بحث نہیں ہے میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ مخاطب نے حدیث نور کو صرف نسبی قرابت پر حمل کیا ہے جب کہ ان سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کہا ہے اس کے باوجود اس میں حدیث نور کے صحیح ہونے کا اعتراف اور جنہوں نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے ان کی رو ہے اسی طرح ابن جوزی، روز بہان، کابلی، پانی پتی اور خود اپنے ہی دعوے کی انہوں نے تکذیب کی ہے اور ان کا یہ کہنا کہ آنحضرتؐ سے حضرت علیؑ کی نسبی قرابت میں کوئی بحث نہیں ہے یہ خود عمر بن خطاب کا جواب ہے کیونکہ آپ کو رسول اللہؐ کا بھائی ہونے سے انکار کیا ہے اس سلسلے میں ابن تیمیہ الامامة والسياسة میں تحریر کرتے ہیں:

”ابو بکر کو ان لوگوں کے بارے میں بتایا گیا جو ان کی بیعت سے تخلف کر کے حضرت علیؑ کے پاس جمع ہوئے تھے پس ان کے پاس عمر بن خطاب

کو بھیجا وہ آئے اور انہوں نے ان لوگوں کو پکارا جو خانہ علیٰ میں تھے لیکن انہوں نے باہر آنے سے انکار کیا تو عمر نے لکڑیاں منگوائیں اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں عمر کی جان ہے نکل آؤ ورنہ میں اس، میں آگ لگا دوں گا اور مع ان لوگوں کے جواس میں ہیں پھونک دوں گا کسی نے کہا اے ابو حفص (عمر) اس گھر میں تو فاطمہ ہیں عمر نے کہا ہوا کریں تب وہ لوگ نکل آئے اور بیعت کر لیں لیکن علیٰ نہ نکلے عمر نے خیال کیا کہ علیٰ نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن حجح نہ کر لیں گے (سوائے وقت نماز کے) دوش پر روانہ ڈالیں گے (اس لئے وہ باہر نہ آئے) اس کے بعد جناب فاطمہ دروازہ پر کھڑی ہوئیں اور کہا تم سے زیادہ بدتر قوم سے مجھے پالائیں پڑا تم نے جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس چھوڑ دیا اور اپنے کام کی کتر بیوںت میں لگ گئے تم نے نہ ہم سے مشورہ لیا اور نہ ہم کو ہمارا حق دیا پس عمر، ابو بکر کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ اس شخص (علیٰ) سے جو آپ سے پھرا ہوا ہے بیعت نہ لیں گے ابو بکر نے اپنے غلام قفند سے کہا جا اور علیٰ کو میرے پاس بلا، قفند علیٰ کے پاس گیا حضرت علیٰ نے کہا کیا بات ہے قفند نے کہا آپ کو خلیفہ رسول بلا تے ہیں علیٰ نے کہا کتنی جلد تم لوگوں نے رسول اللہ پر جھوٹ باندھا ہے قفند نے واپس آ کر علیٰ کی بات سنائی اس پر ابو بکر دیریک روئے پھر عمر نے کہا کہ تم اس مختلف سے بیعت لینے میں دھیل نہ کرو تب ابو بکر نے قفند سے کہا پھر علیٰ کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ امیر المؤمنین آپ

کو بلاستے ہیں آ کر بیعت کر لیں قنفڈ علی کے پاس آیا اور خلیفہ کا پیغام سنایا علی نے
بآواز بلند کہا جان اللہ کیا اچھا دعویٰ اے ہے جس کا مطلق اسے حق حاصل نہیں ہے قنفڈ
آیا اور علی کی بات سنائی ابو بکر سن کر بہت روئے پھر عمر اٹھے اور ان کے ساتھ ایک
جماعت بھی چلی یہاں تک کہ دروازہ جناب فاطمہ پر پھونچے اور دروازہ کھلکھلایا
جب جناب فاطمہ نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں تو بہت زور سے چلا کیں اور رورو
کر فرماتی تھیں اے بابا رسول اللہ (اپنی بیٹی کی خبر لیجئے) ہم آپ کے بعد ابن
خطاب (عمر) اور ابن ابی قحافہ (ابو بکر) کے ہاتھوں یہ کیا مصیبتوں اٹھا رہے ہیں
جس وقت ان لوگوں نے فاطمہ کی گریہ و فرمایاد سننا تو ائے پلٹ گئے در انحالیہ ان
کے دل درد کرتے تھے اور جگر شق ہو جاتے تھے مگر عمر اور ان کے ساتھ کچھ افراد
ٹھہرے رہے اور انہوں نے علی کو نکالا اور پکڑ کر ابو بکر کے پاس لے گئے اور کہا
بیعت کرو علی نے کہا اگر بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا جواب دیا قسم ہے اس خدا کی
جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے کہ اس صورت میں ہم لوگ تمہاری گردن اڑاویں
گے آپ نے فرمایا تو ایک بندہ خدا اور رسول اللہؐ کے بھائی کا خون کرے گا عمر نے
کہا کہ بندہ خدا تو خیر مگر رسول اللہؐ کا بھائی غلط اور ابو بکر چکے بیٹھے ہوئے سنائے
اور کچھ نہ بولے تب عمر نے کہا کہ اس کے بارے میں حکم نہیں دیتے پس ابو بکر نے
کہا کہ جب تک فاطمہ ان کے پہلو میں ہیں ان پر کسی بات پر جنہیں کر سکتا پھر
علیٰ قبر رسول اللہؐ پر آئے اور نالہ و فریاد کرنے لگے اور رورو کر کہتے تھے اے ابن عم

اس قوم نے مجھے مجبور دن چار کر دیا ہے اور میرے قتل پر آمادہ ہو گئی ہے۔“

قرب نسبی دلیل برخلافت

مخاطب نے کہا کہ بحث اس میں ہے کہ آیا نسبی قربات خلافت بلا فصل کا اازمہ ہے؟ میں (میر حامد حسین) کہتا ہوں کہ خلافت حضرت علیؑ کی دلیلوں میں سے ایک آپ کی رسالت مابُؐ سے نسبی قربات ہے اور یہ چند وجوہ سے صحیح ہے۔

۱۔ رسالت مابُؐ نے بہت سی حدیثوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے خدا نے ساری مخلوق میں بنی ہاشم سے چنا پس بنی ہاشم سے افضل ہیں اور جب حضرت علیؑ بنی ہاشم سے ہیں بلکہ بعد نبی بالاجماع ان سب سے افضل ہیں تو پھر آپ خلافائے علما شے بھی افضل ہوئے کیونکہ وہ لوگ بنی ہاشم سے نہیں تھے پھر بنی ہاشم کی افضل فرد کے ہوتے ہوئے کس طرح کسی کو مقدم کیا جا سکتا ہے درج ذیل حدیثیں میرے ہی دعوے کی تائید کر رہی ہیں ملاحظہ ہو:

الف: مسلم نے ابو عمر شداد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے واشلہ بن اسقع کو یہ کہتے ہوئے ساکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے ساکہ اللہ نے اولادِ اعلیٰ سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے میرا انتخاب کیا۔

نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: کہ اسی حدیث سے ہمارے علماء نے استدلال کیا ہے کہ عرب میں غیر قریش قریش کے کفونیں ہیں اسی طرح غیر بنی ہاشم، بنی

ہاشم کے کفونہیں ہیں سوائے بنی مطلب کے کیونکہ وہ اور بنی ہاشم حدیث صحیح کی رو سے ایک ہی ہیں واللہ اعلم۔

ب: ترمذی نے واٹلہ بن اسقع سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے اولاد ابراہیم میں اسماعیل کو منتخب کیا اور اولاد اسماعیل میں بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھے منتخب کیا۔

عباس بن عبدالمطلب سے مردی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ سے کہا کہ قریش بیٹھے ہوئے اپنے حسب کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور آپ کو انہوں نے ہموار زمین میں کھجور کے درخت کے مثل قرار دیا تو بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے خلوق کو خلق کیا اور مجھے بہترین گروہ میں قرار دیا پھر اس نے قبائل کو اختیار کیا اور مجھے بہترین قبیلہ میں قرار دیا پھر اس نے گھروں کا انتخاب کیا اور میرے گھر کو سب سے بہتر قرار دیا پہذا میں خود بھی سب سے بہتر ہوں اور میرا گھر بھی سب سے بہتر ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

ج: ابن اثیر نے رسول اسلام کے فضائل و مناقب میں مسلم و ترمذی سے مذکورہ حدیث کو نقل کیا ہے۔

د: واقدی نے بَسْطَطِين سے عمرو عاص کے مکالمہ کو نقل کیا ہے جس میں عمرو بن عاص

نے کہا کہ اللہ نے میرے نبی کے لئے صلب آدم سے صلب عبد اللہ تک بہترین نسب کا انتخاب کیا اس نے اولاد آمیل میں بہترین انسان کو قرار دیا پھر قریش میں بنی ہاشم کو بہترین قرار دیا پھر بنی ہاشم میں بنی عبد المطلب کو بہترین قرار دیا پھر بنی عبد المطلب میں ہمارے نبی صلوات اللہ وسلامہ کو قرار دیا پھر انہیں رسول مبعوث کیا اور بنی ہنایا اور جبریل ان پر وحی لے کر نازل ہوئے اور کہا کہ میں نے مشرق و مغرب کا چکر لگایا لیکن اے محمد تم سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ جب میں (عمرو عاص) نے رسول اللہ کے بارے میں ایسا کہا تو ان کے قدم کا پ گئے اور ان کے اعضاء و جوارح میں رعشہ پڑ گیا اور ان کے دل مل گئے اور قسطنطین کے دل میں آپ کی بیت بیٹھ گئی اور اس نے کہا کہ آپ نے حق کہا ہے
انبیاء اپنی قوم کے معزز گھرانے ہی میں بھیجے گئے تھے۔

ح: ابن سعد نے حدیث واہلہ بن اسقع کی روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ ہم سے ابو ضمرہ مدینی نے بیان کیا ان سے انس بن عیاض لیٹی نے ان سے جعفر بن محمد بن علی نے اور انہوں نے اپنے والد محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا اللہ نے زمین کو دھوکوں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں بہترین میں قرار دیا پھر اس نصف کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین تھائی میں قرار دیا پھر لوگوں میں عرب کو اختیار کیا پھر عرب میں قریش کو پھر قریش میں بنی ہاشم کو پھر بنی ہاشم میں عبد المطلب کو اور پھر عبد المطلب میں مجھے منتخب کیا:

عبد اللہ بن عبید بن عییر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ

نے عرب کو منتخب کیا اور عرب میں کنانہ کو اور کنانہ میں قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھے منتخب کیا۔ (۲) الطبقات الکبریٰ حج اص ۲۱-۲۰

و۔ حافظ ابو نعیم نے دلائل النبوة کی دوسری فصل میں رسالتاًب کے حسب و نسب اور طیب مولد کو بیان کیا ہے اس سلسلہ میں انہوں نے متصل اسناد سے بہت سی حدیثیں پیش کی ہیں جن میں چند یہ ہیں:

۱۔ اللہ نے مخلوق کو خلق کیا پھر انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں بہترین میں قرار دیا میں اپنی ذات اور گھرانے کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔

۲۔ میں نکاح کے ذریعہ اس دنیا میں آیا ہوں اور آدم سے میرے سلسلہ نسب تک کسی نے زنا نہیں کیا اور زمانہ جاہلیت کے زمانے مجھے چھواتک نہیں ہے۔

۳۔ عرب میں مصر بہتر، مصر میں عبد مناف بہتر، عبد مناف میں بنی ہاشم بہتر اور بنی ہاشم میں بنی عبد المطلب بہتر ہیں خدا کی قسم جب سے اللہ نے آدم کو خلق کیا ہے اس وقت سے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں بہترین میں رکھا۔

۴۔ اللہ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں بہترین میں قرار دیا پھر ان دونوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور مجھے اس بہترین تہائی میں قرار دیا پھر ان تینوں کو قبائل میں قرار دیا اور مجھے بہترین قبیلہ میں قرار دیا پھر ان قبائل کے لئے گھروں کا انتخاب کیا اور میرے لئے بہترین گھر کو قرار دیا اسی وجہ سے ارشاد الہی ہوا افسما میرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اهل البيت۔

۵۔ مخلوق میں بنی آدم کو چنانا اور بنی آدم میں عرب کو، عرب میں مصر کو، مصر میں قریش

کو، قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں میرا انتخاب کیا پس میں اچھوں میں اچھا ہوں۔

ز۔ قاضی عیاض اپنی کتاب الشفایہ میں لکھتے ہیں:

”آپ کی نسبی شرافت کے لئے تو کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں

ہے کیونکہ وہ بنی ہاشم کے برگزیدگان میں ہیں، قریش میں افضل ہیں، عرب میں

اشرف ہیں اور باپ کی طرف سے سب سے معزز ہیں۔“

پھر قاضی عیاض نے اس فصل میں اور دوسری جگہ واشلہ جیسی متعدد حدیثیں پیش کی ہیں جس میں حافظ محمد بن یوسف گنجی نے اپنی سند سے حدیث واشلہ کو مسلم اور ترمذی سے نقل

کرنے کے بعد کیا ہے کہ ان اللہ اصطفی آدم و نوح و آل ابراہیم و

آل عمران علی العالمین ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب

اور القی السمع هو شهید میں اصطفی کے معنی اختیار اور پختے کے ہیں پس اس

سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند عالم کی طرف سے اس بات کی خبر

دی کہ قریش میں بنی ہاشم کو چنان گیا ہے اور اسی بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس

کی عبد اللہ بن احمد بن حبل نے علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے.....

ط۔ حافظ محب الدین طبری نے مذکورہ احادیث میں بعض حدیثوں کو نقل کرنے کے

بعد لکھا ہے کہ آپ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔

ی۔ مقی ہندی نے اس سلسلہ میں بہت سی احادیث کی روایت کی ہے جن میں چند

یہ ہیں:

۱۔ مجھ سے جبرئیل نے کہا کہ میں نے مشرق و مغرب کا طواف کیا مگر کسی مرد کو محمد سے افضل نہیں پایا میں نے مشرق و مغرب کا چکر لگایا مگر کسی کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا اس کی حاکم نے کثی میں اور ابن عساکرنے عاششہ سے روایت کی ہے۔

۲۔ جب آدم جنت میں تھے تو میں ان کی صلب میں تھا جب نوح کشتی پر سوار ہوئے تو میں ان کی صلب میں تھا، جب ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو میں ان کی صلب میں تھا میرے آبا و اجداد نے بھی زنا نہیں کیا اور اللہ نے ہمیشہ مجھے اصلاح حنہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل کیا ہے۔

ان احادیث کو محمد بن یوسف زرندي^۱، سید علی ہمدانی^۲، قسطلانی^۳، اور نور الدین طبیب^۴ نے نقل کیا ہے۔

اسی طرح مذکورہ احادیث کی روشنی میں قسطلانی^۵، سیوطی^۶، حلی^۷، ابو نعیم اصفہانی^۸، اور قاضی عیاض^۹ نے اپنی اپنی کتابوں میں آپ کے فضائل و مناقب اور اشرفیت نسب کو تحریر کیا ہے۔

^۱ سیرہ حلیہ ج ۱ ص ۲۲۳-۲۳۳

^۲ کنز العمال ج ۱ ص ۴۰۹

^۲ موابہب لدنیہ ج ۱ ص ۳۲۷

^۳ کنز العمال ج ۱ ص ۴۲۷

^۴ القیامت ص ۲۵ اور اخلاق اکابری ج ۱ ص ۳۹

^۵ سلطمن در اسمطین ص ۵۶

^۶ سیرہ حلیہ ج ۱ ص ۲۲۳

^۶ مودۃ القریب

^۷ موابہب لدنیہ

^۷ موابہب لدنیہ

^۸ اتفاقاً ص ۲۶

۲۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے نازالت الحفاظ میں واقعہ سقیفہ کو بیان کرنے کے بعد سعید خدری کی روایت کو نقل کیا ہے ان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے مهاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم میں سے کسی سے کوئی کام لیتے تھے تو ہم میں سے کسی کو اس کے ساتھ کر دیتے تھے اب ہم اس امر (خلافت) کے لئے دیکھ رہے ہیں کہ دو افراد ہیں ایک تم میں سے ہے اور ایک ہم میں سے اتنے میں زید بن ثابت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مهاجرین میں تھے لہذا امام بھی مهاجرین میں سے ہونا چاہئے اور ہم ان کے ویسے ہی انصار ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے.....

میں کہتا ہوں کہ زید بن ثابت نے رسول اللہ کے مهاجر ہونے سے خلیفہ کے مهاجر ہونے پر استدلال کیا ہے اور ابو بکر نے اس استدلال کی تائید کی جس سے ان کی بیعت ہو گئی لہذا اس استدلال کی روشنی میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم سے تھے اس لئے امام بھی بنی ہاشم سے ہونا چاہئے اور بالاجماع حضرت علی ہی بنی ہاشم میں سب سے افضل تھے اور خلفاءٰ غلامہ میں کوئی بھی بنی ہاشم سے نہیں تھا لہذا بعد پیغمبر امام و خلیفہ بھی حضرت علی ہی ہوں گے پس ثابت ہوا کہ آپ کی بلا فصل امامت و خلافت کی دلیلیوں میں سے ایک نسبی قرابت ہے۔

۳۔ حضرت ابو بکر نے قریش میں امامت و خلافت کے منحصر ہونے کی وجہ قریش کے نسبی شرافت کو بیان کیا تھا اور اسی دلیل سے انصار کو ساکت کر دیا تھا اور مهاجرین و انصار میں کوئی ایسا نہیں تھا جو اس استدلال کے خلاف اب گھٹائی کرتا بلکہ اسی نے بیعت ابو بکر

کی راہ ہماری تھی اور جب ایسا ہے تو یہ سمجھی جانتے ہیں کہ مہاجرین و انصار میں نسب و خاندان کے لحاظ سے حضرت علیؑ سے کوئی بھی افضل و اشرف نہیں تھا لہذا حضرت ابو بکر کے قول کی روشنی میں خلافت کے لئے علیؑ ہی کو اولویت حاصل ہے۔

اس سلسلہ میں بخاری نے ابن عباس سے اور انہوں نے عمر بن خطاب سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے ۔ اور اسی کی ابن ہشام[ؓ] اben جریر طبری[ؓ] اور مقتی ہندی[ؓ] نے روایت کی ہے ۔

۳۔ ابو بکر نے سقیفہ میں انصار کے سامنے رسول اسلام سے اپنی نسبی قربت سے احتجاج کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم آنحضرت کے خاندان سے، ان کے اقارب اور رشتہ دار ہیں اور ہم ہی مستحق خلافت اور نسبی لحاظ سے سب سے بہتر ہیں..... ابو بکر کے استدلال کی روشنی میں حضرت علیؑ کہ جو ابو بکر کے مقابلہ رسول اللہ سے زیادہ قریب تھے بعد چنبرہ وہی خلافت کے لئے اولیٰ واقع ہوئے حضرت ابو بکر کے اس خطبہ کو حافظ محب الدین طبری[ؓ]، محمد بن جریر طبری[ؓ]، اور ابن خلدون[ؓ] جیسے ائمہ حفاظت نے تفصیل سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے محمد بن جریر طبری نے ابو بکر کے استدلال کو یوں نقل کیا ہے:

اللہ نے مہاجرین اولین کو اس لئے خلافت دی کہ انہوں نے آنحضرتؐ کی تصدیق

۱۔ کنز العمال ج ۵ ص ۲۲۲ - ۲۲۳

۲۔ صحیح بخاری کتاب الحدود باب ۲۱

۳۔ ہریاض الحضرۃ ج ۱ ص ۲۲۳

۴۔ ہبیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۶۱ - ۶۵۷

۵۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۹

۶۔ تاریخ ابن خلدون

۷۔ تاریخ ابن خلدون

کی، آپ پر ایمان لائے اور آپ سے مواسات کیا، کفار کی اذیتوں اور سختیوں پر آپ کے ساتھ انہوں نے بھی صبر کیا اور اپنی تعداد کی قلت اور دشمنوں کی سختیوں سے خوف زدہ نہ ہوئے، مہاجرین ہی نے روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ کی عبادت کی اور خدا اور رسول پر ایمان لائے اور وہی رسول اللہ کے اقرباء اور رشتہ دار ہیں لہذا بعد پیغمبر خلافت کے لئے وہی مستحق ہیں اور دیکھو اس سلسلہ میں مہاجرین سے جھگڑا نہ کرنا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

حضرت ابو بکر کی یہ بات حضرت علیؑ کی خلافت بلا فضل پر سب سے قوی دلیل ہے اس لئے کہ وہ سارے اوصاف جن کو ابو بکر نے بیان کیا اور اس سے انہوں نے انصار کی زبان خاموش کی وہ ساری کی ساری بدرجہ اتم حضرت علیؑ میں پائی جا رہی تھیں کیونکہ مہاجرین میں آپ ہی سب سے زیادہ رسول اللہ سے قریب اور سب میں افضل تھے سارے مہاجرین میں رسول اللہ کی تقدیق کرنے والے اور ان پر ایمان لانے والے آپ ہی تھے حضرت سے مواسات، کفار کی سختیوں پر آنحضرتؐ کے ساتھ صبر کرنا، قلت ارباب دیانت اور بغض و عداوت ارباب کفر و ضلالت سے آپ ہی وحشت زدہ نہیں ہوئے تھے اور آپ ہی تھے جس نے رسول اللہ کے ساتھ سب سے پہلے اللہ کی عبادت کی لہذا جس نے بھی خلافت میں آپ سے اختلاف کیا اور آپ کے حق کو غصب کیا وہ ظالم و جابر ہے۔

اور صاحب ریاض النعڑۃ کے بقول حضرت ابو بکر کا یہ کہنا کہ لوگوں میں ہم مہاجرین ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، تو یہ بات ثابت ہے کہ لوگوں میں سب

سے پہلے حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا (بکہ اس کا اظہار کیا) اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے اور اس کا اعتراف کبار حفاظۃ الہدیۃ نے کیا ہے جن میں حسب ذیل حفاظ نے اس سلسلے میں احادیث کو نقل کیا ہے ۱۔ حافظ ابو یعلیٰ احمد بن علی موصیٰ ۲۔ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی ۳۔ موقن بن احمد معروف بِ الخطب خوارزمی ۴۔ حافظ ابن عساکر دمشقی ۵۔ ابو الحیر حاکی ۶۔ حافظ گنجی شافعی ۷۔ سید شہاب الدین احمد ۸۔ ابراہیم بن عبد اللہ وصابی ۹۔ احمد بن فضل بن باکشیر کی ۱۰۔ محمد صدر عالم۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی لکھتے ہیں:

”هم سے ابراہیم بن احمد بن محمد بن ابی حصین نے بیان کیا ان سے محمد بن عبد اللہ حضری نے، ان سے خلف بن خالد عبدی بصری نے، ان سے بشر بن ابراہیم النصاری نے، ان سے ثور بن یزید نے بیان کیا اور انہوں نے خالد بن معدان سے اور انہوں نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی میں تم سے نبوت کے بارے میں مخاصلہ کرتا ہوں اور میرے بعد بنت نہیں ہے اور لوگ تم سے سات چیزوں میں مخاصلہ کریں گے اور قریش میں کوئی بھی ان میں (واضح ہونے کی وجہ سے) تم سے احتجاج و استدلال نہیں کر سکتا تم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے، تم ہی عہد اللہ کو پورا کرنے والے تم ہی حکم خدا پرستی سے عمل کرنے والے، تم ہی برابر سے تقسیم کرنے والے، تم ہی لوگوں میں سب سے زیادہ عادل، تم ہی سب سے اچھی قضاوت کرنے

والے اور پیش خدا تم ہی سب سے زیادہ بلند مرتبہ پر فائز ہوئے۔

۵۔ حضرت علیؑ نے ابو بکر اور ان کے پیر و کار کے سامنے ویسا ہی احتجاج کیا تھا جیسا ابو بکر نے سقیفہ میں انصار پر کیا تھا اور ابو بکر نے کہا تھا کہ ہم کو خلافت کے لئے اس لئے الویت حاصل ہے کہ ہم نبی ﷺ سے رسالتِ مبارکہ سے قریب ہیں کہ جسے سن کر انصار خاموش ہو گئے اور انہوں نے خلافت کو ان کے حوالہ کر دیا۔ اس سلسلے میں ابن تجہیہؓ لکھتے ہیں:

”علیؑ، ابو بکر کے پاس آئے اور کہا میں بندہ خدا اور اس کے رسول کا بھائی ہوں اس وقت کسی نے آپ سے ابو بکر کی بیعت کرنے کو کہا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے میں زیادہ مستحق ہوں میں تمہاری بیعت نہیں کر سکتا بلکہ تمہیں میری بیعت کرنی چاہئے تم نے انصار کے سامنے اپنی خلافت کے بارے میں کہا اور اس پر اپنے کونبی کی قربات سے احتجاج کیا اور اس قربات کو تم نے ہم اہلبیت سے غصب کیا، کیا تم نے انصار سے نہیں کہا تھا کہ محمدؐ سے قریب ہونے کی وجہ سے ہم کو خلافت کے لئے الویت حاصل ہے اور یہ سن کر انہوں نے خلافت تمہارے حوالے کر دی تھی؟ پس اس وقت میں وہی احتجاج کر رہا ہوں جسے تم نے انصار کے سامنے کیا تھا اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس سے

ابن تجہیہ کی تعریف و تجدید درج ذیل کتابوں میں موجود ہے تاریخ بغداد ج ۱ ص ۴۰۷، الانساب و تیوری، تذكرة الحفاظ ج ۲ ص ۱۸۵، تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۲۸۱، ویات الاعیان ج ۱ ص ۳۱۲، مرآۃ الجان ج ۲ ص ۱۹۲، الخیۃ الوعاء ج ۱ ص ۲۹۱، ابن تجہیہؓ کی کتاب الامامة والسياسة ہے جس سے احتجاف الوری یا خبرام القری، غایۃ المرام یا خبرسلطیۃ البلد الحرام، العقد الشفیع اور تفسیر شاہی وغیرہ میں نقل کیا ہے اور اس کو دینوری کی تالیف بتایا ہے۔

خوف کھاتے ہو تو انصاف کرو ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اس وقت عمر نے کہا کہ اگر آپ نے بیعت نہیں کی تو ہم آپ کو جانے نہیں دیں گے۔ علی بن ابی طالب نے فرمایا اے عمر نہ ہی میں تمہاری بات انوں گا اور نہ ابو بکر کی بیعت کروں گا اس وقت ابو بکر نے کہا کہ اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو میں زبردستی بھی نہیں کروں گا.....!

مخاطب (دہلوی) کے شیخ اجازہ جمال الدین محدث نے روضۃ الا حباب میں مؤمنین کی کتابوں سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

۹۔ شوری میں حضرت علی نے اپنی خلافت پر رسالتِ اب سے قربت سے احتجاج کیا تھا اور اہل شوری میں کسی نے اس احتجاج سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ سمجھی نے اس کا اعتراض کیا تھا اور اس احتجاج کے سامنے سرتسلیم خم کیا تھا۔ ابن حجر لکھتے ہیں:

”دارقطنی نے روایت کی ہے کہ شوری میں حضرت علی نے اہل شوری کے سامنے احتجاج کیا اور ان سے کہا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ تم میں کوئی بھی رسول اللہ سے نبی لحاظ سے مجھ سے قریب ہے اور تم میں کوئی ہے جس کی اولاد رسول اللہ کی اولاد اور جس کی عورتیں رسول اللہ کی عورتیں ہوں سب نے کہا ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔“

اس روایت سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی، رسالتِ اب سے صرف اہل شوری ہی سے

نہیں بلکہ خلیفہ اول و دوم سے بھی زیادہ قریب تھے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی حضرت علیؑ کے استدلال کو تسلیم نہیں کرتے۔

۷۔ خود طلحہ اور زبیر نے رسالت میں اولویت کی دلیل
قرار دیا تھا۔

ملائکی ہندی لکھتے ہیں:

”محمد بن حنفیہ سے مردی ہے کہ جب عثمان قتل کر دئے گئے تو
حضرت علیؑ، ابن عمرو بن حصین کے گھر میں چھپ گئے لوگ وہاں جمع ہوئے اور
آپ کی بیعت پر اصرار کرنے لگے لیکن آپ نے انکار کیا اور کہا جاؤ طلحہ و زبیر کے
پاس اور ان کی بیعت کرو لوگوں نے کہا آپ ہمارے ساتھ چلے پس علیؑ اور لوگوں
کے ساتھ میں بھی (محمد بن حنفیہ) چلا یہاں تک طلحہ بن عبید اللہ کے پاس پہنچے
اور ان سے علیؑ نے فرمایا کہ لوگ میرے پاس جمع ہوئے ہیں تاکہ میری بیعت
کریں مگر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے لہذا تم اپنے ہاتھ کو بڑھاو تاکہ کتاب خدا
اور سنت پیغمبر پر تمہاری بیعت کروں، طلحہ نے جواب دیا سایقہ اسلام اور بھائیؑ سے
قرابت کی وجہ سے خلافت کے لئے آپ مجھ سے زیادہ مستحق ہیں اور پھر جو لوگ
مجھ سے پھر گئے ہیں وہ سب کے سب آپ کے پاس جمع ہیں تو علیؑ نے فرمایا میں
ڈرتا ہوں کہ کہیں تم میری بیعت کو توڑ دو اور مجھ سے غداری کرو یہ سن کر طلحہ نے کہا
آپ گھبراۓ نہیں خدا کی قسم آپ مجھ سے کوئی ایسی چیز دیکھیں گے ہی نہیں جس کو

آپ پسند نہیں کرتے پھر آپ زیر کے پاس آئے اور ہم لوگ (محمد بن حفیہ اور جماعت) آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے زیر سے وہی کہا جو طلحہ سے کہا تھا اور زیر نے وہی جواب دیا جو طلحہ نے دیا تھا.....“

طلحہ وزیر کی باتوں سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ سے اقربیت کی وجہ سے حضرت علیؑ کو خلافت کے لئے اولویت حاصل تھی۔

- شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخما میں قال رب اشرح لی صدری و

یسر لی امری کے ذیل میں کہا ہے کہ:

”مویں نے تمیخ رسالت کے لئے ایک مددگار خدا سے طلب کیا اور اس کو ”وزیر“ اور دوسری جگہ ”رد ایصفتنی“ سے تعبیر کیا اور پھر اس وزیر کے لئے تین شرطوں کی فرمائش کی پہلی شرط یہ کہ وہ ان کے اہل سے ہو (من اہلی) البتہ یہ مویں ہی سے مخصوص تھا کیونکہ ہارون کے سوا کوئی بھی ان کی نصرت نہیں کر سکتا تھا اور یہ صفت شرف مطلق نہیں تھی کیونکہ جناب مویں نے یو شع کو خلیفہ بنایا جو مویں کے شہ پوتے تھے نہ نواسے اور خلافت، وزارت سے اہم ہے دوسری شرط یہ ہے کہ اہل حل و عقد کی نظر میں معزز و مکرم ہو اور خلیفہ کے لئے مذکورہ شرائط کے علاوہ تیسرا شرط یہ ہے کہ وہ نبیؑ کے خاندان کا ہو اور دونوں کی بازگشت ایک جدا عالی کی طرف ہوتا کہ خلیفہ کی طرف لوگ حقارت سے نہ دیکھیں اسی وجہ سے اللہ نے بنی اسرائیل میں نسل مویں یا دوسری نسل سے بنی اسرائیل ہی

میں کا نبی بھیجا اور بنی اسرائیل میں جاری اسی سنت الہی کو آنحضرتؐ نے اپنے خلفاء کے لئے انتخاب کیا چنانچہ آپؐ نے فرمایا **الا لئمة من قريش**۔^۱
 میں کہتا ہوں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ رسولؐ اور اس کے خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ دونوں کی بازگشت اس جدائلی کی طرف ہو جس سے وہ قبیلہ منسوب ہے لہذا یہ چیز ہمارے نبی کے لئے بھی ضروری ہو گی کہ اس کا بھی خلیفہ اسی کے خاندان کا ہو یعنی وہ خلیفہ نبی ہاشم میں سے ہو اور جب ایسا ہے تو حضرت علیؓ کی امامت و خلافت ثابت ہے کیونکہ آپؐ نبی ہاشم سے تھے اور بالاجماع ان سب سے افضل تھے اور ان کی عبارت سے یہ بات بھی واضح ہے کہ جو میت الہی انبیائے بنی اسرائیل میں جاری تھی وہی رسالتتابؐ کے خلفاء میں بھی جاری ہوئی چاہئے جس کا لازمہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے خلفاء معصوم، منصوص اور رسول اللہ کے بعد سب سے افضل ہوں اور یہ واضح ہے کہ خلفائے ملائکہ ان تینوں چیزوں سے محروم تھے جیسا کہ مخاطب (دہلوی) نے اسی کتاب کے باب امامت میں کہا ہے کہ شیعہ امام کی عصمت، نص اور افضلیت کے قائل ہیں جب کہ خلفائے ملائکہ نہ معصوم تھے نہ منصوص اور نہ ہی افضل.....

۹۔ علامہ جلال الدین سیوطی درمنثور میں لکھتے ہیں:

”طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ حنین سے واپس ہوئے تو سورہ اذَا

جاء نصر اللہ و الفتیح ... نازل ہوا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

سلم نے فرمایا ہے اے علی بن ابی طالب اور فاطمہ بنت محمد نصرت و فتح خدا
نصیب ہو گئی اور لوگ دین خدا میں جو ق در جو ق داخل ہونے لگے میرا ہی رب
پاک و پاکیزہ اور حمد اسی کے لئے ہے اور اسی سے استغفار چاہتے ہیں وہ پیش
بڑا معاف کرنے والا ہے اور اے علی میرے بعد مومنین میں جہاد ہو گا حضرت
نے عرض کیا کس بات پر وہ مومنین جہاد کریں گے جنہوں نے آمنا کہا ہے ؟
آنحضرت نے فرمایا دین میں بدعتوں پر اپنی رائے (قیاس) پر عمل کریں گے نہ
کہ دین کی رائے پر جب کہ اوامر و نواہی خدا کی طرف سے ہیں حضرت علیؓ نے
کہا یا رسول اللہ اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کے بارے میں نہ قرآن میں
حکم موجود ہونہ سنت میں تو اس وقت کیا کریں گے ؟ آنحضرت نے فرمایا تم
مومنین میں عابدین کی شوریٰ بنا لینا اور اپنی ذاتی رائے پر فیصلہ نہ کرنا اور (اے
علیؓ) اگر کسی کو میں خلیفہ بناؤں گا تو سوائے تمہارے کوئی بھی اس کا مستحق نہیں
ہے کیونکہ اسلام کی طرف سبقت کرنے والے، رسول اللہ سے قرابت رکھنے
والے اور اس (رسول) کے داماد تم ہی ہو اور تمہارے ہی پاس عالمین کی عورتوں
کی سردار ہے اس سے پہلے تم ہی شعب ابوطالب میں تھے...!

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ چند صفات کی وجہ سے حضرت علیؓ ہی سب
سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے کہ انہیں صفات میں ایک رسول اللہ سے قرابت ہے لہذا
قرابت ان چیزوں میں سے ایک ہے جن سے خلافت ملتی ہے پس حضرت علیؓ نے جو

قربت نبی سے احتجاج و استدلال کیا گویا آنحضرتؐ کے ارشاد کی اتباع کیا۔

۱۰۔ امام فخر الدین رازی اپنے رسالہ مناقب شافعی میں امام شافعی اور ان کے آباء اجداد خاص طور سے ماں پر طویل بحث کی ہے اور اس کو ان کے ان مناقب میں شمار کیا ہے جن سے مالک و ابو حنیفہ پر شافعی کو فضیلت حاصل ہے اور آخر میں کہا ہے کہ آل محمد کی تفسیر میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعض نے آل سے نسب کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جو آنحضرتؐ کے دین و شریعت پر ہوں وہ آل میں شامل ہیں اور دونوں صورتوں میں شافعی کی آل میں شامل ہیں لہذا اللهم صلی علی محمد و علی آل محمد میں وہ داخل ہیں اور جب وہ آل میں ہیں اور آل پر صلوٰۃ واجب ہے تو پھر آپ (شافعی) پر بھی صلوٰۃ واجب ہے جب کہ مالک و ابو حنیفہ اس شرف سے محروم تھے لہذا یہی شافعی کی فضیلت کی موجب ہے۔

میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ امام رازی نے امام شافعی کے مالک و ابو حنیفہ پر جن چیزوں سے فضیلت ثابت کی ہے ان ہی کی رو سے حضرت علیؓ کو خلفائے ثلاثہ پر افضلیت حاصل ہے لہذا آپ ہی کو خلیفہ ہونا چاہئے۔

مخاطب (دہلوی) نے کہا ہے کہ اگر صرف نبی قربت موجب تقدم امامت ہے تو پھر امامت و خلافت کے لئے حضرت عباس اولویت رکھتے ہیں کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے چچا ہیں اور چچا عرفی اور شرعی لحاظ سے ابن عم سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ جب حدیث نور سے بعد پیغمبر حضرت علیؓ کی افضلیت ثابت ہو گئی اور کسی کو آپ پر مقدم کرنا نقیح فعل ہوا تو پھر جناب عباس کو پیش کرنا

لوگوں کو سفتہ میں ڈالنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے اور مخاطب کی بات درج ذیل وجہات کی بناء پر حقیقت سے بہت دور ہے۔

ا۔ جناب عباس، رسالت قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پدری چچا تھے کیونکہ ان کی والدہ آنحضرتؐ کے والد کی ماں نہیں تھیں جب کہ جناب ابوطالب اور جناب عبد اللہ کی ماں ایک تھیں اور وہ فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ ہیں لہذا جناب عباس پدری چچا اور حضرتؐ علیؐ کے والدہ زاد بھائی ہوئے اور پدری چچا حقیقی چچا زاد بھائی سے نہ شرعی لحاظ سے اولویت رکھتا ہے نہ عرفی لحاظ سے اور یہ کہ ابوطالب اور عبد اللہ سے بھائی تھے اور ان دونوں کی ماں فاطمہ مخزومیہ تھیں اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

”ابوطالب بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی قرشی

ہاشمی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور ان کے والد کے سے بھائی تھے عبد اللہ اور ابوطالب کی ماں فاطمہ بنت عمرو بن عاصم مخزومیہ تھیں۔“^۱

ابن حجر عسقلانی جناب عباس کے بارے میں لکھتے ہیں:

”عباس بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف قرشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور ان کی ماں نفییہ بن حباب بن کلب تھیں۔“^۲

یوسف اور شیعوں کی رو میں لکھتے ہیں:

”خلافت اگر قرابت ہی کی وجہ سے ملنی چاہئے تو شیعوں کو چاہئے“

کہ عباس کو خلیفہ مانیں کیونکہ وہ رسالتناہ سے قریب اور آپ کے چھا تھے جب کہ علی چپازاد بھائی اور ابو بکر و عمر عثمان میں سے ہر ایک عباس سے افضل تھے۔“

نجم الدین حضر بن محمد بن علی رازی توضیح انور میں اس کا جواب دیتے ہیں:

”یہ آپ نے کیسے کہدیا کہ عباس، رسالتناہ سے علی سے زیادہ قریب تھے کیونکہ امیر المؤمنین علی رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چپازاد بھائی تھے جب کہ عباس پدری چھا تھے اور شیعوں میں میراث میں سگا چپازاد بھائی پدری چھا پر مقدم ہوتا ہے پس کیسے کہدیا کہ شیعوں کو چاہئے کہ بجائے علی کے عباس کو حکم بala میں؟ اور عباس پر خلفاء خلاش کی تفضیل صرف دعویی ہے جس کے لئے نہ کوئی نص ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اساس۔“

۲۔ بھائی، چھا سے اویلی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخفا میں طبرانی کی نجم صیغہ سے واکل بن ججر کی حدیث نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

”معاویہ نے واکل بن ججر سے کہا کہ تم نے کیوں میرا ساتھ نہیں دیا واکل نے جواب دیا کہ تم نے ایک ایسے شخص سے جنگ کی تھی جو تم سے زیادہ عثمان سے قریب تھا معاویہ نے کہا کس طرح وہ مجھ سے زیادہ عثمان سے قریب ہو سکتے ہیں جب کہ نبی لحاظ سے عثمان سے میں قریب ہوں تو واکل نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی و عثمان میں صیغہ اخوت پڑھا تھا اور اخ (بھائی) ابن عم (چپازاد بھائی) سے افضل ہوتا ہے۔“

”اس صحابی کے بیان کی روشنی میں (کہ بقول ان کے نبی نے

علی و عثمان میں صیغہ اخوت جاری کیا تھا) اخ، ابن عم سے اولی ہوتا ہے اسی وجہ سے علی، عثمان سے معاویہ کے مقابلہ (با وجود یہ معاویہ عثمان کا ابن عم تھا) میں اولی تھے لہذا علی کو بنی سے عباس کی نسبت اولویت حاصل ہے کیونکہ احادیث کثیرہ کی رو سے جس دن رسالتاب نے مسلمانوں کے درمیان صیغہ اخوت جاری کیا اپنے لئے صرف حضرت علیؓ کا انتخاب کیا تھا اور صرف آپ ہی سے صیغہ اخوت پڑھاتھا۔“

۳۔ محمد بن عبد اللہ بن حسن شی نے حضرت علیؓ کی بلا فصل خلافت پر آیت: اول و الا رحام بعضهم الی بعض سے استدلال کیا ہے جیسا کہ فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے ابی جعفر منصور کے نام خط میں بعد پیغمبر خلافت علیؓ پر اسی آیت سے استدلال کیا تھا انہوں نے لکھا تھا کہ آیت اول و الا رحام بعضهم الی بعض اولی بعض اولویت پر ولالت کرتی ہے اور اس اولویت کے لئے کسی چیز کو معین نہیں کیا ہے لہذا اس کو کل پر حمل کریں گے مگر یہ کہ جہاں تخصیص آجائے اس صورت میں امامت بھی شامل ہو جائے گی اور ابو بکر کے لئے یہ بات کہنی صحیح نہیں ہے کہ وہ بھی اولی الا رحام میں ہیں کیونکہ مردی ہے کہ رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو سورہ برائت دیا کہ وہ لوگوں تک ہیونچا میں پھران کے پیچھے علیؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ اسے علیؓ ہی ہیونچا میں گے اس لئے کہ اس فعل کو وہی انجام دے سکتا ہے جو مجھ سے ہے اور آپ کا یہ فرمانا بتا رہا ہے کہ

ابو بکر رسالت مبارکہ سے نہیں تھے۔“

اس آیت سے اسی طرح استدلال کیا گیا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر امامت کے لئے عباس کو اولویت ہونی چاہئے کیونکہ وہ رسول اللہ سے علی کی پسیت زیادہ قریب تھے اور یہی بات ابو جعفر منصور نے کہی تھی ہے۔

میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ اہلسنت کو اس استدلال کو تسلیم کرنا چاہئے کیونکہ وہ لوگ اہلیت کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث ثقیلین جیسی حدیثوں میں اہلیت سے مراد صرف انہے اثنا عشر نبی ہیں بلکہ ان کی اولاد بھی شامل ہیں جیسا کہ کابلی نے صواعق میں اور مخاطب (دہلوی) نے تختہ کے چوتھے باب میں یہی بات کہی ہے اور میں نے (عقبات الانوار کی) حدیث ثقیلین میں اس کا جواب دیا ہے لہذا مذکورہ استدلال سے چشم پوشی صحیح نہیں ہے بلکہ اہلسنت پروا جب ہے کہ وہ امام رازی کا جواب دیں۔

ابوالعباس مبروڑ، ابن اشیہ[ؓ] اور ابن خلدون[ؓ] نے اپنی اپنی کتابوں میں محمد بن عبد اللہ اور ابو جعفر منصور کے خط کو نقل کیا ہے جسے میں نے (عقبات الانوار کی) حدیث غدریر میں پیش کیا ہے جس میں محمد بن عبد اللہ بن حسن نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ حضرت علیؑ ہی وصی و امام تھے کیونکہ اصحاب میں سب سے پہلے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ جانے والے اور سب سے زیادہ جہاد کرنے والے تھے اور یہ سب آپ کی باتفاق خلافت و امامت کو ثابت کرتی ہیں۔
۲۔ حضرت علیؑ کو غلیظہ کہنے والوں میں خود جناب عباس ہیں کیونکہ ان ہی نے بعد

وفات پیغمبر اسلامؐ کہا تھا کہ اے علیؑ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں بیعت کروں اور جناب عباس کا یہ کہنا خود بتاتا ہے کہ خلافت کے لئے حضرت علیؑ کو اپنے اور دوسروں سے اولیٰ سمجھتے تھے اور جناب عباس کا یہ جملہ "امدد ید ک ابایعک" اتنا مشہور ہے کہ اسے متکلمین الحدیث نے نقل کیا ہے فضل بن روز بہان علامہ حلی کی رو میں لکھتے ہیں:

"الحدیث کا عقیدہ ہے کہ بعد پیغمبر، ابو بکر امام برحق تھے اور شیعوں کی نظر میں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ الحدیث اپنے مدعاً پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ امامت کا ثبوت یا نص کے ذریعہ ہوگا یا اجماع کے ذریعہ نص تو پائی نہیں جاتی رہا اجماع تو سوائے ابو بکر کے کسی پر اتفاق نہیں ہوا، اجماع ابو بکر، عباس اور علی پر ہوا لیکن ان دونوں نے ابو بکر کے بارے میں اختلاف نہیں کیا اگر ابو بکر حق پر نہیں ہوتے تو علی ضرور اختلاف کرتے جس طرح انہوں نے معاویہ سے اختلاف کیا تھا کیونکہ ایسے موقع پر اختلاف کرنا فطری بات ہے اور امکان کے ہوتے ہوئے اختلاف نہ کرنا منافی عصمت ہے کیونکہ یہ گناہ کبیرہ ہے جو عصمت کو ختم کر دے گی جب کہ شیعہ امامت کے لئے عصمت کو شرط قرار دیتے ہیں اور اگر کوئی کہے کہ عباس اور علی کے امکان میں نہیں تھا کہ وہ ابو بکر سے اختلاف کرتے تو میں جواب دوں گا کہ اس کو تو تم لوگ تشکیم کرتے ہو کہ علی، ابو بکر سے زیادہ شجاع، دین کے معاملہ میں ان سے زیادہ سخت قبیلہ و اعوان کے لحاظ سے ان سے زیادہ اور حسب و نسب کے لحاظ سے ان سے افضل و اشرف تھے اور نص بھی اسی کی تائید کرتی ہے..... اور الفصار علیؑ پر

ابو بکر کو ترجیح نہیں دیتے تھے ان ہی کے بارے میں رسلِ نبی نے آخر عمر میں فرمایا تھا کہ وہ (النصار) غالب ہونے والے لشکر ہیں لہذا نبی کو چاہئے تھا کہ وہ انصار کو وصیت کرتے کہ امر خلافت میں علی کی مدد کریں اور جو خلافت علی کے بارے میں اختلاف کرے اس سے جنگ کریں پھر عظمتوں کی حامل فاطمہ علیہا السلام ان کی زوجہ تھیں، رسول اللہ کے نواسے حسن و حسین ان کے بیٹے تھے اور عباس ان کے چچا اور ان کے ساتھ تھے اور عباس ہی نے علی سے کہا تھا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کروں گا جس پر لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ کے چچا نے رسول اللہ کے چچا زاد بھائی کی بیعت کی ہے اور زبردست شجاع بھی آپ ہی کے ساتھ تھے امامت ابو بکر کے اثبات اور شیعوں کی رو میں قاضی ناصر الدین بیضاوی نے طوالِ الانوار میں اور شمس الدین اصفہانی نے اس کی شرح میں اسی بات کو پیش کیا ہے۔^{۱۷}

ابن قیمہ لکھتے ہیں:

”عباس بن عبدالمطلب نے علی بن ابی طالب سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ نبی اس دنیا سے کوچ کرنے والے ہیں ان سے (خلافت کے بارے میں سوال پکھئے اگر خلافت ہم ہی میں ہے تو اسے بیان کر دیں اور اگر ہمارے غیر کے لئے ہے تو اس کی وصیت کر دیں، جب رسول اللہ کی قبض روح ہو گئی تو عباس نے علی بن ابی طالب سے کہا اپنا ہاتھ بڑھایے تاکہ آپ کی بیعت کروں..... حضرت علیؓ

ا شہید عالیٰ نے احراق الحق میں اس کو باطل کیا ہے۔

نے جناب عباس سے کہا کہ ہمارے علاوہ کوئی اور اس کا طلب کارہے؟ اس سے پہلے ابو بکر سے عباس مل پچھے تھے اور ان سے کہا تھا کہ کیا رسول اللہ نے کسی کے لئے وصیت کی ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں پھر وہ عمر کے پاس گئے اور ان سے بھی بھی سوال کیا تھا اگر انہوں نے بھی نبی میں جواب دیا اس وقت عباس نے علی سے کہا اپنا ہاتھ بڑھایے تاکہ میں اور آپ کے اہل خاندان آپ کی بیعت کریں۔

۵۔ جناب عباس نے قبول خلافت سے خود عذرخواہی کی تھی جیسا کہ سید علی ہمانی مودودۃ القربی میں لکھتے ہیں:

”ابو حمزة ثماني نے ابو جعفر محمد باقر سے اور انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ کو مرض الموت لاحق ہوا اور آپ کا سر علی کی گود میں تھا اور عباس کھیاں ہکارہ تھے اور گھر مهاجرین و انصار سے بھرا ہوا تھا تو آنحضرت نے (جناب عباس) سے فرمایا اے پچا کیا آپ میری وصیت کو قبول کریں گے اور میرے وعدے کو پورا کریں گے؟ عباس نے کہا میں کبیر انس اور کثیر العیال ہوں پھر آپ نے فرمایا اے علی کیا تم میری وصیت کو قبول کرو گے اور میرے وعدے کو وفا کرو گے؟ آپ گلوگرفقی اور گریکی سے جواب دیئے پر قادر نہیں تھے چنانچہ رسالت مابن نے اپنے سوال کو دہرا تو علی نے فرمایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں ہاں میں آپ کی وصیت کو محری کروں گا اس وقت رسول اللہ نے فرمایا تم میرے بھائی، میرے وصی میرے

نے جناب عباس سے کہا کہ ہمارے علاوہ کوئی اور اس کا طلب کارہے؟ اس سے پہلے ابو بکر سے عباس مل چکے تھے اور ان سے کہا تھا کہ کیا رسول اللہ نے کسی کے لئے وصیت کی ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں پھر وہ عمر کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی سوال کیا تھا مگر انہوں نے بھی نہیں میں جواب دیا اس وقت عباس نے علی سے کہا اپنا ہاتھ بڑھایے تاکہ میں اور آپ کے اہل خاندان آپ کی بیعت کریں۔۔۔

۵۔ جناب عباس نے قبول خلافت سے خود عذرخواہی کی تھی جیسا کہ سید علی ہمدانی مودة القربی میں لکھتے ہیں:

”ابو حمزہ ثماني نے ابو جعفر محمد باقر سے اور انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہؐ کو مرض الموت لاحق ہوا اور آپؐ کا سر علی کی گود میں تھا اور عباس مکھیاں ہکار ہے تھے اور گھر مہاجرین و انصار سے بھرا ہوا تھا تو آنحضرتؐ نے (جناب عباس) سے فرمایا اے چچا کیا آپ میری وصیت کو قبول کریں گے اور میرے وعدے کو پورا کریں گے؟ عباس نے کہا میں کبیر اسن اور کثیر العیال ہوں پھر آپؐ نے فرمایا اے علی کیا تم میری وصیت کو قبول کرو گے اور میرے وعدے کو وفا کرو گے؟ آپؐ گلو گرفتگی اور گریہ کی وجہ سے جواب دینے پر قادر نہیں تھے چنانچہ رسالتِ کتابؐ نے اپنے سوال کو دہرا�ا تو علیؐ نے فرمایا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہو جائیں ہاں میں آپ کی وصیت کو پوری کروں گا اس وقت رسول اللہؐ نے فرمایا تم میرے بھائی، میرے وصی، میرے

ابو بکر کو ترجیح نہیں دیتے تھے ان ہی کے بارے میں رسالتِ اب نے آخر عمر میں فرمایا تھا کہ وہ (النصار) غالب ہونے والے لشکر ہیں لہذا انی کو چاہئے تھا کہ وہ انصار کو وصیت کرتے کہ امر خلافت میں علی کی مدد کریں اور جو خلافت علی کے بارے میں اختلاف کرے اس سے جنگ کریں پھر عظمتوں کی حامل فاطمہ علیہما السلام ان کی زوجہ تھیں، رسول اللہ کے نواسے حسن و حسین ان کے بیٹے تھے اور عباس ان کے چچا اور ان کے ساتھ تھے اور عباس ہی نے علی سے کہا تھا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کروں گا جس پر لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ کے چچا نے رسول اللہ کے چچازاد بھائی کی بیعت کی ہے اور زیر جیسے شجاع بھی آپ ہی کے ساتھ تھے امامت ابو بکر کے اثبات اور شیعوں کی رد میں قاضی ناصر الدین بیضاوی نے طوال الانوار میں اور شمس الدین اصفہانی نے اس کی شرح میں اسی بات کو پیش کیا ہے۔^۱

ابن قبیہ لکھتے ہیں:

”عباس بن عبدالمطلب نے علی بن ابی طالب سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ نبیؐ اس دنیا سے کوچ کرنے والے ہیں ان سے (خلافت کے بارے میں سوال کیجیے اگر خلافت ہم ہی میں ہے تو اسے بیان کروں اور اگر ہمارے غیر کے لئے ہے تو اس کی وصیت کروں، جب رسول اللہ کی قبل روح ہو گئی تو عباس نے علی بن ابی طالب سے کہا اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ آپ کی بیعت کروں حضرت علیؑ

^۱ شہید ثالث نے اخلاق الحق میں اس کو باطل کیا ہے۔

وزیر اور میرے خلیفہ ہو آپ نے بلال سے کہا رسول اللہ کی ذوالفقار لے آؤ بلال اسے لائے اور آپ کے سامنے رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا بلال مغفر ذوالنجدین لے آؤ بلال اسے لائے اور آپ کے سامنے رکھ دیا اس کے بعد کہا رسول اللہ کی زرع لے آؤ وہ اسے لے آئے پھر فرمایا بلال رسول اللہ کا گھوڑا لے آؤ وہ گھوڑا لے کر آئے پھر کہا رسول اللہ کا ناقہ لے کر آؤ بلال ناقہ لے کر آئے اس کے بعد کہا بلال رسول اللہ کا لاکبیل لے کر آؤ بلال اسے لے کر آئے پھر آپ نے فرمایا بلال رسول اللہ کا قضیب لے کر آؤ بلال اسے لے کر آئے اور آپ کے سامنے رکھ دیا اسی طرح یکے بعد دیگرے چیزوں کو منگوواتے رہے یہاں تک کہ وہ پہلا بھی منگوایا جسے جنگ میں اپنے شکم مبارک پر باندھتے تھے پھر آپ نے اپنی انگوٹھی اتاری اور اسے علی کو دی اور فرمایا اے علی مہاجرین والنصار کے سامنے ان چیزوں کو اپنے گھر لے جاؤ تاکہ میرے بعد ان چیزوں سے تم سے کوئی اختلاف نہ کرے پس علی ان چیزوں کو لے کر گھر گئے اور وہاں انہیں رکھا اور پھر واپس آئے۔

میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسالت کتاب بتانا چاہتے تھے کہ عباس خلافت کے مستحق نہیں ہیں اسی وجہ سے پہلے ان سے قبول وصیت کے بارے میں سوال کیا اور جب جناب عباس نے اپنے کو اس کا مستحق نہیں سمجھا تو آپ سے عذرخواہی کی اور پھر نبی نے حضرت علیؓ کو اپنا صی قرار دیا اور فرمایا کہ علیؓ ہی ان کے وزیر و خلیفہ ہیں۔ اس نصیحت کے ہوتے ہوئے خلافت جناب عباس کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔

۶۔ حضرت علیؑ کے وارث پیغمبرؐ ہونے کی بہترین دلیل حدیث دار ہے، چنانچہ جب حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ پیغمبرؐ کہ ہوتے ہوئے کس طرح ابن عم وارث ہو گیا تو آپ نے اس کے جواب میں اسی سے استدلال کیا تھا شاہ ولی اللہ دہلوی ازالة الخنا میں کتاب الحصالخ سے ربعہ بن ناجد سے روایت کرتے ہیں کہ:

”ایک شخص نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پیغمبرؐ کی موجودگی میں آپ ابن عم ہوتے ہوئے کس طرح وارث ہو گئے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے بنی عبدالمطلب کو جمع کیا یا ان کو بلا یا اور ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا اور سبھی نے سیر ہو کر کھایا لیکن تھوڑا سا بھی اس سے کم نہیں ہوا پھر انہیں پینے کے لئے دودھ کا چھوٹا پیالہ دیا اور انہوں نے پیا لیکن وہ ویسا ہی بھرا رہا پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اے بنی عبدالمطلب میں لوگوں کے لئے باعوموم اور تم لوگوں کے لئے بالخصوص بھیجا گیا ہوں تم میں کون ہے جو میری بیعت کرے تاکہ وہ میرا بھائی، ساتھی اور وارث ہو؟ کوئی بھی ان میں سے نہیں الھا صرف میں الھا اس وقت میں کم سن تھا آنحضرتؐ نے مجھے پیش کے لئے کہا پھر آپ نے تین مرتبہ اپنے سوال کو دہرایا اور ہر مرتبہ میں ہی الھتا تھا اور آپ مجھے بیخدا یتے تھے یہاں تک کہ تیسرا مرتبہ آپ نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اسی وجہ سے میں ابن عم ہوتے ہوئے وارث ہوا اور میرے پیغمبرؐ کے وارث نہیں ہوئے۔“

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ حضرت علیؑ ، رسالتِ مکرمؐ کے وارث ہیں اور اس وراثت میں جناب عباس کا تھوڑا سا بھی حصہ نہیں تھا پس کس طرح کوئی ان کی خلافت

کے بارے میں سوچ سکتا ہے؟

۷۔ شیعہ اور سنی محققین کا اس پر اجماع ہے کہ جناب عباس خلیفہ نہیں تھے لہذا ان کے بارے میں احتمال دینا کہ انہیں خلافت کے لئے اولویت حاصل تھی باطل ہے۔

۸۔ خلافت کے لوازم میں سے ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہوا اور یہ واضح ہے کہ جناب عباس مہاجرین اولین میں سے نہیں تھے اس لئے کہ انہوں نے فتح مکہ سے تھوڑے پہلے ہجرت کی تھی جیسا کہ ابن حجر عسقلانی الاصابة فی تیز الصحابة میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”زمانہ جاہلیت میں وہ ستائی کرتے تھے اور اسلام لانے سے

پہلے انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے اور جب اس میں وہ اسیر ہوئے تو انہوں نے اور ان کے چچا زاد بھائی عقیل نے فدیہ دیا پھر وہ مکہ پلٹ گئے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اسلام لائے مگر اسے اپنی قوم سے چھپائے رہے وہ نبی کو خط کے ذریعہ حالات سے مطلع کرتے تھے اور فتح مکہ سے تھوڑے پہلے ہجرت کی اور فتح مکہ اور جنگ حنین میں انہوں نے شرکت کی۔“^{۱)}

اور یہ کہ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہو تو اس کی وضاحت خود شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالت الخفا میں کی ہے وہ لکھتے ہیں:

”خلافت خاصہ کے لوازم میں سے یہ ہے کہ خلیفہ مہاجرین

اولین میں سے ہو کیونکہ ان ہی کے بائے میں ارشادِ الٰہی ہوا اذن لِلذین
یقاتلون باہم ظلموا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا الذین ان خرجوا من
دیارهم بغیر حق پھر ارشاد ہوا الذین ان مکناهم فی الارض
اتامو الصلوة و آتو الزکوة و امرُوا بالمعروف و نهی عن
المنکر یعنی اگر مہاجرین کو رئیس بنائیں تو اقامہ صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ اور امر
بالمعرف و اور نبی از منکر عمل میں آئے گا کیونکہ وعدۃ الٰہی میں تخلف نہیں ہے اور
یہ مقصد خلافت ہے۔“

- ۹۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ازلۃ الخفا سے یہ بات واضح ہے کہ غلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ حاضرین حدیبیہ، حاضرین نزول سورہ نور اور جنگ بدربجی دیگر مشاہدہ عظیمہ کے حاضرین میں سے ہو اور ان شرائط کو انہوں نے قرآن و حدیث سے اخذ کیا ہے۔ اور یہ واضح ہے کہ جناب عباس جنگ بدرا میں (آنحضرت کے لشکر میں) نہیں تھے کیونکہ ابن حجر کے بقول فتح مکہ سے تھوڑا پہلے انہوں نے ہجرت کی تھی اور جنگ بدرا میں ہوئی تاریخ نامیں ج ۲۴۵ اور فتح مکہ ج ۲۴۶ میں بلکہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جناب عباس اسرائے بدرا میں تھے اور وہ جنگ حدیبیہ میں بھی نہیں تھے کیونکہ یہ میں ہوئی تھی اور سورہ نور کے نزول کے وقت بھی نہیں تھے کیونکہ اہلسنت کے نزدیک یہ سورہ، افک عائرثہ کے وقت نازل ہوا جو ۵ حکا واقعہ ہے۔
- ۱۰۔ خلافت طلقاء کے لئے نہیں ہے اور عباس طلقاء میں تھے۔ پہلی بات کے متعلق

شاہ ولی اللہ دہلوی ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں:

”فیقیہ شام عبد الرحمن اشعری نے ابو ہریرہ اور ابو درداء سے اس وقت کہا جب معاویہ حضرت علیؑ سے خلافت طلب کر رہا تھا اور یہ دونوں حضرات حضرت علیؑ کی خلافت سے متعلق ایک شوری بنانا چاہ رہے تھے مجھے تم دونوں پر تعجب ہوتا ہے کہ تم کیسے اس کام کے لئے آگئے! تم لوگ علیؑ سے کہہ رہے ہو کہ خلافت کے لئے ایک شوری بنا لیں! حالانکہ تم دونوں جانتے ہو کہ علیؑ کی مہاجرین و انصار اور اہل حجاز و عراق نے بیعت کی ہے جنہوں نے علیؑ کو پسند کیا وہ بہتر ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے آپ کی بیعت نہیں کی! شوری کا معاویہ سے کیا ربط ہے وہ تو طلاقاء میں سے ہے جس کے لئے خلافت جائز نہیں ہے اور اس کا باب اپنے گروہ کا سردار تھا یہ سن کر ابو ہریرہ اور ابی درداء نادم ہو گئے اور انہوں نے اشعری کے سامنے توبہ کی اس کی ابو عمرو نے استیغاب میں روایت کی ہے۔“

رسی دوسری بات کہ عباس طلاقاء میں سے تھے تو اس کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصحابہ میں بیان کیا ہے ۔ اور دیار بکری نے ابن الحلق سے اسراء بدر کے نام کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان ہی اسرائے بدر میں عباس بن عبدالمطلب ہیں لیکن ابن الحلق نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے ۔

مخاطب (دہلوی) نے کہا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ عباس نور سے محروم ہونے کی وجہ سے امامت کی لیاقت نہیں رکھتے تھے اس لئے کہ نور عبدالمطلب، عبداللہ اور ابو طاب میں منقسم ہوا۔ تو میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ مذکورہ عبارت میں اس بات کی صراحت ہے کہ نہیں قربت، نورنبوی میں شرکت کے علاوہ ایک دوسری چیز ہے پس مجھے مخاطب پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو جانے کے بعد بحث کو کیوں انہوں نے نسبی قربت تک پہنچایا۔ مخاطب (دہلوی) کا یہ کہنا کہ امامت میں تقدم کا معیار اگر قوت و کثرت نور ہے تو پھر دونوں لحاظ سے امامت کے لئے حضرت امیر سے حسین اولیٰ واحق ہوئے قوت کے لحاظ سے اس طرح کہ وہ نور تقسیم ہوا نورنبوی اور نورعلوی میں اور نورنبوی دوسرے سے قوی ہے کہ جو حسین میں منتقل ہوا اور کثرت کے لحاظ سے اس طرح کہ حسین نورنبوی اور نورعلوی کے جامع تھے والا شان اکثر من الواحد قطعاً۔

میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ مخاطب کی بات کئی وجوہ سے باطل ہے۔

۱۔ امامت و خلافت کا معیار افضلیت ہے اور چونکہ حدیث نور سے حضرت علیؓ کی کئی وجوہ سے افضلیت ثابت ہو چکی ہے لہذا بعد پیغمبر و ہی امام ہوں گے۔

۲۔ جب نور حسین، نورنبوی سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حسین میں رسالت مکا سارا نور منتقل نہیں ہوا ورنہ نبی کا نور سے خالی ہونا لازم آئے گا اور آنحضرت کا نور سے خالی ہونا واضح البطلان ہے۔

۳۔ اگر مان بھی لیں کہ نبی کا سارا نور حسین میں منتقل ہو گیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہوا اور صحن و حسین میں ہر ایک میں ۱/۲ یا صحن میں تھوڑا زیادہ

منتقل ہوا لیکن جو علی میں نور منتقل ہوا تھا وہ نور نبوی کے مساوی تھا تو جب حسن و حسین میں سے ہر ایک کا نور علی کے نور کے مساوی نہیں تھا تو پھر کس طرح نور علی سے قوی ہو سکتا ہے؟
 ۴۔ مخاطب (دہلوی) کی عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ جو افضل ہوگا اس کا نور قوی ہوگا اور نور کا قوی ہونا افضلیت کا لازم ہے پس اگر حسین کا نور حضرت علی سے قوی تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حضرت علی سے افضل تھے اور یہ احادیث صریح اور باجماع مسلمین باطل ہے۔

۵۔ اگر حسین کا نور حضرت علی سے قوی تھا تو جناب فاطمہ کا نور بطریق اولی حضرت علی سے قوی تھا کیونکہ حسین تک نبی کا نور جناب فاطمہ کے توسط سے ہی منتقل ہوا تھا لہذا حسین سے پہلے جناب فاطمہ کو امامت کے لئے اولویت حاصل ہونی چاہئے اور اگر آپ یہ کہیں کہ عورت ہونے کی وجہ سے وہ امام نہیں ہو سکتی تھیں اسی لئے ان کا ذکر نہیں کیا تو میں کہوں گا کہ اگر ذکوریت کا نامہ ہونا امامت کے لئے مانع ہو سکتا ہے تو پھر باجماع مسلمین حسین کا مفضول ہونا بھی امامت کے لئے مانع ہے۔

۶۔ گذشتہ دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رسالتِ اکابر کے نور کا سب سے پہلے ظلت ہونا ہی آپ کے سارے انبیاء و مرسلین اور مخلوق سے افضل ہونے کا سبب ہے اور چونکہ حضرت علی انور رسالتِ اکابر کے نور سے متعدد تھا لہذا آپ بھی ساری مخلوق سے کہ جن میں خود حسین بھی ہیں، افضل ہیں اس لئے نور حسین کا نور علی سے قوی ہونے کا امکان ہی نہیں ہے۔

۷۔ اگر مخاطب (دہلوی) نورنی سے حسینؑ کی خلقت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں تو پھر وہ کیوں نور سے علیؑ کی خلقت سے انکار کر رہے ہیں؟ بلکہ حسینؑ کا نور سے خلق ہونا علیؑ کے نور الہی سے خلق ہونے کی بہترین دلیل ہے ورنہ علیؑ سے حسینؑ کا افضل ہونا لازم آئے گا اور یہ اس (فضیلیت علیؑ) کے خلاف ہے جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اگر کوئی کہے کہ نورنی سے حسینؑ کے خلق ہونے کو اس لئے کہا کہ شیعہ اسی کے قائل ہیں تو ہم اس کا جواب دیں گے کہ انہیں چاہئے تھا کہ اس سلسلہ میں ان شیعی روایتوں کو ذکر کرتے جن سے حسینؑ کے قوت نور کا تو ہم ہوا ہے حالانکہ شیعوں کی روایتوں میں اس بات کی صراحة تھے کہ حسینؑ حضرت علیؑ سے مفضول تھے اور ان کا نور حضرت کے نور سے قوی نہیں تھا۔

۸۔ کثرت و قوت سے مراد اگر اس کے کم و کیف کی زیادتی ہے تو وہ عین قوت ہے اور اس میں قوت و کثرت کی تفریق صحیح نہیں ہے حالانکہ مخاطب (دہلوی) نے واضح لفظوں میں کہا ہے کہ قوت و کثرت دو مختلف چیزیں ہیں جب کہ کثرت نور عین قوت ہے عنوان مختلف ہے لیکن معنوں ایک ہی ہے کیونکہ جو اکثر ہے وہی اقوی ہے اسی طرح جو اقوی ہو گا وہی اکثر بھی ہو گا اور ان میں انکا کوئی معقول بات نہیں ہے اور اگر کثرت سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ میں صرف ایک نور تھا اور وہ نور علوی ہے اور حسینؑ میں دونوں ایک نور مصطفوی اور دوسرے نور علوی اگرچہ نور کم و کیف کے لحاظ سے نور علوی سے کم تھا لیکن اس کثرت کو کوئی بھی عقلمند معیار افضلیت قرار نہیں دیتا کیونکہ یہ کثرت اعتباری ہے اور یہ اس کل کی طرح جو (مثلاً) بیس اجزاء سے مرکب ہو پس اس میں بیس جز زیادہ ہے اس کل

سے جو ایک ہے لیکن اس کثرت کو عقلاء کل (مجموع) سے اولیٰ نہیں سمجھتے ہیں۔

۹۔ اگر ہم مخاطب (دہلوی) کی بات مان لیں تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ نور حسینؑ
معاذ اللہ نور رسالتِ انبیاء سے زیادہ ہے کیونکہ مخاطب کے بقول حسینؑ میں نورِ نبوی اور نور
علوی دونوں جمع تھا لہذا ان کا نور رسالتِ انبیاء سے زیادہ ہے اس لئے کہ جب نور،
نبوی و علوی میں تقسیم ہوا اور آنحضرتؐ کو آپ کا حصہ اسی طرح علیؑ کو ان کا حصہ ملا تو چونکہ
حضرت علیؑ کا حصہ آپؐ ہی سے مخصوص تھا اور آنحضرتؐ کا اس میں کوئی سهم نہیں تھا اور وہ
بھی حسینؑ میں منتقل ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نور حسینؑ نور رسالتِ انبیاء سے زیادہ تھا
جب کہ ایسا کوئی بھی مسلمان نہیں کہتا اگرچہ مخاطب (دہلوی) نے اہل حق کی دلیل کو باطل
کرنے کے لئے ایسا کہا ہے۔

۱۰۔ آپؐ کے پاس کوئی دلیل ہے جو حسینؑ میں نورِ نبوی اور نور علوی کے جمع ہونے
پر دلالت کر رہی ہے؟ اگر دلیل تحقیقی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث نور کی تو مخاطب
(دہلوی) اور ان کے بعض بزرگوں نے تکذیب کی ہے اور اگر دلیل الزای ہے تو یہ ظاہر
ہے کہ شیعوں کی حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ حسینؑ کا نور حضرت علیؑ کے
مساوی نہیں ہے بلکہ کم ہے پس کس طرح ان کا نور حضرت علیؑ سے زیادہ ہو سکتا ہے۔

خود علمائے الہلسنت میں نظری کی کتاب خصائص علویہ کی حدیث اشباح سے یہ بات
ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت علیؑ، حسینؑ سے افضل تھے۔

لہذا اہل علم کو چاہئے کہ وہ ہماری باتوں نیز اپنی باتوں پر غور کریں کہ کیا کہہ رہے
ہیں انہوں نے حدیث نور کو جعلی قرار دیا اور اس کے جعلی ہونے پر ادعائے اجماع کیا جب

کہ میں نے ان کی اہم کتابوں سے مشاہیر ائمہ کی روایتوں کو نقل کیا ہے پھر انہوں نے حدیث نور کے مقابلہ میں ایک وضعی حدیث کو پیش کیا جس کے جعلی ہونے کو ادلهٗ قطعیہ سے میں نے ثابت کیا اس کے بعد انہوں نے حدیث نور سے حضرت علیؑ کی امامت بلا فصل سے انکار کیا جب کہ میں نے کئی دلیلوں سے اس کے خلاف بلا فصل پر دلالت کر نے کو ثابت کیا..... آخر یہ کتمان حق کیوں ہو رہا ہے ! لہذا اہل علم کو چاہئے کہ طفلانہ ضد چھوڑ کر ہماری اور اپنی باتوں پر غور کریں اور پھر انصاف کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے تاکہ آخرت کے گھانٹے سے محفوظ رہیں۔

بِيَوْمٍ لَا تَنْفَعُ الْمَالُ وَلَا الْبَنُوو

حضرت علیؑ کی افضلیت ثابت ہے اسی طرح سید محمد گیسوردار نے الامارات میں، قسطلانی نے موافق الدینیہ میں، شہاب الدین دولت آبادی نے ہدایتہ السعداء میں، سہروردی نے العوارف میں، ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوة کے مقدمہ میں اور محمد صدر رعلام نے معارج العلی میں رسالتنا ب کے بارے میں جو لکھا ہے وہی حضرت علیؑ پر بھی صادق آتا ہے کیونکہ دونوں ایک ہی نور تھے۔

۲۔ سید علی ہمدانی

سید علی ہمدانی اپنی کتاب مشارب الاذواق میں ابن فارش کے تصیدہ میمیہ کے اس شعر لِهَا البدْر كَاس وَهِي شَمْسٌ قَدِيرُهَا هَلَالٌ وَ كَمْ يَبْدُوا إِذَا
مزجتْ نَجْمٌ کی شرح میں فرماتے ہیں:

شاعر کی اس سے مراد یا اعیان خارجی ہے یا حقائق نفسانی پہلی صورت میں بدر سے مراد حقیقت محمدیہ ہے جو مظہر آفتاب احادیث ہیں اور ہلال سے مراد علیؑ ہیں جو ساقی شراب محبت ذوالجلال ہیں اور جن کے بارے میں حضور پاک نے فرمایا ہے میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور جس طرح ہلال (چاند) بدر کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے بلکہ اسی کا جزو ہے اسی طرح سید الاولیاء، سید الانبیاء کا ایک جز ہیں اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور علیؑ ایک نور سے خلق کئے گئے ہیں اور آنحضرتؐ ہی نے فرمایا علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور پھر احکام شرائع مصطفوی اور اعلام حقائق مرتضوی کے امتحان سے اولیاً معرض ظہور میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا آپ کے بارے میں انا وانت ابو احمد الامۃ فرمانا اسی بات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ ہی مشیع اسرار معارف توحید اور مطلع انوار معلم تحقیق ہیں اور اہل کشف و شہود آپ ہی کی ہدایت سے کمال کی منزلوں تک پہنچتے ہیں اسی وجہ سے آنحضرت نے فرمایا اے علیؑ تم ہی سے ہدایت یافتگان ہدایت پائیں گے اور جب ایسا ہے تو اولیاء کو انوار حقائق اسی مشکلاۃ ولایت علیؑ سے حاصل ہوئے تھے اب اس امام ہادی کے ہوتے ہوئے کسی غیر کی اتباع کرنا کوتاہ بینی ہے۔

سید علی ہمدانی کی مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ حضرت علیؑ اور رسالتِ اکیک ہیں جس طرح ہلال، وہی بدر ہے اسی طرح علی وہی رسول ہیں اور سارے اولیاء و اوصیاء ان ہی دنوں سے فیضاب ہوئے تھے لہذا رسالتِ اکیک کے بعد آپ ہی سب سے افضل ہوں گے اور افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو مقدم کرنا قبیح فعل ہے۔

۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی

اسی طرح مخاطب (دہلوی) کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی ازلۃ الخلقا کے مقصد اول فصل دوم از لوازم خلافت خاصہ میں لکھتے ہیں:

انبیاء کے نفوس کو بہت ہی با صفا اور رفع خلق کیا گیا تھا اور صفا و علو فطرت کی وجہ سے حکمت الہی متقاضی ہوئی کہ انہیں نبی بنایا جائے اور عالم کی ریاست ان کے اختیار میں دی جائے ارشادِ الہی ہوتا ہے اللہ اعلم جیسے بجعل رسالتہ اور امت میں بھی کچھ ایسے افراد خلق کئے گئے جن کے نفوس انبیاء کے نفوس کے قریب تھے اور ہمیں افراد درحقیقت امت

میں انہیاء کے خلاف ہیں کیونکہ آفتاب کو آئینہ میں تو دیکھا جاسکتا ہے لیکن خاک و چوب و سنگ میں نہیں دیکھا جاسکتا اور یہی خلاصہ امت ہیں اور یہی نقوس قدیسہ نبویہ سے اس طرح متاثر ہوئے کہ کوئی دوسرا متاثر نہیں ہوا آنحضرت سے جو بھی حاصل کیا ان کے قلوب نے ان کی صحت کی گواہی دی گویا ان کے قلوب نے ان کا اجہائی اور اک کیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام نے اس اجہائی تفصیل و تشریح کی پھر اس کے بعد ایک اور جماعت آئی جو مرتبہ میں پہلے سے کم تھی یہاں تک کہ نوبت مسلمانوں کی آئی پس خلافت خاصہ کا حامل جس طرح ظاہری طور پر مسلمانوں کا رکیس ہوتا ہے اسی طرح صفائی دل کے لحاظ سے باطنی طور پر بھی ان کا رکیس ہوتا کہ ریاست ظاہری، ریاست باطنی کے ہمدوش ہو۔

مخاطب (محمد دہلوی) کے والد کی عبارت ہمارے مدئی اکو چند طرح سے ثابت کر رہی ہے۔

۱۔ والد مخاطب کا کہنا کہ ان کے صفا و رفتہ کی وجہ سے حکمت الہیہ مقتضی ہوئی کہ کائنات کی ریاست ان کو عطا کیا جائے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ میں (حامد حسین) کہتا ہوں کہ جب ایسا ہے تو حدیث نور کی روشنی میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو کائنات کی ریاست کہ وہ خلافت عامہ اور حکومت تامہ ہے، عطا کیا جائے کیونکہ صفا اور علوم رتبہ کے لحاظ سے رسالتہ کے سوا وہی سارے انہیاء سے افضل ہیں اس لئے کہ آپ کا اور رسول اللہؐ کا نور ایک تھا۔ لہذا مخاطب (دہلوی) کا اپنے والد کی مخالفت کرنا اور حدیث نور کے امامت پر دلالت سے انکار تجویز ہے۔

۲۔ صاحب ازلہ الخفا کا یہ کہنا کہ امت میں ایسے افراد خلق کئے گئے ہیں جن کے نفوس انبیاء سے قریب ہیں یہ خود بعد پیغمبر حضرت علیؓ کی خلافت کو ثابت کرتا ہے کیونکہ حدیث نور اسی معنی پر دلالت کر رہی ہے اور آپ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اس مرتبہ تک ہو چاہو۔

۳۔ مخاطب کے والد نے سورج سے تشیہ دی ہے کہ وہ آئینہ ہی میں منعکس ہوتا ہے نہ کہ خاک و چوب و سنگ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ رسول کو آئینہ کے مثل ہونا چاہئے اور اس میں شک نہیں کہ علیؓ ہی نبیؓ کے صفات کا آئینہ تھے بلکہ حدیث نور کی رو سے دونوں ایک ہی تھے اور آپ کے علاوہ کوئی بھی حتیٰ انبیاء و مرسیین بھی آنحضرتؐ کے برابر نہیں تھے تو پھر کیسے وہ افراد آپ کے برابر ہو سکتے ہیں جن میں صفات پیغمبر اور آپ کے اغلاق حمیدہ کی بوجھی نہیں آتی تھی۔

۴۔ مخاطب کے والد کا کہنا کہ وہی خلاصہ امت ہیں..... اس بات کی تصریح ہے کہ خلفائے انبیاء خلاصہ امت ہیں اور ان کے علاوہ کسی نے آنحضرتؐ کے نفس قدیسہ سے اخذ نہیں کیا اور جس چیز کو انہوں نے رسالتیاب سے حاصل کیا اس کی ان کے دل نے گواہی دی اور ظاہری بات ہے کہ حدیث نور کی روشنی میں یہ بلند عظیم مرتبہ سوائے حضرت علیؓ کے کسی کو نصیب نہیں ہوا ب اگر کوئی عقائد صرف اسی نکتہ پر غور کرے تو اسے حضرت کے بلاصل خلیفہ ہونے اور دوسروں کی خلافت کے باطل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوگا۔

۵۔ مؤلف ازلہ الخفا کا یہ کہنا کہ صاحب خلافت خاصہ جس طرح ظاہری طور پر